فہرست کتب موجودہ بک ڈپو

تاریخ ہندوستان (مصنفہ خان بہادر مولوی محمد ذکاءاللہ صاحب شمس العلما مرحوم دہلوی) یعنی مسلمانوں
کے عہد سلطنت کی تاریخ ۱۰ جلدوں میں (جن میں سے جلد سوم کتاب نہ ملتی ہے) بہ تفصیل ذیل :-

[جلد ا]ول (صفحہ ۴۱۲) جس میں یہ مضامین ہیں (۱) تمہید (۲) مقدمہ تاریخ کے باب میں (۳) حسب
[illegible]) ایک سو اٹھارہ خاندان سلاطین اسلامیہ کا بیان (۵) تاریخ سندھ (۶) خاندان غزنوی
ی قیمت [illegible]

[illegible] صفحات ہیں اور مضامین یہ ہیں (۱) خاندان خلجیہ کی تاریخ (۲) خاندان تغلق کی تاریخ

سادات اور لودی کی تاریخ قیمت [illegible]

چہارم اس کے دو حصے ہیں حصہ اول میں (۱) تاریخ سندھ (۲) تاریخ کشمیر (۳) تاریخ گجرات
(۴) تاریخ مالوہ (۵) تاریخ خاندیس (۶) تاریخ سلاطین بنگال (۷) تاریخ سلاطین جونپور حصہ دوم
(۱) تاریخ سلاطین بہمنیہ دکن (۲) تاریخ سلاطین عادل شاہیہ بیجاپور (۳) تاریخ سلاطین قطب شاہیہ
گولکنڈہ (۴) تاریخ سلاطین عمادیہ ملک برار (۵) تاریخ سلاطین برید شاہیہ ملک بیدر (۶) ضمیمہ تاریخ دکن
و پرتگیزوں کی تاریخ (۷) تاریخ دکن کا ریویو قیمت [illegible]

جلد پنجم اقبال نامہ اکبری جس میں شہنشاہ اکبر کا حال تمام و کمال لکھا ہے قیمت [illegible]

جلد ششم تارنامہ جہانگیری جس میں شہنشاہ جہانگیر کا کل حال لکھا ہے قیمت [illegible]

جلد ہفتم ظفرنامہ شاہجہان جس میں شہنشاہ شاہجہان کا حال از اول تا آخر مندرج ہے قیمت [illegible]

جلد ہشتم بادشاہ نامہ عالمگیر یعنی شہنشاہ عالمگیر کا حال اول سے آخر تک درج ہے قیمت [illegible]

جلد نہم و دہم زوال سلطنت تیموریہ عالمگیر کے عہد سے آخر بادشاہ بہادر شاہ تک اور خاتمہ مسلمانوں
سلطنتیں ایشیا میں کہاں کہاں ہیں اور بالفعل انکا کیا حال ہے۔ ہندوستان اور ہندوؤں کو مسلمانوں کی سلطنت
[سے] فائدہ پہنچا یا نقصان دہلی میں پایہ تخت کا بدلنا اور اسکی عمارات کی مفصل کیفیت قیمت ہر دو جلد یعنی نہم و دہم [illegible]

کل تاریخ کی قیمت ([illegible]) ہوئی۔ مگر ہر حصہ بجائے خود تاریخ ہے کچھ اور حصوں [illegible]

پتہ کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ (ج)

جلد سوم

جلد سوم کے تین حصے ہیں۔ اول حصہ میں بابرنامہ۔ حصہ دوم میں شگرف نامہ ہمایوں۔ حصہ سوم میں تاریخ
شیرشاہی ہے۔ حصہ اول میں خاندان تیموریہ کے انساب اور سارا حال اول سے آخر تک ظہیر الدین محمد
بابر شاہ غازی کا لکھا ہے۔ حصہ دوم میں ہمایوں کا حال روز ولادت سے ہندوستان سے ایران کے
جانے تک مرقوم ہے۔ حصہ سوم میں شیر شاہ کا حال از اول تا آخر اور خاندان سور کے بادشاہوں کا اور
ہمایوں کے دوبارہ سلطنت کرنے کا بیان کیا ہے۔ حصہ اول زیادہ تر تزک بابری سے جس کو طبقات
بابری بھی کہتے ہیں تالیف کیا گیا ہے اس کا مصنف خود حضرت فردوس مکانی (بابر) ہے۔ حصہ دوم
اکبرنامہ ابوالفضل و تذکرۃ الواقعات جوہر جس کو تاریخ ہمایونی بھی کہتے ہیں تحریر کیا ہے۔ حصہ سوم تاریخ شیرشاہی
سے جس کو تحفۂ اکبرشاہی بھی کہتے ہیں اس کا مصنف عباس خاں سروانی ہے زیادہ تر تالیف ہوا
[illegible] باقی [illegible] میں کتب مفصلۂ ذیل سے اضافہ مضامین کیا گیا ہے (۱) اکبرنامہ ابوالفضل (۲) حبیب السیر
(۳) روضۃ الصفا (۴) لب التواریخ خافی خاں (۵) تاریخ فرشتہ (۶) تاریخ رشیدی حیدر مرزا
دوغلات (۷) منتخبات التواریخ بدایونی (۸) طبقات اکبری (۹) تاریخ داؤدی عبداللہ
(۱۰) ہمایوں نامہ خوندمیر (۱۱) ظفرنامہ ملا یزدی (۱۲) تاریخ سلاطین افاغنہ مصنفہ احمد یادگار
(۱۳) مخزن افغانی اور تاریخ خان جہاں لودی مصنفہ نعمت اللہ (۱۴) متعدد انگریزی تواریخ ہند

فہرست مضامین بابرنامہ ۱ سے ۲ تک

ترتیب انساب خاندان تیمور ۲ سے ۲۰ تک

امیر تیمور صاحبقران گیتی ستان ۲۰ سے ۳۳ تک

باب دوم بابرنامہ ۳۳ سے ۱۲۶ تک

فہرست مضامین شگرف نامۂ ہمایوں

باب سوم ۱۲۷ سے ۲۳۶ تک

فہرست مضامین رزم نامہ شیر شاہی

سلطنت خاندان سور شیر شاہ ۹۴۷ھ سے ۹۶۲ھ تک

سلطنت سلیم شاہ بن شیر شاہ سور ۹۵۲ھ سے ۹۶۱ھ تک

بیرام خاں کا کابل پہنچنا۔ قندھار کا ایرانیوں کو حوالہ کرنا۔ مرزا کامراں کا تیار رہنا۔ سعید اعسکری کا بھاگنا
اور پھر آجانا اور ولایت قندھار کا تقسیم ہونا۔ مرزا کامراں کا قاصد بھیجنا اور غزنین کو بھاگنا اور ہمایوں کا کابل
پر قبضہ کرنا   شاہزادہ اکبر کا ختنہ۔ ایلچیوں اور امرا کا آنا۔ مرزا کامراں کا سندھ بھاگنا۔ یادگار ناصر
مرزا کا قید ہونا۔ ہمایوں کا بدخشاں جانا اور یادگار ناصر مرزا کا مارا جانا۔ ہمایوں کا شراب سے توبہ کرنا
بدخشاں کی قوم کا شکست پانا۔ ہمایوں کی علالت۔ خواجہ سلطان محمد رشیدی۔ مرزا کامراں کا کابل پر قبضہ
اور ہمایوں کا قلعہ ظفر سے چلنا۔ کامراں کا سندھ میں جانا وہاں سے بادشاہ کی علالت سن کر چلنا غزنین
اور کابل کا لینا اور اس کے ظلم اور ہمایوں کا آگے بڑھنا اور امرا کا اس کے لشکر سے بھاگنا۔ کابل پر حملہ
کرکے ہمایوں کا شہر بند کا لینا۔ محاصرہ کا بڑھنا۔ کامراں کا ایک قافلہ کا لوٹنا اور اس کے لشکر کا جدا ہونا
مرزا کامراں کی وحشیانہ حرکات۔ کامراں کا تنگ ہو کر صلح کا پیغام بھیجنا۔ ہمایوں کا کابل پر قبضہ پانا۔
کامراں کا بدخشاں بھاگنا اور یہاں سے قوم اوزبک پاس جانا۔ ہمایوں کا کابل میں داخل ہونا اور شہر کا
لٹوانا اور کامراں کے تعاقب میں لشکر بھیجنا اور کامراں کا بلخ سے فوج لے کر آنا۔ بدخشاں پر مرزا کامراں کا
حملہ۔ ہمایوں کا کامراں سے لڑنے کے لئے جانا۔ ہمایوں کی سپاہ میں سرکشی اور امرا میں سازشیں۔ ہمایوں
کا لشکر جمع کرنا اور حاکم بدخشاں کا بادشاہ کا طرفدار ہونا۔ مرزا کامراں کی ملاقات۔ جاگیروں کا مقرر کرنا۔
کابل میں مراجعت۔ کشمیر سے مرزا حیدر کی عرضداشت کا آنا۔ مرزا الغ بیگ کا شہید ہونا۔ سنہ ۹۵۵ھ کے اور
واقعات۔ بلخ کی مہم۔ ایبک کا محاصرہ اور اس کا فتح ہونا۔ ہمایوں کا توقف۔ اوزبکوں کا ناگہاں بادشاہی
لشکر پر حملہ۔ مرزا کامراں۔ ہمایوں کا ارادہ مراجعت کا۔ بادشاہ کا جاڑے میں رہنا اور مرزا کامراں کا
بدخشاں و قندوز پر حملہ کرنا۔ اور اس کے حالات و معاملات۔ کابل سے بادشاہ کا کامراں سے لڑنے
کے لئے جانا اور کابل میں سازشیں۔ بادشاہ کا کوچ اور لشکر کا تقسیم کرنا۔ بادشاہ پر کامراں کا حملہ۔ بادشاہ
کے لشکر کا مستعد نہ ہونا۔ مرزا کامراں کا کابل پر قبضہ اور اور حالات۔ ہمایوں کی لڑائی کامراں سے۔ کامراں
کا شکست پانا اور بھاگنا۔ مرزا کامراں کی آوارگی اور اس کی کوششیں سلطنت کے لئے۔ بیرام خاں اور
حاجی محمد خاں کی ملاقات۔ مرزا کامراں کا تعاقب۔ افغانستان کا امن و امان۔ کامراں پر ہمایوں کی
لشکرکشی۔ مرزا ہندال کا کشتہ ہونا۔ مرزا کامراں کی جستجو۔ کامراں و ہمایوں کے لشکر کی لڑائی۔ ہمایوں
کا بنگش جانا۔ گکھڑ کا پیغام کامراں کے حوالہ کرنے کا۔ گکھڑوں کا حال۔ کامراں کا سلیم شاہ پاس آنا
مرزا کامراں کی گرفتاری۔ مرزا کامراں کے سزا دینے کا مباحثہ۔ مرزا کامراں کے اندھے ہونے کا
بیان۔ باقی حالات مرزا کامراں کے۔ مرزا کامراں کا مکہ معظمہ جانا۔ بادشاہ کا [illegible] ارادہ اور

ہمایوں کا دوبارہ ہندوستان کا فتح کرنا اور موت ۹۶۲ھ سے ۹۶۳ تک

بالعکس ایشیا نے اپنے تنزل کا سامان جمع کیا اور انہیں صدیوں میں یہ ہوا کہ چنگیز خاں اور امیر تیمور نے جو عظیم الشان اور وسیع سلطنتیں قائم کی تھیں وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں اور ایک دوسرے کی جانی دشمن ہوگئیں اور باہم غالب و مغلوب اور فاتح و مفتوح ہونے لگیں۔ یورپ و ایشیا میں عثمانی ترکوں کی سلطنت کی کسا دبازاری شروع ہوگئی مگر خاندان صفویہ ایران نے عراق آذربائیجان۔ فارس خراسان وغیرہ پر فتوح حاصل کیں اور ازبک قوموں نے تیمور کی اولاد کو سلطنت سے محروم کیا اور ماوراء النہر میں اپنی سلطنت کی قائم کی جو ابتک چلی جاتی تھی۔ بابر اپنی آبائی سلطنت سے محروم ہوا۔ اور کابل قندہار کو فتح کر کے اُسنے ہندوستان میں اپنے خاندان کی سلطنت کا سلسلہ ایسا جمایا کہ اس کے خاندان کی شہنشاہی کا قائم مقام برائے نام بے تاج و تخت و ملک ۱۸۵۷ء تک قائم رہا۔ آخر صدی میں اس کے خاندان کی سلطنت پر زوال آنا شروع ہوا۔ اور انگریزی سلطنت کا عروج ہوا

ترتیب انساب خاندان تیمور

جب صاحبقران امیر تیمور کے خاندان عالی کی سلطنت کا ذکر ہو تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے حسب نسب کا بھی بیان کچھہ ہو۔ اس کو ہم ان اعلیٰ درجہ کی تاریخوں سے منتخب کر کے لکھتے ہیں جن کے نام نامی یہ ہیں ظفرنامہ مولانا شرف الدین یزدی۔ انساب الترک ابوالغازی خاں۔ الانساب مغل روضۃ الصفا۔ حبیب السیر۔ اکبرنامہ منتخب اللباب۔ خافی خاں۔ تاریخوں میں نقل پرستی کا مذہب توں سے چلا آتا ہے۔ مورخ خود محقق کمتر ہوتے ہیں مگر ناقل اکثر ہوتے ہیں۔ ان اوپر کی تاریخوں میں مضمون تو احد ہے مگر عبارتیں مختلف ہیں۔ ہم اس نقل کے بعد انساب الترک کا بیان کسی ضمیمہ میں لکھیں گے جس سے معلوم ہوگا کہ زمانہ حال کے محقق اُن کے باب میں کیا لکھتے ہیں۔

بالاتفاق تواریخ مذکورۂ بالا یہ لکھتی ہیں کہ حضرت یافث جو حضرت نوح کے فرزند رشید ہیں اُنسے تیمور کے خاندان کا سلسلہ ملتا ہے۔ بلاد شرق اور ترکستان کے تمام خاندان انہیں سے منسوب ہوتے ہیں اُن کو ابوالترک کہتے ہیں اور بعض مورخ ان کو ابو نجہ خاں لکھتے ہیں جس وقت حضرت نوح کی کشتی جودی پر سلامت لگی تو سوق الثمانین سے حضرت یافث مع اہل و عیال دیار مشرق و شمال کو رخصت ہوئے یہی ملک اُن کے نام پر نامزد ہوا۔ اُسنے باپ سے التماس کی کہ کوئی دعا اس کو ایسی سکھا دیں کہ جب وہ چاہے تو مینھہ برسنے لگے۔ حضرت نوح نے ایک سنگ اُس کو دیا جس کی خاصیت مینھہ برسانے کی

اسم اعظم کا لطیفہ اس پر اضافہ کیا۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ اسم اس پر کندہ تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ دعا اس پر دم کر دیا تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ فقط سادہ لوحوں کو یہ کہکر دم دے دیا تھا۔ ایسے پتھر ترکوں میں بہت ہیں اس کو وہ جدہ تاش کہتے ہیں اہل فارس اس کو سنگ یدہ اور اہل عرب اس کو حجر المطر کہتے ہیں۔
حضرت یافث نے ان حدود میں جاکر صحرا نشینی اختیار کی۔ اس سنگ کے ذریعہ سے مینہ کو جب چاہتے تھے برسا لیتے تھے جب زمانہ گزرا تو اُن کے فرزند پیدا ہوئے اور انھوں نے ایسے شایستہ آئین جاری کئے کہ کوتہ اندیشوں کو بھی اُن سے تسلی ہوا اور والا فطرت بلند ہمتوں کو بھی مسرت افزائی ہو اُن کے گیارہ بیٹے تھے (۱) ترک (۲) چین (۳) سقلاب (۴) منسج جس کو منسک بھی کہتے ہیں (۵) کماری جس کو کیمال بھی کہتے ہیں (۶) خلج (۷) خرز (۸) روس (۹) سدسان (۱۰) غز (۱۱) یارج بعض کتابوں میں صرف آٹھ بیٹے لکھے ہیں سدسان۔ غز یارج کو خارج کر دیا ہے۔
حضرت یافث کے بیٹوں میں سب سے بڑا بیٹا ترک تھا ترک لوگ اس کو یافث اوغلان کہتے ہیں (ترکی زبان میں اوغلن کے معنی بیٹے کے ہیں) وہ سب اپنے بھائیوں میں زیادہ ہوشیار و کارگزار ورعیت پرور تھا باپ کے بعد وُہی اس کا جانشین ہوا۔ اس نے مردمی و مردانگی و مظلوم پرسی کی داد دی۔ سارے ملک میں سیر کر کے اپنی اقامت کے لیے ایک جگہ مقرر کی جس کو سیلول یا سیلکا ترک کہتے ہیں یہاں کی سردی خوشگوار اور گرمی عافیت بخش اور مرغزار دلکش اور آب رواں کے چشمے جاری تھے۔ اس کے یہ اختراعات تھے۔ چوب و گیاہ سے گھر کا بنانا اور خیمہ و خرگاہ کا تیار کرنا بہائم اور سباع کے پوست سے پہننے کا لباس سلوانا۔ اسی کے زمانہ میں کھانے میں نمک ڈالنے کی رسم یوں جاری ہوئی کہ ایک دن اس کا بیٹا تودک طعام کھاتا تھا کہ لقمہ اس کے ہاتھ سے گر پڑا زمین شور تھی لقمہ نمکین ہو گیا اُس نے اٹھا کر جو اسے کھایا تو اس کو زیادہ مزہ دار معلوم ہوا اسطرح طعام میں نمک ڈالنے کی رسم جاری ہوئی۔ یہ آئین اُس نے جاری کیا کہ بیٹے کو باپ کے مال میں سے سوا شمشیر کے میراث میں کچھ اور نہ ملے اور باقی تمام مال بیٹی کو دیا جائے۔
ترک کے بہترین فرزندان میں النجہ خاں تھا جب ترک کا پیمانہ عمر لبریز ہوا تو [illegible] مشورہ کر کے اُس کو تخت سلطنت پر بٹھایا النجہ نے خرد و مہین کو اپنا پیشوا بنایا اور اپنا زمانہ عدالت گستری میں گزارا۔ جب بوڑھا ہوا تو عزلت اختیار کی۔

باپ
الت کے بعد دیپ باتوئی باپ کے اشارہ سے فرماں روا ہوا۔ دیپ کے معنی تخت وجاہ کے اور توئی کے معنی بزرگ کے ہیں۔

اس کا فرزند رشید گیوک خاں تھا۔ باپ نے مرتے وقت سریر خانی اسی کو عنایت کیا وہ سلطنت کی قدر جانتا تھا اس کے حق ادا کرنے میں اہتمام خوب کیا۔

النجہ خاں اس کا بیٹا تھا آخر عمر میں اس کو ولیعہد کیا اس نے داد و دہش بے اندازہ کی اور اس کے زمانہ میں ترک صاحب نعمت و ثروت ہو گئے اور دنیا میں ایسے مست ہوئے کہ عقل کی راہ سے غافل ہوئے جب اس طرح ایک مدت گزری تو اس کے دو بیٹے توام پیدا ہوئے جن میں سے ایک کا نام مغل اور دوسرے کا نام تاتار رکھا مغل اصل میں مونگ اول تھا جس کے معنی فرماندہ وسادہ دل کے ہیں جب یہ دونوں کاردان اور سمجھدار ہوئے تو اس نے اپنے ملک کے دو حصے کئے ایک نصف مغل خاں کو اور دوسرا نصف تاتار خاں کو ملا جب پدر بزرگوار انکا اس دنیا سے رخصت ہوا تو یہ دونوں بھائی آپس میں موافقت کر کے اپنے اپنے ملک میں سلطنت کرنے لگے۔ تاتار ذی نمو۔ کو کچھ تعلق تاتار اور اُسکے آٹھ شعبوں سے نہیں ہے اس لیے اُس کا حال ہم کچھ نہیں لکھتے اور مغل اور اس کے فرزندوں کے احوال کی شرح لکھتے ہیں امرا مغول ہمیشہ باپ دادا کے سلسلۂ نسب کو محفوظ رکھتے تھے اور اپنی اولاد کو اُسے سکھاتے تھے اور دفاتر اور اوراق میں اُسے کتابت میں لاتے تھے اسی سبب سے ہم دیکھتے ہیں کہ انکے انساب کی کتابیں بہت سی ہیں اور اُن سے بچے بچے کا خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی نام لکھا ہے مغل خاں دانا فرمانروا تھا۔ اس نے اپنے ملک میں رعیت کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ رعایا کے دل اس کی بندگی و رضاجوئی کے طالب ہو گئے اور اس کی اچھی خدمتیں کرنے لگے مغل کے نسل سے نو فرد تھے جنہوں نے سلطنت کی اول اُن میں مغل خاں اور آخر ایل خاں تھا۔ یہ نو شعبے ایسے ٹھہرائے تھے کہ مغل نو کے عدد کو کل اشیاء کی تعداد کے لیے مبارک اور فرخندہ سمجھتے تھے مغل خاں کے چار بیٹے تھے قراخاں آذرخاں۔ کرخاں۔ اوزخاں۔

سب بھائیوں میں قراخاں عمر میں بڑا تھا اور جہانداری کے شغل میں ممتاز تھا باپ کے مرنے کے بعد وہی اورنگ فرمانروائی پر بیٹھا اور قراقورم میں جو دو پہاڑوں اور تارق و کرتان کے درمیان واقع تھا اس نے رہنے کے واسطے ییلاق اور قشلاق مقرر کیا قشلاق اُن گرم مکانوں کو کہتے ہیں

کہ جن میں سردی میں رہیں اور ییلاق ان سرد مکانوں کو کہتے ہیں جن میں کہ گرمی میں رہیں۔

قراخاں کا فرزند گرامی آغوز خاں تھا وہ قراخاں کی فرمانروائی کے زمانہ میں خاتون بزرگ سے پیدا ہوا تھا۔ تاریخوں میں افسانہ گزاروں نے جو اس کے نام رکھے اور خدا پرستی کی راہ چلنے کے افسانے لکھے ہیں اُن کی نسبت ابوالفضل لکھتا ہے کہ خرد انصاف گزیں ان کے قبول کرنے میں اقبال نہیں کرتی۔ مگر اس میں شک نہیں کہ وہ خرد دوست خدا پرست معدلت گستر تھا۔ اس نے ایسے نیک اور شائستہ قوانین مقرر کیے کہ جن سے اختلافات خلائق کا انتظام و التیام ہوا اس کو ملوک ترک میں ایسا سمجھنا چاہیے جیسا کہ ملوک عجم میں جمشید کو وہ اپنی فرہنگ درست و ہمت بلند و بخت ارجمند و شجاعت ذاتی سے ملک ایران و توران و روم و مصر و شام و افریخ کو اپنے حیطۂ تصرف میں لایا اور اکثر خلقت اُس کے سایہ عاطفت میں آئی اور اس نے ترکوں کے لقب کسی نہ کسی مناسبت کے سبب سے رکھے ہیں کہ وہ اب تک نامان زد خلائق ہیں مثل الیغوز۔ قانقلی یا قانعلی قبچاق۔ فارلیغ۔ خلج وغیرہ الیغوز کے معنی پیوستن و بایک دگر عہد بستن کے ہیں۔ مذہبی فسادوں میں جو ترک اس کے ساتھ رہے اُن کا یہ نام رکھا قانقلی یا قانعلی گردوں (چھکڑے) کو کہتے ہیں لڑائی میں جن ترکوں نے لوٹ کے مال لیجانے کے لیے اپنی عقل سے گردوں (چھکڑا) ایجاد کیا تھا اُنکا نام قانعلی رکھا۔ ایک شکست میں زن حاملہ جس کا خاوند مارا گیا تھا کھوکھلے درخت میں جا کر چھپی اس کے بیٹے سے جو اولاد ہوئی اس کا لقب قبچاق رکھا قبق کے معنی کھوکھلے درخت کے ہیں۔ ایک لڑائی میں کچھ ترک برف کے سبب سے آغوز خاں سے پیچھے رہ گئے تھے اُن کا نام فارلیق رکھا جس کے معنی صاف برف کے ہیں۔ ایک لشکرکشی میں ایک عورت کے بچہ پیدا ہوا مگر کھانا نہ ملنے سے ماں کے دودھ نہ تھا صحرا میں ایک شغال نے تدرد کو پکڑا اس کو چھٹا کر کباب اس کے عورت کو کھلائے تو اس کی چھاتیوں میں دودھ اُترا۔ جب آغوز خاں کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے کہا کہ یہ عورت ہمارے ساتھ رہے۔ اس کی اولاد کا نام خلج رکھا جس کے معنی ہیں اے زن بماں خلج کو قلج بھی لکھتے ہیں۔

آغوز خاں کے چھ بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں۔ کن خاں۔ آئی خاں۔ یلدوز خاں۔ کوک خاں۔ طاق خاں۔ تنگیز خاں۔ آغوز خاں کی اولاد اور احفاد کی توالد و تناسل سے

مغلوں کے جو نہیں شیعے ہو گئے بعض اُن میں ولایت ماوراء النہر و خراسان میں متوطن ہوئے وہاں کی آب و ہوا
کے اقتضا سے اور مشیت ایزدی سے اُن کی اولاد کے چہرہ اور بشرہ کی ترکیب بدل گئی ان کو لوگ
ترکمان یعنی ترکوں کی مانند کہنے لگے ۔ یہہ بھی منقول ہی کہ ترکمان ایک علیحدہ قوم ہی کہ وہ ترکوں
سے نسبت قرابت نہیں رکھتی اور ظفرنامہ کے مقدمہ کا سیاق کلام اس پر دلالت کرتا ہی کہ ترکمان ایک قوم ہی
جو منسک ابن یافث کی نسل سے پیدا ہوئی ہی اس نے ترک بن یافث اور غز بن منسک سے ۔ محاربہ
کے قضیہ کے آخر میں لکھا ہی کہ اس روز سے کہ بیغو بن غز اس لڑائی میں قتل ہوا ترکمانوں اور
ترکوں میں کینہ باقی چلا آتا ہی ۔ والعلم عند اللہ ۔

یہ بھی ایک نقل ہی کہ جب آغوز خاں نے مملکت ایران و توران سے فراغت پائی اور اپنی یورت
اصلی میں پھر آیا تو اس نے ایک بزم خسروانہ اور جشن بادشاہانہ ترتیب دیا اور ایک خرگاہ زرین بہت
بڑا نصب کیا اور اس جشن میں تمام بزرگوں اور اشراف و اعیان و امراء و سرداروں کو بلایا اور اُن
برتنوں میں جو اس نے ایجاد کیئے تھے کھانا کھلایا ۔ اسی محفل میں سپاہ کا دست راست جس کو ترکی
میں برانغار اور عربی میں میمنہ کہتے ہیں اپنے تین بڑے بیٹوں کو اور دست چپ جس کو ترکی میں جوانغار اور عربی میں میسرہ
کہتے ہیں چھوٹے بیٹوں کو عنایت کیا اسنے تین بڑے بیٹوں کو بوزوق کا اور تین چھوٹے بیٹوں کو اوچوق کا لقب دیا ولیعہدی
اور بادشاہی بڑے بیٹوں کے لیے اور اُنکی اولاد کے واسطے مقرر کی اور وکالت سلطنت چھوٹے بیٹوں کے لیے وجہ اُن
لقبوں کی یہ بیان کی جاتی ہی کہ ایک دفعہ آغوز خاں کے بیٹے شکار کھیلنے گئے تھے ایک کمان اور
تین تیر زریں اُن کو ہاتھ لگے وہ اُن کو باپ کے روبرو لائے باپ نے تین بڑے بیٹوں کو
کمان دی اور انہوں نے اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور آپس میں اُن کو بانٹ لیا ۔ اس لیے
اُن کا لقب بوزوق (کمان) ہوا اور تیر تین چھوٹے بیٹوں کو دیئے اس لیے اُن کا لقب اوچوق
(تیر) ہوا ۔ اور ترکوں کے نزدیک بوزوق (کمان) کا درجہ اوچوق (تیر) سے زیادہ ہوتا ہی
اور اس کی وجہ یہہ ہی کہ کمان بادشاہ کا حکم رکھتی ہی اور تیر ایلچی کا ۔

چو تیر ایلچی آمد کماں بادشاہ ۔ بود ایلچی از شاہ کمتر بہ راہ

آغوز خاں نے اپنے فرزندان ارجمند اور امراء اخلاص اندیش اور کل ملازموں پر نوازشہائے
شاہانہ کیں اور وہ نصیحتیں اور وصیتیں فرمائیں جو ثبات دولت کی طرف رہنمون ہیں اور آئین ظفر

گیے کہ ان پر اس کی اولاد پشتہا در پشت چلے بہتر برس سلطنت کر کے اُس نے دنیا کو وداع کیا۔

وصیت کے موافق باپ کا جانشین کن خاں ہوا۔ ازغوخاں زیر اور کبل خواجہ کی تدابیر صائب کے موافق فرمانبری کی کام روائی شروع کی۔ ان چھ بھائیوں میں سے ہر ایک کے چار بیٹے تھے اس لیے کن خاں کے چوبیس بھتیجے تھے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایسا نیک اُس نے سلوک کیا کہ وہ گیرو دار سلطنت میں ایک دوسرے کے مددگار رہتے۔ ستر برس سلطنت کی۔ آئی خاں کو اپنا ولیعہد مقرر کر کے وہ چل بسا (کن ترکی زبان میں آفتاب کو اور آئی ماہتاب کو کہتے ہیں) یہ باپ بیٹے اپنے خاندان کے آفتاب ماہتاب تھے۔

آئی خاں اپنے پدر بزرگوار کے آئین پر چلا اور خوش خوئی کے ساتھ عدالت کی اور دانش کے ساتھ کردار نیک کیے۔

آئی خاں کے مرنے کے بعد یلدوز خاں اُس کا جانشین ہوا جہانداری اور دادگستری میں پایہ بلند رکھتا تھا اُسکے عہد میں مغلوستان کی خلائق مرفہ الحال ہو گئی (یلدوز ترکی زبان میں ستارہ کو کہتے ہیں) منگلی خاں باپ کا دوست دار بیٹا تھا اُس کے بعد تخت پر بیٹھا۔ اپنے باپ دادا کے طریقوں کو اپنی حکومت میں برتا اور سرمو اس میں تجاوز روا نہ رکھا اور عنایت یزداں سے اور ایزد شناسوں کی ستائش سے وہ ممتاز ہوا۔

باپ کی وفات کے بعد تنگیز خاں امور سلطنت کا منتظم ہوا اور مغولستان میں وہ سال تک سر پر تاج رکھا اس کا بڑا بیٹا ایلخاں تھا۔ باپ نے اپنی پیری اور ناتوانی کے زمانہ میں سلطنت کی عنان اسی کے ہاتھ میں دی تھی اور خود ایام کثرت کی عذر خواہی کے لیے گوشۂ وحدت میں بیٹھا۔ (تنگیز سیل وکشتی کو کہتے ہیں)

ایل خاں جب سریر آرا ہوا تو اُس نے وہ آئین اختیار کیے کہ جس سے عالم صوری کا انتظام ہوا اور ملک معنوی کی مراعات ہوا اور پراگندہ دل فراہم ہوں مگر اس پر یہ بلائے عظیم نازل ہوئی کہ ترکستان اور ماوراء النہر پر تورین فریدوں نے تسلط پایا اور سونج خاں ملک تاتار اور ایغور کے ساتھ اتفاق کر کے ایل خاں سے لڑا ایلخان قوموں کے ساتھ حسن معاشرت رکھتا تھا اس لیے وہ دل و جان سے اس کی طرف سے لڑے اور بہت سے ترکوں اور ایغوروں اور تاتاریوں کو انہوں نے قتل کیا۔

اثنائے جنگ میں تور و تاتار سامنے سے ہٹ گئے۔ مکر و حیلہ سے روباہ بازی کر کے بھاگ نکلے اور
کچھ تھوڑی دور جا کر ایک نشیب میں اتر گئے اور آخر شب میں ناگہاں لشکر ایل خاں پر شبخون مارا
اور ایسی کوشش سے ایل خاں کے آدمیوں کی کشش کی کہ سوا ان چار آدمیوں کے کوئی اُس
کے لشکر میں زندہ باقی نہ رہا۔ ایک اس کا فرزند دلپسند قیان دوسرا اس کا پسر خال تکوز اور دو اُن
کی حرمین باقی رہیں۔ مشکل تھا کہ کوئی آدمی زندہ سلامت رہتا مگر ان چار آدمیوں نے اپنے تئیں
مردوں میں ملا کر پنہاں کر دیا تھا اس لیے زندہ رہے۔ جب رات ہوئی تو یہ چاروں آدمی پہاڑ پر
گئے اور اس کی گھاٹیوں اور تنگ راہوں سے بڑی محنت و مشقت اُٹھا کر ایک مرغزار میں پہنچے
جس میں خوشگوار چشمے اور مزہ دار میوے نظر آئے۔ اس مقام کو غنیمت سمجھ کر یہیں اقامت کی۔ ترک
اس جگہ کو ارکنہ قون یعنی (کمربند) کہتے ہیں۔ یہ ہولناک واقعہ آغوز خاں کے مرنے سے
ہزار سال بعد وقوع میں آیا۔ اس سرزمین میں قیان اپنے ہمراہیوں سمیت بسر کرتا تھا۔ اولاد
کی کثرت ہوئی اور قبایل پیدا ہوئے۔ قیان کی اولاد کا نام قیات تھا۔ قیان کے معنی مغلوں
کی زبان میں سیل قوی کے ہیں کہ پہاڑ پر سے نیچے رواں ہوتی ہے۔ قیان کو یہ نام بہ سبب کمال
شجاعت کے ملا تھا۔ قیات جمع قیان ہے اور تکوز کی اولاد کو درلگیں کہتے تھے یہ قیان کی اولاد
دو ہزار برس تک ارکنہ قوموں میں پڑی رہی۔ اس زمانہ کا حال کچھ نہیں معلوم ہوا۔ اس زمانہ میں
نوشت و خواند کی رسم نہ تھی کہ کوئی تاریخ ہوتی تخمیناً دو ہزار سال گزرنے کے بعد نوشیرواں کے
آخر عہد میں قیات اور درلگیں جب باہر آئے کہ ارکنہ قون میں اس کے آباد رہنے کی گنجائش
نہ رہی جب اُنہوں نے یہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا تو اُن کی راہ کو ایک پہاڑ نے جس میں معدن آہن
تھی روک رکھا تھا۔ عاقلوں نے سوچ کر بارہ سنگے کی کھالوں کی دھونکنیاں بنائیں اور کوئلوں
اور لکڑیوں سے آگ روشن کی ہوا سے آگ کو بھڑکایا اور آگ نے کوہ آہنی کو پانی کی طرح
بہایا اور اس سے گذرنے کی راہ نکل آئی پھر اس نے ملک تاتار وغیرہ کو بزور شمشیر لے لیا۔
اور سر پر کامرانی و جہانبانی پر متمکن ہوئے۔ اس زمانہ کے تخمین کیش درست اندیش چار ہزار سال
کا تخمینہ کرتے ہیں کہ جس میں اٹھائیس نسلیں ان کی ہوئیں اور ہزار سال پیچھے اور گذرے کہ جس
میں اُن کی پچیس نسلیں ہوئیں۔ زمانہ حال کے تخمینہ سازان درست اندیش کے نزدیک

یہ دونوں تخمینہ بالکل غلط ہیں۔ یورپ کے مورخ اُوپر کے بیانات کو ایک فسانہ جانتے ہیں تاریخ کے پایہ سے اُسے ساقط سمجھتے ہیں۔

مغلوں کی سرزمین مشرق میں ہے اور آبادی سے بہت دور ہے اُس کا دور اتنا بڑا ہے کہ سات آٹھ مہینے میں اُس کے گرد سفر ہوتا ہے۔ اُس کی حدود یہ ہیں، سرحد مشرقی اس کی سرحد خطا تک ہے۔ غربی سرحد زمین ایغور تک۔ شمالی سرحد اس کی قرغز و سیلنگاری سے ملی ہوئی ہے اور جنوبی سرحد اس کی تبت سے متصل ہے۔ مغلوں کی خورش گوشت شکار۔ پوشش اُن کی پوست بہائم و سباع۔

قیان کی نسل سے تیمور تاش ہے وہ سروری فرماندہی میں سربلند ہوا اور اس کا بڑا بیٹا منگلی خواجہ تاج دولت سے سرافراز ہوا اور مسند ریاست و عدالت پر بیٹھا۔ اس کا بڑا بیٹا یلدوز خاں ہے کہ وہ قیات اور دورلگیس کے نکل آنے کے بعد امارت و سرداری سے سرافراز ہوا قیان کے بعد اُن کے فرزند بطناً بعد بطن ارکنہ قون میں سروری قیات و آل رکھتے تھے۔ یلدوز خاں کے رفتہ رفتہ نصیبے نے ایسی یاری کی کہ اولوس مغل کو آباد کیا اور دوا لا شنکوہ فرمانروا ہوا۔ اور مغلوں کے نزدیک وہ شخص درست نسب اور حاقی کے لیے شائستہ ہے کہ وہ اپنے نسب کو یلدوز خاں تک پہنچائے۔ یلدوز خاں کا پسر رشید جوئینہ بہادر ہے وہ باپ کے مرنیکے بعد تخت سلطنت پر کامیاب ہوا۔ مغلوں کی یہ عادت ہے کہ وہ اس موسم میں سب جمع ہوتے ہیں جس میں کوہ ارکنہ قون کو آگ لگا کر قیات و دورلگیس نکلے تھے تمام آلات آہن گروں کے اور دھونکنیاں و آگ کوئلے جمع کرتے ہیں اور آہن سرد کو گرم کرتے ہیں اور پھر گرم کو سرد کر کے کوٹتے ہیں اور رات کو عیش و طرب و خرمی میں مشغول ہوتے ہیں اور اس موسم کو اپنے لیے ارم جانتے ہیں۔

النقوا کا قصہ دنیا کے عجیب قصوں میں سے ہے اور دنیا میں اب تک اس کے یقین کرنے والے بہت جیتے ہیں۔ النقوا جو یکتہ بہادر کی دختر قدسی اختر تھی قوم اس کی قیات نسل برلاس تھی خردی سے بزرگی تک اس کے حسن صورت و سیرت میں افزائش رہی وہ فطرت عالی و ہمت والا میں یگانہ روزگار ہوئی۔ دوست دشمن خویش و بیگانے اس کو بزرگ منش خرد پرور نظر پرست سمجھتے تھے۔ انوار خدا شناسی اس کے چہرہ سے نمودار تھے۔ جب وہ بالغ ہوئی تو اپنے چچا کے بیٹے سے جو مغلستان کا فرمانروا تھا بیاہی گئی اور اس سے دو بیٹے پیدا ہوئے ایک ملکدی دوسرا ایک جدی۔ جب خاوند مر گیا تو وہ بیٹوں کی پرورش اور الوس کی سروری و سربراہی میں متوجہ ہوئی۔

ایک رات یہ نور پروردا الٰہی خواب راحت میں تھی کہ ناگاہ اس کے تاریک خرگاہ گھر میں ایک
نور روشن ہوا اور یہ نور اس کے دہن و کام کی راہ سے اندر گیا اور وہ حاملہ ہوئی اور جب وضع حمل ہوا تو
رشتہ داروں اور عیان سلطنت نے لعن طعن اس پر شروع کی۔ النقوا نے تمام اکابر مغل کو جمع کر کے
کہا کہ عالم الغیب میرے حال سے آگاہ ہے اور میری عصمت و عفت پر گواہ ہے۔ پھر اپنے حال سے مطلع
کیا اور کہا جس کو شک ہو وہ چند روز میرے خرگاہ میں ہے تاکہ اس پر اصل کا حال اس پر روشن ہو جائے
چند اشراف اس کے خرگاہ میں گئے انہوں نے دیکھا کہ خرگاہ کے روزن میں سے نور اندر آتا ہے اور
باہر جاتا ہے۔ بعد ازاں النقوا کا سچ کہنا سب پر روشن ہو گیا اور کسی کو اس کی عصمت و طہارت میں تردد
باقی نہیں رہا جب حمل کے دن پورے ہوئے تو تین بیٹے پیدا ہوئے ایک بوقون قنقی یا یاقون قفصی
تمام قوم قنقین اس سے پیدا ہوئی۔ دوسرا یوسف شالجی تھا جسے قبیلہ سالجیوت منشعب ہوا۔ سو
بوزنجیر قاآن جس کی اولاد کو نیرون کہتے ہیں۔ یعنی از نو پدید آمدہ ان کو اقوام مغل میں بزرگ
سمجھتے ہیں۔

بوزنجیر قاآن

بوزنجیر قاآن جد نہم چنگیز خاں و قراچار نویاں کا اور جد چاردہم حضرت صاحبقران امیر تیمور کا
جب سن تمیز کو پہنچا تو توران زمین کی سریر سلطنت کو زینت دی ترک و تاتار وغیرہ جو بطریق ملوک طوائف
زندگی بسر کرتے تھے دل و جان سے اس کی خدمت کے لیے کمربستہ ہوئے۔ اس نے اپنی تدابیر کی
سے پریشانی روزگار کو دور کیا عدالت و احسان کی داد دی اور خلقت کو ایک زمانہ دراز تک اپنی
مردانگی اور فرزانگی سے آرائش و آسائش پہنچائی۔ جب تن سے جان جدا ہوئی تو اس کے دو بیٹے
بوقا توقیا باقی تھے۔

بوقا خاں

اس کا بڑا بیٹا بوقا خاں تھا وصیت کے موافق باپ کا جانشین ہوا۔ اور مسند بادشاہی کو عدل
و داد سے آراستہ کیا جہانداری اور گیتی ستانی کے قواعد اختراع کر کے دستور العمل شاہی بنایا نیز
کے ساتھ اس طرح زیست بسر کی کہ خواص و عوام اس سے خوشوقت ہوئے۔

دوتومین خاں

اس کا پسر رشید دوتومین خاں تھا۔ اس کو اپنی زندگی میں ولیعہد کر دیا تھا۔ بعد باپ کے مرنے کے
وہ بادشاہ ہوا۔ لوازم دارائی اور ملک افزائی میں کوشش کی۔ اس کے نو بیٹے تھے وہ بعد مر گیا اس کی
بیوی کا نام منولون تھا اور عقل تدبیر میں یکتا تھی۔ وہ اپنے لڑکوں کو ایک گوشہ میں ایسا آراستہ کی

میں مشغول ہوئی۔ درلگیں کی قوم میں سے فرقہ جلائر نے منولون اور اس کے آٹھ بیٹوں کو قتل کر ڈالا
نواں بیٹا قائدو خاں تھا وہ اپنے چچا کی بیٹی سے بیاہ کرنے کے لیئے ماچین گیا ہوا تھا۔ اس لیے وہ بچ گیا
اہل ماچین نے اس کی ایسی مدد کی کہ جلائر اپنی نادانی کے معترف ہوئے اور ہفتر آدمیوں کو جو منولون
اور اس کے بیٹوں کے قتل میں شریک تھے اُن کو اور اُن کے اہل و عیال کو باندہ کر انہوں نے قائدو خاں
پاس بھیجدیا۔ قائدو خاں نے اُن کی پیشانیوں پر داغ بندگی لگا کر چھوڑ دیا اور ایک زمانہ دراز تک
اُن کی اولاد کو بندگی میں رکھا۔

ماچین کی مدد سے کچھہ مدت کے بعد قائدو خاں سریر سلطنت پر بیٹھا۔ خلقت کی آبادانی میں سعی کی
قصبے بسائے اور بہت کچھہ خیل و حشم جمع کیا گو اس کی لڑائیاں جلائر سے ہوتی رہیں مگر اس کی سلطنت
مستقل ہوگئی جب مر گیا تو تین بیٹے چھوڑ گیا۔ بڑا بیٹا بایسنغر خاں تھا۔ وہ کاروانی اور رعیت کی
سربراہی میں اور سپاہی پنے میں یگانہ تھا۔ باپ کی وصیت کے موافق فرماں دہ ہوا۔ تومنہ خاں
اس کا بڑا بیٹا تھا باپ کے مرنے کے وقت ملک اور دولت اسی کے سپرد کر گیا تھا۔ سلطنت کو فروغ
اس سے ہوا مردانگی خردمندی بزرگ منشی بردباری اس کے زمانہ کو رونق دیتی تھیں اُسنے اپنے
ملک موروثی پر مملکت مغلستان و ترکستان کو اپنی تدبیر و شمشیر کے زور سے زیادہ کیا۔ ترکستان میں کوئی اس
کی برابر ہیبت و عظمت نہیں رکھتا تھا۔ اس کی دو بیویاں تھیں ایک سے سات لڑکے پیدا ہوئے۔
اور دوسری سے دو توام جن میں سے ایک کا نام قبل اور دوسرے کا نام قاچولی تھا

قاچولی بہادر حضرت صاحبقران کا جد ہشتم تھا اس کے خواب اور اُن کی تعبیریں بھی زمانہ گزشتہ
کے عجیب اعتقادات دکھاتی ہیں۔ ایک رات اس نے خواب میں دیکھا قبل خان کی جیب و گریبان
سے ایک ستارہ درخشاں نکلا اور آسمان پر جا کر تاریک ہوگیا۔ اور یہی حال تین دفعہ بار بار ہوا۔
چوتھی دفعہ ستارہ نہایت روشن اس کے گریباں سے نکلا کہ اس سے تمام آفاق نورانی ہوگیا اور
اس نے اپنے پرتو سے چند ستاروں کو روشن کر دیا جن میں سے ہر ایک نے ایک ناحیہ کو منور کیا اور
جب وہ کوکب نورانی ناپدید ہوگیا تو بھی اطراف جہاں پہلے سے روشن ہی جب اس خواب سے بیدار
ہوا تو اس غیبی خواب کی تعبیر میں اپنے طائر اندیشہ کو پرواز دے رہا تھا کہ پھر سو گیا اور خواب میں یہ
دیکھا کہ اس کے گریبان سے سات دفعہ ایک ستارہ روشن نکلا اور غروب ہوگیا۔ اور آٹھویں دفعہ ایک

بڑا ستارہ طلوع ہوا اُس کی روشنی سارے جہان میں پھیل گئی اور پھر اس سے اور ستارے نکلے جن میں
سے ہر ایک نے ایک گوشۂ عالم کو روشن کیا جب یہ ستارہ غروب ہو گیا تو عالم میں وہی روشنی تھی
اور ستارے بھی ویسے ہی روشن تھے۔ صبح کو اس واقعہ کی صورت کو قاچولی بہادر نے اپنے پدر
بزرگوار تومنہ خاں کے روبرو بیان کیا۔ باپ نے ان خوابوں کی یہ تعبیر دی کہ قبل خاں سے تین
شاہزادے تخت خانی پر بیٹھیں گے اور مملکت میں حاکم ہوں گے۔ چوتھی دفعہ ایسا ہوگا کہ اُنکے
بعد ایک بادشاہ کا ظہور ہوگا کہ وہ عالم کے اکثر حصہ کو اپنے تحت و تصرف میں لائے گا اور اس کے
فرزند پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک ایک ناحیہ میں حکومت کریگا اور قاچولی کے سات فرزند
دولتمند پیدا ہوں گے کہ افسر پیشوائی اور تاج فرمانروائی اُن کے سر پر ہوگا اور آٹھویں دفعہ ایک فرزند
پیدا ہوگا کہ جہانگیری کریگا اور اہل عالم پر سری و سروری کریگا اور اس کے فرزند پیدا ہوں گے
جن میں سے ہر ایک ایک جانب میں حاکم اور ایک مملکت کا والی ہوگا۔ جب تومنہ خاں خواب
کی تعبیر سے فارغ ہوا تو اس کے فرمانے کے موافق آپس میں یہ عہد و پیمان ہوا کہ قبل خاں کو سریر
خانی مسلم ہو اور قاچولی سپہ سالار و صف آرا و تیغ زن مدار کل ہو اور یہ بات بھی قرار پا گئی کہ بطناً
بعد بطنٍ اُن کے فرزند اس طریقہ پر مسلوک رہیں اور اس کو منظور رکھیں۔ و رخط ایغوری میں ایک عہد نامہ
اس باب میں قلمی ہوا اور دونوں بھائیوں نے اس پر مہریں کیں اور تومنہ خاں کے آل تمغا کو
وہ پہنچا دیا۔

جب تومنہ خاں کا ستارہ حیات مغرب وفات میں غروب ہوا تو قبل خاں تخت فرمانروائی پر
متمکن ہوا اور قاچولی بہادر عہد نامہ کے موافق مہام سلطنت کے انتظام کا متصدی ہوا جب قبل خاں
نے دار الفتن ہستی سے دار الامان نیستی میں خرام کی تو اس کے چھ بیٹوں میں سے قوبلہ خاں جو تاج و
تخت کے لائق تھا خان ہوا اور قاچولی بہادر ہی منصب الا سپہ سالاری میں مشغول رہا۔ اسکو اپنے
پیمان کا پاس تھا اور وہ فرزانگی اور مردانگی کی مدد سے کارگاہ ملک و دولت کا سرانجام کرتا تھا اور اس
مہربان کی پشت گرمی سے جو عقل خدادادی اور منبع کشورستانی رکھتا تھا اپنے بھائی کا انتقام التان خاں
حاکم خطا سے لیا اور جنگہا بزرگ لڑکر لشکر خطا کو شکست عظیم دی اس سرگذشت کا مجمل بیان یہ ہے کہ
خطا کے فرمانروا ہمیشہ اس طبقہ والا شکوہ سے دغدغہ میں رہتے تھے اور ہمیشہ سلسلہ دوستی کے محرک ہو کر

اپنا زمانہ گزارتے تھے۔ جب خطا کی لڑائی التان خاں کو ملی تو وہ قبلخاں کی شجاعت و تدبیر سے ہراساں
رہتا تھا اس نے اپنے ایلچی کارواں بھیجکر اساس موافقت کو ایسا مستحکم کر لیا تھا کہ قبلخاں سے خطا میں
آنے کی استدعا کی قبل خاں کو ملک کی دار وگیر کو قاچولی بہادر کو سپرد کر کے اپنی [illegible] راستی و درستی
کے سبب سے خطا میں گیا اور یہاں دلپذیر صحبتیں رہیں اور بعد عیش و عشرت کے اپنے پورت کی جانب متوجہ
ہوا بعض تنگ حوصلہ اور فرومایہ اعیان دولت نے ناشایستہ باتیں کہکر التان خاں کا مزاج متغیر کردیا
کہ وہ قبل خاں کے وداع کرنے سے پشیمان ہوا۔ اور آدمی بھیجکر اس کو طلب کیا۔ التان خاں کی تاڑ آتی
کو قبلخان سمجھ گیا اس کو جواب بھیجا کہ میں نے مبارک ساعت میں سفر شروع کیا ہے اس لیے میں پھرنے
کو مناسب نہیں جانتا۔ خان خطا اس جواب پر ایسا جوش میں آیا کہ اس نے ایک لشکر روانہ کیا کہ
جس طرح بن پڑے قبل خاں کو الٹا لے آئے۔ قبل خاں نے اپنے ایک دوست کے گھر میں جس کا نام
سالجوتی تھا لشکر خطا کے سردار کو اتارا اور کہا کہ میں اولٹ چلتا ہوں۔ سالجوتی نے چپکے سے اس سے
کہدیا کہ معاودت میں مصلحت نہیں ہے میرے پاس ایک گھوڑا تیز گرد اور دور رو ہے جس کی گرد کو کوئی نہیں پہنچ
سکتا صلاح وقت یہ ہے کہ آپ اس گھوڑے پر سوار ہو کر اس مخاطرہ سے باہر نکل جائیں قبل خاں نے
اس رائے پر عمل کیا اور اس گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے گھر پہنچا۔ جب اہل خطا کو اس کی خبر ہوئی اسکے پیچھے
چابک دست تیز پا آدمی دوڑائے مگر کہیں ان کو خان نہ ملا تو وہ اس کے گھر پہنچے خان نے ان
بداندیشوں کو گرفتار کر کے قتل کرایا اسی اثنا میں اس کا بڑا بیٹا اوقین برقاق کہ حسن و صورت میں یکتا تھا
جنگل میں شکار کھیل رہا تھا کہ ناگاہ قوم تاتار سے دوچار ہوا۔ انہوں نے اس کو پکڑ لیا اور التان خاں کے
روبرو لائے۔ خان نے اپنے آدمیوں کے انتظام میں اس غزال شہزاد کو خرچوبین پر باندہ کر ہلاک کیا۔
جب قبل خاں کا دوسرا بیٹا قوبلہ خاں تخت سلطنت پر بیٹھا تو اس نے اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لیے
لشکروں کو جمع کیا اور التان خاں کی طرف متوجہ ہوا اور دونوں میں ایک جنگ عظیم ہوئی خطائیوں کو شکست
فاش ہوئی تمام مال اسباب ان کا تاراج ہوا۔ التان خاں بھاگ گیا۔ جب قوبلہ خان اسی راہ میں واں
ہوا جس میں اس کے باپ دادا جاکر واپس نہ آئے تھے تو برتان بہادر اس کے بڑے بھائی کو اعیان
مملکت نے سریر خانی پر بٹھایا۔ اس نے اپنے باپ بھائی کی رسم و آئین کو تازہ کیا اسکے عہد میں کسی کو
یہ قوت نہ تھی کہ اس سے دعوی مبارزت و سپہ کشی کرے اس لیے افواہ خلائق میں لفظ بہادری اسکے ساتھ

اس کا لقب خانی زبان پر ہوا۔ اور یہی نام اس کا مسکوک ہوا اور اسی زمانہ میں قاچولی بہادر کہ اس کا برادر جاں پیارا اور بہادر سپہ سالار تھا عالم بقا کو رخصت ہوا۔

ایردمچی بہادر

قاچولی بہادر کا پسر رشید ایردمچی برلاس تھا وہ مسالک فرہنگ میں اور معارک جنگ میں بلند ہوش تھا۔ باپ کے بعد طغرائے سپہ سالاری انہی کے نام سے سربلند ہوا۔ اس کے پدر بزرگوار نے جن آئین کو رونق دی تھی انہی کے موافق مہام ممالک و تدابیر امور اعظم میں کوشش کرتا تھا اول یہی شخص تھا جس نے برلاس کے لقب سے اختصاص پایا برلاس کے معنی مغلی زبان میں شجاع یا نجیب کے ہیں اور تمام الوس برلاس کا نسب اسی تک پہنچتا ہی۔ جب برتان بہادر کی زندگی ختم ہوئی تو اس کے چار بیٹوں میں سے تیسرے بیٹے بیسوکائی بہادر نے کہ چنگیز خاں کا باپ ہی اور فرزانگی و مردانگی رکھتا تھا تاج خانی سر پر رکھا بیسوکائی بہادر کا نام ظفرنامہ میں یسوکی لکھا ہی ؎

پس از شاہ برتان یزداں پرست ٭ یسوکی بہادر بشاہی نشست

سوغوچیچن

انہیں دنوں میں ایردمچی برلاس نے شہرستان بقا میں اقامت کی اس کے تین بیٹے تھے۔ ایردمچی برلاس کے فرزندان گرامی میں سوغوچیچن دلاور تھا اور عمر میں بھی سب سے بڑا تھا پدر عالی قدر کا جانشین ہوا وہ گو ظاہر میں سپہ سالار تھا لیکن حقیقت میں شہریار رہتا بیسوکائی بہادر نے اس کی صلاح کے موافق تاتار پر چڑھائی کی اور اس کے خانماں کو تاخت و تاراج کیا اور تاتار پر غالب ہو کر وہ دیلون یلاق میں پہنچا جہاں اسکے ہاں چنگیز خاں پیدا ہوا سوغوچیچن کا نام مختلف طور سے مورخوں نے لکھا ہی مگر ظفرنامہ کے اس شعر پر اعتماد کرنا چاہئے ؎

ز سوغوچیچن بود پور ے نکو ٭ جہانگیر و فرماندہ و نیک خو

قراچار نویان

سوغوچیچن کے معنی عاقل کے ہیں۔ سوغوچیچن کا فرزند گرامی قراچار نویان تھا وہ بادشاہ منش اور شہریار نشاں تھا ۵۶۲ھ میں بیسوکائی بہادر کا انتقال ہوا اس کا بیٹا تموچین (چنگیز خاں) تیرہ برس کا تھا اس کا حال جلد اول کے صفحات ۰ ، ۷ ، ۷ وغیرہ میں پڑہو۔ سوغوچیچن بھی اسی سال میں دنیا سے رخصت ہوا۔ اس کا بیٹا قراچار نویان خرد سال تھا۔ ان دونوں خرد سالوں نے جو کام کئے ان کی تاریخ لکھنا اس ملک کی تاریخ سے تعلق نہیں رکھتا۔ فقط یہ بیان کرنا کافی ہی کہ چنگیز خاں نے قراچار نویان کے استصواب سے مہمات ملکی و مالی کو سرانجام دیا ؎

قراچار و چنگیز ابن عم اند ٭ بکشور کشائی قرین ہم اند

چنگیز خاں نے اوکدائی خاں کو خانی حوالہ کی اور قاچولی اور قبلیخان کے درمیان جو عہد نامہ ہوا تھا اور آل تمغا
تومنہ خاں پاس تھا اس کو خزانہ سے طلب کر کے مجمع عالی کے حاضرین کے سامنے پڑھا اور فرمایا کہ قراچار
نویاں کے ساتھ اس وثیقت نامہ کے موافق عہد و پیمان کیا تھا تم بھی عہد کرو اور ایک دوسرا وثیقت نامہ
لکھکر اوکدائی اور اس کے فرزندوں کے حوالہ کیا اور دیار ما ورا النہر ترکستان بعض حدود خوارزم و
بلاد ایلغور - وکاشغر - بدخشاں - بلخ - غزنیں آب سندھ تک یہ سب ملک اپنے بیٹے چغتائی
خاں کے حوالے کیے اور پیمان نامہ قبل خاں و قاچولی بہادر کا چغتائی کے حوالہ کیا اور کہہ دیا کہ
قراچار نویاں کے صلاح و صواب سے تجاوز نکرنا اور ملک و مال میں اپنا شریک کرنا اور اُن میں پدر و فرزندی
کا عقدہ باندھ دیا اسی سبب سے سلسلہ خاندان تیموریہ کو چغتائی کہتے ہیں ورنہ کچھہ نسبت قرابت ان
ان میں نہیں ہے - ان خان زادوں اور نو بیٹوں نے وصیت پر عمل کیا - چنگیز خاں نے یہ نقض عہد
کیا کہ وہ پیمان نامہ کہ آل تمغائے تومنہ خاں سے مزین ہوا تھا - وہ اوگدائی قاآن کو دینا تھا کیونکہ
سریر خانی اس کو ملا تھا اور اس کی معاونت قراچار نویاں کو سپرد کرتی تھی تاکہ اس عہد نامہ
کے موافق عمل ہوتا - یا اس وثیقت کو حاضر نہیں کرتا تھا کہ وہ نسیان پر کہ ہمزاد انسان کا
محمول ہوتا تو یہ بدنامی نہ ہوتی -

چغتائی نے بیش بالیغ کو اپنا دار السلطنت بنایا اور سپاہ و رعیت کی مہمات کو امیر قراچار
نویاں کے سپرد کیا - جب ۶۳۰ھ میں چغتائی کی حیات بے ثبات آخر ہوئی تو کارگاہ سلطنت کے
انتظام کے لیے امیر قراچار نویاں کو اپنا وصی بنایا اور اپنے فرزند اس کے سپرد کیے اور اس وصیت کے
موافق وہ امور مملکت کا ضبط و نسق کرتا رہا اور کچھ دنوں بعد چغتائی خاں کے پوتے ہلاکو خاں کو دادا
کا جانشین کیا - اسی بادشاہ کی سلطنت میں ۶۵۳ھ میں اسی سال کی عمر میں کام بخش و کامران
زندگی بسر کر کے دنیا سے رخصت ہوا -

قراچار نویان کے دس بیٹوں میں سے ایجل خاں دانش و خدا شناسی کے ساتھ مخصوص تھا وہ قرا
ہلاکو خاں کی خانی کے عہد میں اپنی دانائی اور توانائی کے سبب سے اپنے باپ کا قائم مقام رہا جب
چغتائی خاں کے فرزندوں میں اختلاف و نزاع بہت رہنے لگا تو اس نے اُن کے ارتباط و اختلاط
سے کنارہ کیا - اور شہر کش میں کہ اس کی موروثی جگہ تھی اقامت اختیار کی - پھر ایک مدت کے بعد

وہ ہلاکو خاں کا مصاحب ہوا۔ اور خان مذکور نے اس کو تبریز عنایت کیا۔

امیر ایلنگر خان و امیر برکل

ایجل خاں کی اولاد میں امیر ایلنگر خاں سب سے زیادہ لائق تھا وہ اپنے باپ کا قائم مقام ہوا اور امیر الامرا کا خطاب پایا اور اسلام سے مشرف ہوا۔ جب وہ اس جہان سے رخصت ہوا تو اس کا اکلوتا بیٹا امیر برکل اس کا جانشین ہوا۔ وہ اپنے نفس کے معالجہ میں ایسا مصروف ہوا کہ کسی اور کام کی فرصت اس کو نہ ملی۔ اس نے اپنے باپ دادا کے کاموں کو اپنے چچا کی اولاد کے حوالہ کیا اور خود قانع البال ہو کر حدود کش میں رہنے لگا وہ رضائے ایزدی میں تگاپو اور مکارم اخلاق کی تحصیل میں جستجو کرتا تھا اس نواح میں بعض محال و مواضع جو اس کی ملک قدیم تھی اس کی آمدنی سے اپنی اوقات بسر کرتا تھا۔ اس طرح زندگی بسر کر کے وہ ملک بقا کو چلا گیا۔

امیر طراغائی

امیر برکل کا فرزند گرامی امیر طراغائی تھا وہ شیخ شمس الدین کلال کا بڑا معتقد تھا۔ سہ شنبہ کے دن ۲۵ شعبان ۷۳۶ھ کو شہر سبز میں کہ ایران یا ماوراء النہر کے توابع میں سے تھا تگینہ خاتون کے بطن سے اس کے ہاں امیر تیمور صاحبقراں پیدا ہوا۔ پس ہم نے امیر تیمور صاحبقراں کے ترتیب نسب کو بیان کر دیا جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ امیر تیمور بن طراغائی بن برکل بن ایلنگر بن ایجل بن قراچار نویان بن سوغوجیجن بن یردچی بن قاچولی بن تومنہ بن بایسنقر بن قائدو بن بوقا بن بوزنجیر بن النقوا ہے۔ النقوا مغل خاں یا موغل خاں کی نسل میں تھے اور موغل ایک عظیم الشان بادشاہ تھا۔ موغلستان کی آبادی کی بنا اسی نے ڈالی تھی۔ پہلے یہ لفظ مخصوص نہیں ترکوں کے طائفہ کے ساتھ تھا۔ جو مغل خاں کے سلسلہ میں تھے۔ اس لیے امیر تیمور کے خاندان کو خاندان مغلیہ کہتے ہیں۔ اور ہندوستان میں اس کی سلطنت کا نام سلطنت مغلیہ ہوا لیکن اکبر بادشاہ کے عہد سے مغل کا اطلاق ترک و تاجیک عجم پر ہوا تک کہ ایران توران کے بدوں پر زبان زد خاص و عام ہو گیا ہے اس لیے بھی اس خاندان تیموری کی سلطنت ہند کو سلطنت مغلیہ کہتے ہیں۔ مغل خاں ترک کی نسل تھا اس لیے اس سلطنت کا نام سلطنت ترکیہ رکھنا غلط نہیں ہے۔ خاندان تیموریہ کو چغتائیہ اس لیے کہتے ہیں کہ چنگیز خاں نے وہ عہد نامہ کہ قبل خاں اور قاچولی بہادر کے درمیان ہوا تھا کہ ایک بھائی کی اولاد میں خانی اور دوسرے بھائی کی اولاد میں سپہ سالاری رہے منسوخ کر کے قراچار نویان کو اپنے بیٹے چغتائی خاں کا سپہ سالار بنایا اور اوکدی خاں کا سپہ سالار انہیں بنایا جن کو مہر یتائی حوالہ

کیا تھا۔ اس لیے اس خاندان کا لقب چغتائیہ ہوا گو نسبت قرابت اس خاندان کو چغتائی خاں سے نہ تھی۔ غرض ہم نے امیر تیمور کے مغل۔ ترک۔ چغتائی ہونے کی وجہ بیان کر دیں۔ مغل و تاتار بھائی بھائی ہیں۔ اس لیے اُن کی اولاد کے جو فرقے اور قبائل پیدا ہوئے ان میں مشرقی زبان کی تاریخوں میں تمیز نہیں کی جاتی۔ امیر تیمور کی اولاد کو کبھی ترک کبھی تاتار کبھی مغل کبھی ترکمان لکھتے ہیں۔ معزالدین کے قباد شاہ دہلی کی سپاہ جب مغلوں کو شکست دیکر واپس آئی اور تلپت اور افغان پور کی حدود میں اس بادشاہ کے روبرو تحفہ غنائم و تاتاری گھوڑے اور مغل قیدی پیش ہوئے تو اُس وقت کی حالت کو قران السعدین میں حضرت امیر خسرو نے بیان کیا ہی جس کو ہم نیچے نقل کرتے ہیں وہ ایک دفعہ مغلوں کے ہات میں گرفتار بھی ہو چکے تھے۔ یہ نظم ایسا ایک آئینہ ہی کہ جسمیں مغلوں کی صورت۔ شکل شمائل۔ خصائل صاف نظر آتے ہیں ترکوں اور خاندان تیمور کی صورت شکل مختلف ملکوں کی آب و ہوا کی تاثیر سے اور غیر قوموں سے رشتہ مندی پیدا کرنے سے ایسی بدل گئی کہ ان میں اصلی قومی شکل کا نشان باقی نہیں رہا۔

اشعار قران السعدین مع ترجمہ۔

طبل زنان بار بک دلشکرش — و انکہ بد از لشکر شہ یاورش
راستی آمد بمقام نعال — کردہ بسجدہ قد خود را ہلال
ہر کس ازاں سجدہ کہ حالی نمود — صورت آن صورت قالی نمود
زاہل سپہ تا بخداوند کوس — یافت ہمہ کس شرف دست بوس
از پس آن خدمتی آمد بہ پیش — ہدیۂ شاہانہ ز اندازہ بیش
جام زر و جامہ زریں علم — با تحف و اسپ و ظرائف بہم
عرض در آمد باسیران رزم — کز پئے شاں لشکر شہ کرد عزم
کافر تاتار برون از ہزار — گرد دگرگونہ بر اشتر سوار
سخت سرانے بوغا سخت کوش — بر ہمہ پولاد تن و پنبہ پوش
روئے چو آتش کلہ از پشم میش — آتش سوزاں شدہ با پشم خویش
سر بتراشیدہ ز بہر قلم — زاں قلم انگیختہ خذلان رقم
رخنہ شدہ طشت مس از چشم تنگ — دیدہ در انداختہ در رخنہ سنگ

زشت تر از زنگ شده بوئے شاں　　پست تر از پشت شده روئے شاں

چہرہ شاں دبہ نمم یافتہ　　جائے بجا کنجلک و خم یافتہ

از بن تاریخ شده بینی پہن　　و ز کلہ تا کلہ لباب دہن

بینی چو رخنہ چو گور خراب　　یا چو تنورے کہ ز طوفان پر آب

موئے ز بینی شدہ بر لب فراز　　سبلت شاں گشتہ بغایت دراز

ریشش نہ پیرامن چپاہ زنخ　　سبزہ کجا روید از روئے یخ

کردہ ز نخ شاں ز محاسن کنار　　اہل زنخ را بہ محاسن چہ کار

از سپشتاں سینہ سپید و سیاہ　　کاشتہ کنجد بزمین تباہ

روغن اگر خلق ز کنجد چشید　　کنجد شاں روغن از ایشاں کشید

بر تن شاں از سپش بے شمار　　پشت چو کیمخت شدہ دانہ دار

گشت چو کیمخت سراسے دفنش　　چرم قفاگاہ سزاو از کفش

نیم تن از موئے برہ در خراش　　نیم سر از نیم سپش در تراش

خوردہ سگ و خوک بہ دندان بد　　ہر ہمہ دندان خسر و بیجرد

قصہ شنیدم ہم از ایشاں دگر　　ایں بکند قے بخورد آں دگر

خوردن قے را چو پے اندر پے اند　　عیب نگیرید کہ ترک قے اند

مائدہ شاں ز خورش زشت قے　　ہر کہ بہ بیند قلیش آمد بہ قے

اصل ز سگ لیک بزرگ استخواں　　گر بہ بجنی شدہ بر پشتِ خواں

شبہ العجب زاں ہمہ رویائے زشت　　کہ ایزد شاں ز آتش دوزخ سرشت

دیو پدید آمدہ ہر یک بروئے　　خلق بلاحول ز ہر چار سوئے

ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے کہ بابک یعنی امیر لشکر مع لشکر جو اُس کا معاون تھا طبل زناں سید با مقام نعال میں آیا اور سب نے اپنا قد سجدہ میں جھکا کر ہلال بنایا۔ جس نے سجدہ کیا اُس نے اپنی صورت کو صورت قالی بنایا۔ سپاہی سے لیکر صاحب کوس تک نے دست بوس کا شرف پایا۔ پھر ہر ایک کو اپنی خدمت کا صلہ شاہانہ اندازے سے زیادہ ملا۔ ایک خدنگی جامہ و حسب امہ

منقش زریں اور گھوڑے اور اور طرفہ چیزیں آگے لایا۔ وہ قیدی زرم کے جن کا عزم بادشاہ کے لشکر نے کیا تھا پیش ہوئے۔ یہ کافر تعداد ہزار سے زیادہ تھے وہ اور اور قوموں کے پہلو ان اونٹوں پر سوار رہتے تھے۔ اُن کا رُخ منہ مثل آتش تھا اور سر پر اُن کے بھیڑ کی پشم کی ٹوپیاں تھیں جن سے کہ آتش سوزاں اور پشم باہم ملی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ سر کو منڈا کر قلمیں نکالی تھیں اور اس قلم سے خذلاں رقم ہوئے تھے۔ اُن کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں چہرہ پر اور اُن کے اندر ڈیلے ایسے معلوم ہوتے تھے کہ تابنے کے طشت میں چھید کر کے پتھر رکھ دیے جائیں۔ اُن کے رنگ سے زیادہ قابل نفرت ان کی بو تھی۔ گردن کے چھوٹے ہونے کے سبب سے اُن کے چہرے پشت میں دھنسے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ اُن کے رخسارے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے تیل کی چمڑے کی نرم تھیلیوں میں جھریاں اور شکن پڑی ہوئی ہوں۔ اُن کی ناک چوڑی رُخ سے رخ تک اور دہن فراخ کلہ سے کلہ تک تھا۔ اُن کے نتھنے مثل سڑے ہوئے گور کے یا پانی سے بھرے تنور کے تھے ناک کے بال ہونٹوں تک بڑھے ہوئے اور موچھیں اُن کی بڑی لمبی۔ روے یخ پر جیسے سبزہ نہیں ہوتا ایسے ہی اُن ٹھوری کے گرد ڈاڑھی نہیں ہوتی۔ ان کی زنخ (ٹھوڑی) محاسن (ریش) سے ایسی کنارہ کش تھی جیسے کہ اہل زنخ (بیہودہ آدمی) سے محاسن (نیکیاں) در کنار ہوتی ہیں۔ اُن کا سینہ جوؤں سے سیاہ سفید ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ کسی بُری زمین پہ تل بوئے ہوئے ہوں۔ خلق تلوں سے تیل نکالتی ہے مگر تلوں نے (جوؤں) نے اُن کا تیل نکالا تھا۔ اُن کے بدن پر بیشمار جوئیں تھیں جن کے سبب سے اُن کی پیٹھ کیمخت ہو رہی تھی۔ پیٹھ اُن کی کیمخت کی طرح سبز اور درفش تھی۔ اور گُدی کا چمڑہ جوتیاں بنانے کے لائق تھا۔ آدھے جسم پر بھیڑ کے بچہ کی کھالوں کے پوستین پہنے ہوئے تھے۔ اور جوؤں کے خوف سے آدھا سر منڈائے ہوئے تھے۔ وہ کتے اور سور کو اپنے پیلے دانتوں سے کھاتے تھے۔ اور اُن کے دانت چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے۔ میں نے سُنا ہے کہ اُن میں سے ایک شخص قے کرتا ہے اور دوسرا اُس کو کھاتا ہے۔ قے کھانے کے درپے رہتے ہیں۔ اُنکی بُرائی یہیں نہیں ہے کہ وہ قے کے (مقام) کے ترک ہیں۔ وہ اپنے دسترخواں پہ قے کو کھانے کی جگہ رکھتے ہیں جس کے دیکھنے سے قے آتی ہے۔ اصل اُن کی سگ (مغلوں کی ایک ذات) ہے مگر اُن کے استخواں بزرگ ہیں اور وہ خوان پہ بلّی کی یخنی رکھتے ہیں۔ ان تمام زشت رویوں کو دیکھکر بادشاہ کو تعجب ہوا۔ کہ اُن کو خدا نے آتش دوزخ سے

پیدا کیا ہی۔ ہر ایک شکل میں دیو پیدا تھا جس پر خلق چاروں طرف سے لاحول پڑھتی تھی۔
حضرت امیر خسرو نے بعض اشعار میں ترکوں و مغلوں کو ملایا ہی اور کہیں اُن کو ایک دوسرے سے علٰحدہ کردیا ہی

امیر تیمور صاحبقرانِ گیتی ستاں

امیر تیمور کی فتح و ظفر کے حالات جو ہندوستان سے متعلق تھے وہ ہم نے اول سلطان محمود کے حال میں بیان کردیے ہیں۔ اس لیے ہم کو اپنی تاریخ ہند میں اُس کے زیادہ حالات لکھنے کی ضرورت نہیں ہی۔ مگر امیر تیمور دنیا کے ان چند اولوالعزم شہنشاہوں میں سے ہی کہ جنھوں نے ساری دنیا کی فتح کا ارادہ کیا تھا۔ اور فقط یہ ارادہ ہی نہیں کیا بلکہ اُس کو کرکے دکھا دیا۔ اُس کے نام کے ساتھ جو گیتی ستاں لکھا جاتا ہی وہ صاحب قراں کی قافیہ بندی کے لیے نہیں لکھا جاتا بلکہ وہ حقیقت میں اس خطاب کا مستحق تھا۔ اگر اُس کی عمر چند سال اور وفا کرتی تو کوئی دنیا کا ملک اُس کے ہات سے نہیں بچتا اس لیے ہم اُس کا حال بالاجمال کچھ لکھتے ہیں۔ امیر تیمور ایک عجیب پیکر بشر مظہر قدرت آفریدگار و مصدر غرائب آثار و بدیع اطوار تھا۔ اس میں رنگ برنگ کے نیرنگ عجب عجب نظر آتے ہیں۔ شجاعت دلاوری اس درجہ کمال پر کہ ابتدا عمر سے آخر عمر تک کسی ورطہ و مہلکہ میں دہشت و خوف اس کی خاطر میں نہیں آئے اصابت رائے اس مرتبہ پر کہ مدۃ العمر میں جو تدبیر اُس کے فکر و اندیشہ میں آئی وہ تقدیر کے موافق تھی۔ قہر و سیاست وہ کہ خدا تعالیٰ کے اوصاف جلالی کا آئینہ۔ رقت قلب وہ کہ جس وقت پروردگار کا سپاس گزار ہو تو آنکھوں سے آنسوؤں کا پانی رواں ہو جس میں دل اُس کا شکر کی طرح گداز ہو۔ اولوالعزم ایسا کہ اُس نے یہ ارادہ کیا کہ مصر و افریقہ کو فتح کرکے دریائے نیل سے گزرے اور بحر اطلانٹک میں جاے اور آبنائے جبل طارق کی راہ سے یوروپ میں آئے اور تمام یوروپ کی سلطنتوں کو مطیع کرکے صحرا ء روس اور تاتار کو طے کرکے پھر اپنے گھر میں آئے۔ سمرنا میں بیٹھ کر چین کی تسخیر کے منصوبے باندھنا اُس کی ہمت بلند کو بتاتا ہی کہ اُس کی حد و نہایت نہ تھی۔ چین سے چنگیز خاں کی اولاد کی سلطنت کے جاتے رہنے کو وہ اپنی قوم کی ننگ جانتا تھا اُس کا انتقام لینا اپنے اوپر فرض سمجھتا تھا۔ وہ یہ جانتا تھا کہ میں نے اور میرے لشکر نے جو ہزاروں مسلمانوں کے قتل کرنے کا گناہ کبیرہ کیا ہی اُس کا کفارہ چین کے کافروں کے قتل کرنے سے اور بت خانوں کو ڈہا کر اُن کی جگہ مسجدیں بنانے سے ہو جائیگا بحکم ان الحسنات یذہبن السیات میرے اور میرے

لشکر کے گناہوں کی آمرزش کا سبب ہوگا۔ اُسکی ہیبت ایسی تھی کہ یوروپ کے تمام عیسائی سلطنتیں اُسکے نام سے کانپتی تھیں وہ ان سبکو محکوم اور مسلمان بنانا چاہتا تھا۔ بَرّی قوت اُسکی انتہا زمین پر پھیلی ہوئی مگر بحری قوت اتنی بھی نہ تھی کہ یوروپ اور ایشیا کے درمیان جو ایک سمندر چھوٹا سا ہے اُسپر تسلط ہو۔ بَرّی سپاہ کا شمار نہیں بحری فوج کا نام نہیں لاکھوں سوار پاس تھے مگر ایک بیڑا جہازوں کا جو جنگی سامان رکھتا ہو پاس نہ تھا۔ اُس نے دریا سیحوں سے اپنی پرانی اور نئی رعیت کی فوج بَرّی لیکر قلعوں اور قاموق کو مطیع کیا اور جنگل میں شہر اور چراخور آباد کیے۔ اُن ملکوں کے نقشے جو ابتک معلوم نہ تھے آرنش سے لیکر دیوار چین تک اُس نے نہایت درست اور صحیح بنوائے۔ اپنی ایام سلطنت چھتیس [۳۶] سال میں ولایت ماوراالنہر۔ خوارزم۔ ترکستان۔ خراسان۔ عراقین۔ آذربیجان۔ فارس۔ ماژندران۔ کرمان۔ دیار بکر۔ خوزستان۔ مصر۔ شام۔ روم وغیرہ کو اس کشور کشا نے فتح کیا۔ ۷۸۹ھ میں اصفہان کے آدمیوں نے فتنہ فساد برپا کیا اس لیے اس شہر کو قتل عام کیا۔ وہاں سے دارالملک فارس میں آیا آل مظفر اُس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دشت قپچاق کا فرمانروا اسی کا تربیت یافتہ توقیمش خاں تھا اُس نے مخالفت کی دو دفعہ لشکر کشی اس پر ہوئی اور فتح ہوئی۔ دشت قپچاق کا طول ہزار فرسنگ در عرض چھ سو فرسنگ تھا اُس کی سیر خود بنفس نفیس کی اور فتنہ و فساد کے خس و خاشاک سے اُس کو پاک صاف کیا۔ ۷۹۵ھ میں ایران میں دوبارہ جاکر شاہ منصور کو جو سرکش ہوگیا تھا شیراز میں قتل کیا۔ آل مظفر کو پامال کیا۔ پھر بغداد کو فتح کیا۔ کئی دفعہ گرجستان میں آیا ۸۰۰ھ میں دریاے سندھ پر پل بناکر عبور کیا اور ہندوستان کو فتح کیا۔ پھر یہاں سے دمشق پر فوج کشی کی اور امراے شام جو قید میں تھے اُن کو قتل کیا۔ دوسرے سال روم کا ارادہ کیا ۸۰۴ھ میں انگوزیہ میں معارکہ مصاف آراستہ ہوا اور ایلدرم بایزید سلطان روم گرفتار ہوکر امیر تیمور کے سامنے آیا تو نہایت اُس کا اعزاز کیا وہاں سے آذربیجان میں آیا۔ ڈیڑھ سال رہکر یہاں کا انتظام کیا۔ سلطان مصر نے روپئے اشرفیوں پر امیر تیمور کے نام کا سکہ لگاکر اُس کی خدمت میں بھیجے اور اس حدود کے سب فرمانرواں نے اطاعت اختیار کی۔ حرمین شریفین اور اماکن شریفہ کے منابر پر اُس کی فرمانروائی کا خطبہ پڑھا گیا ۸۰۶ھ میں فیروزہ کوہ میں وہ آیا اور یہاں فتح حاصل کرکے خراسان میں گیا اور ۸۰۷ھ میں نیشاپور کی راہ سے ماوراالنہر میں آیا۔ اور وطن مالوف میں امیرزادہ الغ بیگ۔ امیرزادہ ابراہیم سلطان۔ امیرزادہ انجل۔ عمر شیخ۔ امیرزادہ احمد۔ بالاتر کی شادیوں کا جشن عظیم فرمایا جس کو اس زمانہ کے چکاگو کی دنیا کی نمایش

شاہزادوں کی شادی کا جشن۔

گاہ کہنا چاہیے کہ جس میں ہر ملک کے آدمی اور چیزیں موجود تھیں۔ اس جشن عظیم کا مقام کان گل سمرقند
جس کی بلندی و پستی و صحرا و دشت کی زمین میں سبزی اور سبزیاں میں گلکاری اگائی اور خس و خاشاک
کے بجائے لالہ و گل لگائے جس نے کان گل کو حقیقت میں کان گل بنا دیا۔ پھر اس زمین میں آسمانی
خیموں کا شہر بسا یا گیا۔ بادشاہ کے واسطے چار سراپردے اور شاہزادوں اور امرا کے واسطے
دو سو خیمے و خرگاہ لگائے گئے جن کے سایہ میں دس ہزار آدمی بیٹھ سکتے تھے۔ ہر شاہزادہ
و امیر کے واسطے الگ الگ بارگاہ و خیمہ و خرگاہ تھا۔ یہ خیمے ریشمی طنابوں سے تانے گئے۔ سراپردۂ
خاص زردوزی تھا اور اُس میں موتی و جواہر لگے ہوئے تھے۔ بارہ پایے اُس کے امرا و شاہزادوں
کے لیے بنائے گئے تھے کہ اپنے اپنے رتبے کے بموجب اُن پر بیٹھیں۔ مخمل اور سقرلاط سے منڈھے گئے
تھے اور خیموں کے ستون ایسے منقش تھے کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک باغ کو بغل میں دبائے ہوئے
ہیں۔ بعض خیمے سونے چاندی کے ایستادوں پر ایستادہ تھے۔ بعض کے ستون سیم خام کے معلوم ہوتے
تھے۔ اُن کے اندر فرش وہ طرح طرح کے گلدار بچھے ہوئے تھے کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ فصل بہار کی چاندنی
بچھی ہوئی ہے۔ بادشاہ نے سب شاہزادوں کو سوا مرزا شاہ رخ کے اس جشن میں شریک ہونے
کے لیے بلایا۔ خاص و عام کو اس میں شریک ہونے کی صلائے عام دیدی۔ چاروں طرف خبر بھیجدی کہ
اس جشن میں جملہ حکام و سرداران و اعیان و کل اشراف شریک ہوں۔ دنیا کا کوئی ملک و شہر باقی نہ رہا
ہوگا جہاں کا آدمی یہاں نہ آیا ہوگا۔ چین۔ سقلاب۔ ہندو روم۔ ایران و توران۔ زابلستان و مازندران
خراسان فارس۔ بغداد۔ شام سے آدمی آئے تھے۔ شاہزادہ مصر کا سفیر موجود تھا۔ اور نقد و جواہر و اقمشہ
کے سوا، زرافہ اور نو شترمرغ کہ صنعت آفریدگار کے عجب نمونے ہیں نذر کے لیے وہ لایا تھا۔ ترکستان
کا امیر یہاں موجود تھا۔ امرا و نامدار و سرداران ذی مقدار۔ بزرگانان و پہلوانان لشکر و امیران سپاہ
اور سپاہی و شہری خرد و بزرگ سب ہی آسودہ حال بے اندوہ و ملال شادان و خرم چاروں طرف
سے آ کر جمع ہوئے اور اہل حرفہ نے اپنا اپنا جدا بازار لگایا اور اپنی صنایع و بدایع سے ایک کامل نمایش
گاہ کو دکھایا۔ عمدہ صنعتیں اور انوکھی دستکاریاں اور طرح طرح کے اختراع سے جادو کا کام دکھایا اور اچنبھے
کا تماشا جمایا۔ ہر اہل پیشہ نے اپنے اندیشہ کے موافق اپنی دُکان کو بطرز لطیف زیب دی۔ جوہریوں نے
جوہری بازار لگایا جس کو یاقوت رمانی، لعل نایاب سفتہ و ناسفتہ و خوشنما سے ایسا سجایا کہ وہاں بلور

ومرجان وشب پر کوئی نظر نہیں ڈالتا تھا۔ زرگروں نے اپنی دُکانوں کو زیوروں سے نئی دلہن بنایا
بزاروں نے دیبا و استبرق پرنیاں وحریر سے گلزار بنایا۔ نداقوں نے مرغ یا بال و پر تکا ڈھنکی ہوئی
روئی اور نے سے ایسے مینار بنائے جیسے کہ خشت وگل سے بنتے ہیں سر سے پاؤں تک اُن پر نقش و
نگار بنائے اور اُن کے اوپر لگ لگ بٹھائے۔ چرم گروں نے اپنے دست ہنر سے یہ ذوفنونی دکھائی
کہ ایک شتر پر دو ہودج بنائے۔ اور ہر ایک میں ایک پتلی اور پتلی کے ہات میں ایک پوست جس سے وہ
پوست باز بی اور پاسئے کوبی کرتی تھی۔ بوریا بافوں نے یہ عجب تماشا دکھایا کہ بوریوں کی بناوٹ میں خطوط
کوفی ومعقل کی عبارتیں گوندہیں کہ خوشنویسوں کے قطعات کو مات کیا۔ بازی گروں نے اپنی ریسمان
تا فلک آسمان پر پہنچائیں اور اُن پر چڑھ کر ماہ ومہر کا تماشا دکھایا۔ قصابوں نے یہ طلسم دکھایا کہ گوسفند کو
آدمی کی صورت بناکے لاتے اور اُس کا پوست اُتار لیتے۔ بکریوں کے سینگوں پر سونے کی سنگوٹیاں
چڑھاتے اور برابر آگے پیچھے نچاتے ہوئے لاتے۔ پوستین دوزوں نے پوستینوں کو وہ آرائش دی
تھی یہ معلوم ہوتا تھا کہ سارے جنگل کے جانور۔ لومڑی۔ بھیڑ۔ بھیڑیا و پلنگ و شتر زندہ کھڑے ہیں
صورت میں دو نظر آتے مگر معنی میں پری تھے۔ چوب ٹنے وریسمان وپلاس کے اونٹ بنائے۔ میوہ
فروشوں نے فواکہ کو عجیب لفریب جیسے چنا کہ ایک باغ لگا ہوا معلوم ہوتا تھا اور اُن کی خوشبو سے دماغ
معطر ہوتا۔ ارباب طرب اہل نشاط نے تو ہر خیمہ گاہ کو اندر کا اکھاڑا بنایا پر پیرو کمال اپنا دکھاتے
کہ ناچتے ناچتے اپنے رنگ ایسے بدلتے کبھی ہاتھی کبھی گوسفند بنجاتے۔ پکانے میں جنگلوں کی لکڑیاں
تمام ہو گئیں گوشتوں کے مینار لگے۔ طرح طرح کے طعام جان پرور لذیز لطیف معطر پکتے۔ شتر ا میں
قوس قزح کے سب رنگ دکھاتیں۔ صاحب قراں نے فرمان صادر کیا تھا کہ ان ایام سور وشادی و عیش
وسرور میں کسی پر تندی وقہر وطیش نہ کیا جائے۔ کسی تیرہ روز سے یا نیک بخت سے سخت زبانی نہ کیجائے
کسی کامگار و بے نوا سے چون وچرا نہ ہو۔ کوئی کچھ ہی نیک و بد کام کرے کوئی اُس پر طعن نہ کرے
کسی کام پر گوشمالی نہ کی جائے۔ اس شادی کی چہل پہل وعشرت کی ریل پیل میں قانون
تعزیرات معطل تھا۔

اس وقت بادشاہ کے دسترخوان پر تمام سلطنتوں اور فوجوں کے امرا کھانا کھاتے تھے
یورپ کی سلطنتوں کے سفیر بھی اس دعوت میں داخل ہوتے تھے (اس زمانہ میں یورپ کو مسلمان اپنے غرور کے

سبب سے اس نظر حقارت سے دیکھتے تھے کہ اُنھوں نے یہ لکھا ہے جیسے سمندر میں جھینگا مچھلیاں بھی داخل ہوئی ہیں اسی طرح یہ سفیر اس دعوت عظیم میں شریک ہوتے)

اول بادشاہ نے اختر شناسوں سے مبارک ساعت وشُبھ لگن نکاح کے لیے دریافت کی پھر بعد مقدمات عقد کے تصحیح کے شمس الدین محمد فیروزی نے خطبہ پڑھا اور ملت حنفی کے موافق نکاح ہوا۔ بیشمار زر و گوہر نثار ہوئے حضرت صاحبقران نے جشن گاہ میں تخت پر جلوس کیا۔ اور شان شکوہ میں جاہ و جلال کا جلوہ دکھلایا شاہزادے و امیر و سادات و امام و ایلچی جو چاروں طرف سے آئے تھے انمیں سے ہر ایک اپنے مرتبہ کے موافق سراپردہ کے بارہ پایوں پر بیٹھے۔ نذریں گذریں خلعت دیے گئے۔ پھر رقص سرود و دُکی مجلسیں منعقد ہوئیں۔ خوب جشن اُڑے۔ رسم معہود کے موافق نوشہ لباس بدلتے تھے اور ہر دفعہ لباس بدلنے پر سیم وزر و لعل و یاقوت و گہر نثار ہوتے تھے۔ جشن گاہ میں دو مہینے شاہ و سپاہ نے خوب عیش اُڑائے۔ سلطنت کے حاصل کرنے میں جو پچاس سال امیر تیمور کے گذرے تھے۔ انمیں صرف یہی دو مہینے عیش و نشاط میں بسر ہوئے جب اس جشن شادی سے فراغت ہوئی تو پھر تیمور صلاح ملک و ملت و نظم امور جمہور میں مصروف ہوا اور حکم عام صادر ہوا کہ امر معروف اور نہی منکر میں سعی بلیغ کی جائے اور پھر کوئی شراب نہ پیئے۔

جشن سے فراغت پاکر چین و خطا کی طرف لواء عزم بلند کیا۔ امرا نے عرض کیا کہ کل ممالک کی دو لاکھ پیادہ و سوار تیار ہیں۔ جو اعدائے دولت پر بلائے خدا ہیں۔ آپکے پر تل اور بنگاہ اور سامان جنگ پانچسو بڑے بڑے چھکڑوں اور گھوڑوں اور اونٹوں اور جانوروں پر رواں ہوتے ہیں سمرقند سے پیکین تک چھ مہینے میں کارواں جاتا ہے۔ اس لشکر عظیم کو اور زیادہ عرصہ اس سفر میں لگے گا۔ موسم ایسا تھا کہ سردی کی شدت اور برف و باراں کی کثرت تھی۔ دریائے سیحوں جم گیا تھا اسمیں ڈیڑھ دو گز یخ کھودنے سے پانی نکلتا تھا۔ اُسپر گاڑی چھکڑے سوار پیادے بے تکلف چلتے تھے۔ امیر صاحبقران نے اپنی ستر برس کی عمر پر موسم کی سختی پر کچھ خیال نہ کیا گھوڑے پر سوار ہو کر ۷۰ فرسنگ (۳۰۰ میل) اپنی دار السلطنت سے سفر کر کے اترار کے قریب خیمہ ڈالا جہاں حضرت عزرائیل اُسکے منتظر بیٹھے تھے۔ اس سفر کی تکان نے اور برف کے ٹھنڈے پانی نے بخار کی حرارت کو زیادہ کر دیا۔ ملک سپہ و مال و گنج نے مرض کے رنج کو دفع نہ کیا۔ جب بیماری سے مزاج زبون ہوا تو تخت و تاج کچھ کام نہ آیا۔ اس حال میں بھی اول سے آخر تک قوائے دماغی اُسکے سلامت رہے۔ جب اپنی رائے صائب سے سمجھا کہ مرض قابل علاج

نہیں ہی تو خوانین اور امرا کو بلا کر فرمایا کہ اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں اور تم سب کو خدا کے حوالہ کرتا ہوں۔ میرے لیے نوحہ وزاری اصلا نہ کرنا میری آمرزش کی دعا خدا سے کرنا۔ گو میرے گناہ بے شمار ہیں مگر خدا سے امید بخشائش ہی۔ اب پیر محمد جہانگیر کو ولی عہد وقائم مقام اپنا کرتا ہوں۔ سمرقند کے تخت پر وہ فرمانروا ہوگا۔ سب امرا سے قسم لی کہ اس سے مخالفت نہ کرینگے۔ اس میں مرض کی اور شدت ہوئی۔ سرہانے قرآن خوانی ہو رہی تھی۔ کلمہ توحید زبان پر تھا کہ روح نے پرواز کی۔ یہ واقعہ جاں سوز ۱۷ شعبان روز چہارشنبہ کو بوقت شب ۸۰۷ھ میں واقع ہوا۔ وفات کی مختلف تاریخیں کہی گئیں اُن میں سے ایک یہ ہے رباعی۔

سلطان تمور آنکہ چرخ را دل خوں کرد — وز خون عدو رُخِ زمیں گلگوں کرد
در ہفتدہ شعبان سوئے علیین تاخت — فی الحال ز رضواں سر و پا بیروں کرد

وداع شہریاری بھی تاریخ ہی اکہتر برس کی عمر تھی جس کے عدد الم کے صدر اعظم قرآن شریف ہی مطابق تھی۔ سمرقند کو اس کی نعش روانہ ہوئی۔ ۲۲ شعبان کو اپنے قبۂ مرقد میں دفن ہوئی۔ مدت سلطنت چھتیس سال تھی یہ عدد ان تین حرفوں ال مد کے موافق ہیں جنسے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ مرتب ہوتا ہے اور ۳۶ ہی آدمی اُس کی اولاد میں وفات کے وقت موجود تھے۔ اس کے ساتھ ہی چین کی فتح کا ارادہ بھی کیا۔ لشکر پراگندہ ہوگیا چین بچ گیا۔ اُس کے مرنے سے پندرہ برس بعد اُس کی اولاد نے ایک خط دوستانہ پیکین کو خاقان چین کے پاس بھیجا۔

امیر تیمور کی شہرت تمام مغرب و مشرق میں پھیلی۔ اُس کی اولاد میں سلطنت عظیم مدتوں تک رہی اُس کی رعایا نے اُسکی تنظیم و تکریم ایسی کی جیسی کہ کسی معبود کی ہوتی ہی اُس کو بعض نے الوہیت کے درجہ پر پہنچایا اور عدالت کو ضرب المثل بنایا۔ اُس کے سخت سے سخت دشمن بھی جنہوں نے اُس کو راس الفساق کا خطاب دیا اور یہ کہا کہ امیر تیمور جیسے شریر اور بدتر دیر بشر دنیا میں کمتر پیدا ہوئے ہیں وہ بھی اُس کی مدح و ثنا کرنے پر مجبور تھے۔ اگرچہ پاؤں میں لنگ تھا مگر صورت میں وجاہت تھی اور دبدبہ شاہانہ بشرہ سے برستا تھا۔ قد و قامت موزوں تھے۔ اور اعضا میں تناسب تھا جسم شہ زور تھا ورزش کی عادت تھی۔ غذا میں اعتدال رکھتا تھا۔ معمولی گفتگو میں شیریں کلام تھا۔ گو عربی زبان نہ جانتا تھا مگر ترکی اور فارسی زبان نہایت فصاحت و بلاغت سے بولتا تھا۔ علما سے گفتگو کا شوق تھا۔ زیادہ تر

علوم اور تاریخ کی باتیں اُن سے کیا کرتا تھا۔ فرصت کے گھنٹوں میں شطرنج کھیلا کرتا تھا۔ اور اُس میں نئی نئی باتیں اختراع کرتا تھا جتنے معلوم نہیں کہ شطرنج کی ترقی ہوتی تھی یا تنزل ہوتا تھا۔ متشرع مسلمان تھا اور حرارت مذہبی شدت سے رکھتا تھا۔ توہمات۔ شگونوں۔ فالوں۔ خواب کی تعبیروں۔ ولیوں نجومیوں پیشین گوئیوں کا قائل تھا۔ اور اُن پر اعتقاد رکھتا تھا۔ ایسا دانشمند ایسی باتوں کا کب معتقد ہو سکتا ہے یہ فقط اُس کی عاقلانہ پولیسی عوام الناس کے گرویدہ رکھنے کے لیے تھی۔ وہ اپنی اس وسیع سلطنت میں مطلق العنان تھا نہ کسی دشمن کا مقدور تھا کہ اُس کے حکم سے سرتابی کر سکے نہ کسی دوست کی یہ طاقت تھی کہ جس کو وہ عزیز رکھتا ہو اسے برگشتہ کرا دے۔ نہ کسی وزیر کا حوصلہ تھا کہ اُس کی رائے کو کسی امر سے پھیر دے۔ یہ اُس کا ایک مستقل مقولہ تھا کہ بادشاہ کے حکم پر خواہ اُس کا نتیجہ کچھ ہی ہو چون و چرا نہیں ہونی چاہیے اور وہ منسوخ نہیں ہونا چاہیے مگر اُس کے دشمن کہتے ہیں کہ اس مقولہ پر تعزیری احکام پر عمل مقصود ہوتا تھا۔ مگر رحم اور شفقت و مرحمت کے احکام پر عمل نہیں ہوتا تھا۔ اُس کی اولاد اور اولاد کی اولاد نہایت مطیع و منقاد اُس کی تھی۔ جب اُن میں سے کوئی اپنے فرض سے انحراف کرتا تھا تو اُس کو سزا عملی تورہ چنگیز خانی کے موافق ہوتا تھا یعنی پاؤں میں لکڑیاں لگاتا اور پھر بدستور اپنے عہدہ پر بحال کر دیتا۔ وہ ملنسار اور یار باش تھا دوستوں پر نوازش کرتا دشمنوں کے قصور معاف کرتا تمام قواعد اخلاق عوام کے اغراض پر مبنی ہوتے ہیں۔ بادشاہ کی دانائی جب تعریف کے لائق ہوتی ہے کہ وہ فیاض و سخی ایسا ہو کہ خود مفلس نہ ہو جائے اور منصف ایسا ہو کہ انصاف سے وہ خود قوی اور متمول ہو۔ فرمانروائی اور فرماں بری میں ایک اندازہ موزوں قائم کرے۔ مغرور سرکش کو سرزنش کرے ضعیف کی حمایت کرے۔ مستحق کو انعام دے۔ اپنی مملکت سے مفسدی و بدی کو دور کرے۔ فقرا و غربا و تجار کے لیے امن و عافیت پیدا کرے۔ سپاہ کو غارتگری سے روکے۔ محنت پر مزارعین کی ہمت بلند ہو۔ اور اُن پر متساوی و معتدل جمع مقرر کرے۔ ٹیکسوں کے بڑھانے کے بغیر ملک کی آمدنی کی افزائش کرے۔ یہ سب باتیں بادشاہ کے فرائض میں داخل ہیں۔ ان فرائض کے ادا کرنے کا معاوضہ اُس کو ملتا ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ ان فرائض سے امیر تیمور نے کونسے فرائض ادا کیے۔

جب صاحب قراں کی سلطنت کا آغاز ہوا ہے تو ایشیا میں سالہا سال سے یہ حال تھا کہ ملوک طوائف و حکام مختلف کا استیلا و تسلط تھا۔ والیان اور فرمانروایان ملک کی مخالفت اور منازعت سے ملک

شہر تباہ حال ہو رہے تھے ایک دوسرے کو کھائے جاتا تھا۔ راہوں میں کہیں امن امان نہ تھا۔ راہزن راہیوں کو لوٹتے تھے۔ بدکردار شہروں پر دست درازیاں کرتے تھے۔ غرض مزاج عالم اعتدال سے باہر تھا۔ ظاہر ہے کہ ہیکل انسانی کے دارالخلافہ میں کہ تمام عالم کا نسخہ ہے جب مواد فاسد غالب ہوا اور صحت و سلامت کی راہ مستقیم سے مزاج منحرف ہوا تو بغیر قوی مسہل کے کہ مادہ مرض کو دفع کرے علاج پذیر نہیں ہوتا۔ اور جب یہ مواد فاسد دفعتہً دفع ہوتا ہے تو اُس کے ساتھ ضرور مادہ صالح بھی تحلیل ہوتا ہے پس حکیم قادر کا جب یہ ارادہ ہوا کہ مزاج عالم صاحب قراں کے قہر و لطف کے تلخ و شیریں سے اصلاح پائے اور اعتدال پر آئے۔ تو تھوڑی مدت میں ممالک گیہاں کو اُس نے تسخیر کیا۔ اور گردن کشوں اور جابروں سے سلطنتوں کو چھین لیا اور اپنے عدل و احسان سے یہ امن امان قائم کیا کہ اگر کوئی شخص یا لڑکا ایک طشت چاندی سے یا سونے سے بھرا ہوا مشرق سے مغرب کو لے جائے تو کوئی چور و شریر اُس کو آسیب نہیں پہنچا سکتا ؎

کس نیار و تیز در خورشید دیا از عدل او — گرچہ از مشرق بمغرب طشت زر تنہا برد

اس حالت میں بہت سے ہولناک امر بھی صادر ہوئے قتل۔ غارت۔ قید۔ تاراج۔ یہ باتیں جہانگیری کے لیے ناگزیر ہیں۔ گیتی ستاں بننے کے لیے جو تیمور نے ہولناک کام لیے اُن کا عذر معقول ملکوں کی حالتیں کر رہی ہیں۔ ان چار باتوں پر جو نیچے بیان کی جاتی ہیں۔ اگر ہم غور کریں تو یہ معلوم ہوگا کہ تیمور انسان پر احسان کرنے والا ایسا نہ تھا جیسا کہ اُس کو غفلت سے بیدار کرنے کے لیے ایک کوڑا تھا یعنی انسان کے لیے محسن نہ تھا بلکہ تازیانہ تھا۔

اول بعض خاص بدنظمیوں اور مقامی نظموں کا علاج امیر تیمور کی تلوار نے کیا مگر یہ علاج مرض سے زیادہ موذی نکلا۔ مثلاً ایران میں چھوٹے چھوٹے حاکم ظالم جابر قاہر ہوتے تھے اور غارتگری اور بدنظمی سے رعایا کو ستاتے تھے مگر اس سے اُن کے کل قومیں تو برباد اور پامال نہ ہوتی تھیں مگر ان حضرت مصلح ملکی کے ہات سے تو وہ بالکل ستیاناس ہو گئیں۔ وہ سرسبز و شاداب زمینیں جن میں شہر آباد تھے اب اُن میں فتوحات تیموری کی یادگار کے لیے اہل شہر کی سروں کے ستون اور مینار قائم ہوئے۔ تیمور کی آنکھوں کے سامنے اُس کی سپاہ نے۔ استراخان۔ خوارزم۔ دہلی۔ اصفہان۔ بغداد حلب۔ دمشق۔ بصرہ۔ سمرنا۔ اور ہزاروں شہروں کو تاخت و تاراج کیا یا تہ و بالا و یا بیخ و بنیاد

سے اُکھیڑکر پھینک دیا۔ اگر کوئی ناصح یا حکیم جرأت کرکے امیر تیمور کو ان آدمیوں کی تعداد بتلاتا جو امن اور انتظام کے قائم کرنے میں قتل ہوئے ہیں تو ضرور اُس کا دل لرز جاتا۔

دوئم جن جنگہائے عظیم میں اُس نے ملکوں کو فتح کیا اُن پر قبضہ رکھنے کا اور سلطنت و حکومت کرنیکا بہت تھوڑا خیال کیا۔ ترکستان۔ قپچاق۔ روس۔ ہندوستان۔ شام۔ انٹولیا۔ (ارض روم) آرمینیا۔ جارجیہ پر حملے کیے اور اُن کو فتح کیا۔ مگر ان دور و دراز ملکوں پر قبضہ کرنے اور حکومت کرنے کی تمنا نہ کی۔ ان ملکوں سے غنائم کو لیکر کوچ کیا اور نہ اپنے پیچھے ان میں سپاہ چھوڑی کہ وہ متمرد رعایا کی تنبیہ اور گوشمالی کرتی اور نہ کوئی منتظم اور ضابطہ مجسٹریٹ چھوڑا کہ وہ مطیع رعایا کی حمایت کرتا۔ پہلے انتظام کو خاک میں ملا دیا۔ اور اُس کے اپنے حملہ سے پہلے برائیاں بڑھ گئیں یا نئی پیدا ہوگئیں اُن کا کچھ علاج نہ کیا۔ یعنی بُرائیوں کا معاوضہ بھلائیوں سے نہیں کیا۔

سوئم ماوراالنہر اور ایران کے مہذب و شائستہ بنانے اور نظم و نسق کرنے میں غرض سب طرح سے اُس کے آراستہ پیراستہ کرنے میں امیر تیمور نے دل و جان سے کوشش کی اور اور ساری ہمت صرف کی۔ مگر اُس کے حسن انتظام میں یوں خلل پڑ جاتا تھا کہ وہ کہیں دور دولگا اور گنگا کے کنارہ پر لڑنے جاتا۔ اُس کے ملازم اپنے آقا کو اور اُس بیٹے بھی باپ کو اور اپنے فرائض کو بھول جاتے۔ گو وہ حسن انتظام کے قائم کرنے کے لیے تحقیقات کرتا اور مفسدوں کو سزا دیتا مگر جو مضرتیں بدانتظامی سے ہوجاتی تھیں اُنکی مکافات ان سزاؤں اور تحقیقاتوں سے نہ ہوتی تھیں مگر اُس سے یہ بات تو معلوم ہوتی ہے کہ امیر تیمور کے دماغ عالی میں گورنمنٹ کے کمال کا وسیع خیال موجود تھا اور وہ خوب سمجھتا تھا کہ کامل گورنمنٹ کے معنی کیا ہیں۔

چہارم امیر تیمور کی سلطنت و گورنمنٹ میں جو خوبیاں اور برکتیں تھیں وہ اُس کی ذات ہی کے ساتھ بخار بن کر اُڑ گئیں۔ اُس کی اولاد اور اولاد کی اولاد آپس میں عناد رکھتی تھی اور خلق میں فساد اُٹھاتی تھی۔ اُن کی بلند ہمتی کا اقتضا یہی تھا کہ وہ اپنے نام پر سلطنت رکھنی چاہتے تھے۔ مگر خود حکومت کرنے کا شوق نہیں رکھتے تھے۔ امیر تیمور کے چھوٹے بیٹے مرزا شاہرخ نے سلطنت کے ایک ٹکڑے کو ماوراءالنہر میں کچھ دنوں بافر و شکوہ رکھا۔ مگر اُس کے مرنے کے بعد اس سلطنت پر تاریکی چھا گئی اور خونریزی نے اپنا رنگ دکھایا۔ ابھی ایک صدی پوری نہ ہونے پائی تھی کہ ماوراءالنہر

اور ایران کو اوزبک اور ترکمان سفید و سیاہ میشی نے پامال کیا اور تیمور کی اولاد کی سلطنت کا نام باقی نہیں رہا نسل تیموری کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ مگر اُس کی چھٹی نسل میں ایک ہیرو یا بر اوزبک سے بھاگ کر ہندوستان کو فتح کرنے کو چلا آیا۔ اُسی کے قائم مقاموں نے جو سلاطین مغلیہ کہلاتے ہیں اپنی حکومت اور تسلط کو راس کماری سے لیکر کاشمیر تک اور قندہار سے خلیج بنگال تک پھیلایا۔ اورنگ زیب کی سلطنت سے اس سلطنت میں بھی تنزل شروع ہوا۔ ایک ایرانی دہلی کے خزانوں کو لوٹ کر لے گیا۔ اُس کے بعد انگلستان کے تاجروں کی کمپنی نے آنکر تو اُس کا بالکل نام و نشان مٹا دیا۔ امیر تیمور نے ایک کتاب بہت صاف صاف ترکی زبان میں لکھی ہو جس سے اُسکی کمال درجہ کی لیاقت فرمانروائی اور سلطنت کرنے کی معلوم ہوتی ہو جن کو یہ شبہ پڑا ہو کہ یہ کتاب کسی اور نے لکھی ہو یا اُس نے اپنے حکم سے لکھوائی ہو غلط معلوم ہوتا ہو کیونکہ جو حال تیمور کے اس میں لکھے ہیں اُن کا کسی اور کے قلم سے نکلنا مشکل تھا۔ اُس نے بعض باتیں اپنی سادہ لوحی کی ایسی لکھی ہیں کہ کوئی اور نہیں لکھ سکتا۔ بعض انگریزی مورخ لکھتے ہیں کہ اس میں ایسی باتیں نیا بنا کے لکھی ہیں کہ چیونٹی کے پاؤں تلے آنے سے کلیجہ دُکھ جاتا ہو۔ بھلا جس ترک خونخوار نے شہر کے شہر ملک کے ملک بے چراغ کیے ہوں وہ اگر بدھ کا اوتار بھی بنکر دنیا میں آئے تو بھی اُس کا کلیجہ چیونٹی کے پاؤں تلے آنے سے نہ ہل جائے۔ غرض تیمور کی کوئی مدح کر کے الوہیت کے درجہ پر پہنچائے یا ہجو کر کے راس الفساق ٹھیرائے وہ دنیا کے چند نامور شہنشاہوں اور سپہ سالاروں میں سے ایک تھا۔ اس قسم کے ناموروں کے اعمال اور اخلاق کی میزان میں ایک پلڑے میں حسنات اور دوسرے میں سیات چڑھائے جاتے ہیں کوئی ایک پلڑے کو جھکاتا ہو کوئی دوسرے کو کوئی دونوں کو برابر رکھتا ہو اصل حقیقت معلوم نہیں ہوتی کہ ترازو کا کونسا پلڑا اونچا ہو۔ اصل حال یہ ہو کہ بڑے آدمیوں کی لیاقت کو بڑے ہی آدمی سمجھتے ہیں۔ ولی را ولی مے شناسد۔ نپولین بونا پارٹ جو زمانہ حال کا سکندر اعظم تھا وہ یہ کہتا تھا کہ اب بھی مسلمانوں میں ایسی طاقت باقی ہو کہ ایک امیر تیمور ان میں پیدا ہو جائے تو پھر وہ سارے یورپ کو ہرا سکتے ہیں۔ اس مقولہ پر امیر تیمور کے حال کو ختم کرتے ہیں۔

صاحب قراں کے چار پسر والا قدر تھے۔ اول غیاث الدین جہانگیر مرزا جس نے اپنے پدر بزرگوار کی اوائل سلطنت میں سنہ ۷۷۷ھ میں سمرقند میں رحلت فرمائی اُسکے دو بیٹے تھے اول محمد سلطان جسکو امیر صاحبقراں نے اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا۔ روم کی فتح کے بعد سنہ ۸۰۵ھ میں حصار روم میں کوس رحلت بجایا۔ دوم پیر محمد

جسکے نام پر بڑے بھائی کے مرنے پر طغرائے ولیعہدی سربلند ہوا۔ حضرت صاحب قران نے آخر عمر میں اُسکی اطاعت اور سلطنت کے لیے وصیت کی تھی۔ اس وقت وہ غزنہ اور حدود ہند کا حاکم تھا ۸۰۹ھ میں اُس نے پیر علی پارس کے ہات سے شہادت پائی۔ یہ اُس کے امرا میں سے تھا۔ اس نمک حرام کی پیشانی پر داغ لعنت ابد تک لگا۔ حضرت صاحبقران کا فرزند دوم مرزا شیخ عمر تھا جو فارس میں حکومت کرتا تھا۔ وہ ۷۹۶ھ میں باپ کی زندگی میں دنیا سے رخصت ہوا۔ فرزند سوم جلال الدین میران شاہ میرزا تھا جس کا مجملاً حال نیچے لکھا جائیگا۔ فرزند چہارم میرزا شاہرخ تھا کہ خراسان کا فرمانروا تھا اور باپ کے ساتھ اکثر یورشوں میں شریک ہوا تھا۔ صاحبقران کے بعد تھوڑے دنوں فرمانروائے مستقل ہو گیا اور ایران اور توران پر اور ملک جو باپ کے قبضہ میں تھا اُس پر قبضہ کیا ۴۳ برس کامرانی کے ساتھ سلطنت کی۔ ولادت ۷۷۹ھ اور وفات ۸۵۰ھ میں ہوئی۔

جلال الدین میران شاہ کی ولادت ۷۶۹ھ میں ہوئی اور حضرت صاحبقران جس وقت ہند پر متوجہ ہوئے تو عراق و عرب و عجم و آذربائیجان و دیار بکر و شام کی حکومت بالکل اُسی کے سپرد کی گئی تھی۔ شکار کھیلتا تھا کہ گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ زین سے زمین پر وہ گرا۔ سر اور پیر پر آسیب عظیم پہونچا۔ گو صحت ہوگئی۔ مگر اعتدال طبعی نہ ہوا۔ صاحبقران کے انتقال کے بعد ابابکر میرزا پسر کلاں میران شاہ نے باپ کے خطبہ و سکہ کو جاری کیا۔ میران شاہ تو اکثر تبریز میں رہتا۔ تمام مہمات سلطنت کا اہتمام میرزا ابابکر کرتا تھا۔ ۸۱۰ھ میں محاربہ قرا یوسف ترکمان حوالی تبریز میں واقع ہوا۔ اسمیں میران شاہ شہید ہوا۔ اور اس کے آٹھ بیٹے تھے۔ ابابکر میرزا۔ الکر میرزا۔ عثمان چلپی میرزا۔ عمر خلیل سلطان محمد میرزا۔ ایجل میرزا۔ سیورغتمش۔

سلطان محمد میرزا۔ میران شاہ کا بیٹا ہے اور مہر نوش جو قوم فولا دقیا سے تھی اُس کی ماں ہے یہ میرزا اپنے بھائی میرزا خلیل کے ساتھ سمرقند میں رہتا تھا۔ اور اس کے دو بیٹے سلطان ابو سعید میرزا اور منوچہر میرزا تھے۔ سلطان ابو سعید میرزا ۸۳۰ھ میں پیدا ہوا اور پچیس برس کی عمر میں سریر آرائے سلطنت ہوا۔ اور اٹھارہ سال فرماں روائی اور کشور کشائی میں استقلال کے ساتھ اشتغال رکھا۔ ترکستان۔ ماوراء النہر۔ بدخشاں۔ کابل۔ غزنیں۔ قندہار۔ اور حدود ہندوستان پر تصرف کیا۔ اور آخر کو عراق بھی تسخیر کر لیا۔ باوجود اس دولت بزرگ و مملکت عظیم کے دوست نہیں ہوا ہوشیار

جلد سا

دل اور بیدار مغز رہا اور درویشوں اور گوشہ نشینوں سے ہمت کا طالب رہا۔ ۸۷۲ھ میں اُذون حسین آق قونیلو کے دفع کرنے کے لیے میرزا جہاں شاہ بن قرا یوسف حاکم آذربائیجان گیا تھا مگر اُس نے بے پروائی اور بے تدبیری ایسی کی کہ وہ کشتہ ہوگیا۔ سلطان نے اُس پر لشکر کشی کی۔ آذون حسین نے ہر چند صلح چاہی مگر نہ ہوئی۔ ناگزیر اُس نے غلہ کی آمد و شد کی راہوں کو ایسا بند کیا کہ لشکر میں وہ قحط عظیم پڑا کہ چودہ روز تک خاصہ کے گھوڑوں کو جَو بھی نہیں ملے۔ اس قحط سے لشکر پراگندہ ہوا اور میدان جنگ میں آذون حسین غالب آیا اور ۲۲۔ رجب ۸۷۳ھ کو سلطان کو آذون کے آدمیوں نے پکڑ لیا اور یادگار محمد میرزا ابن سلطان محمد میرزا ابن بایسنغر میرزا ابن شاہرخ میرزا کو حوالہ کیا اُس نے یہ بہانہ بنا کے شہید کیا کہ اُس نے گوہر شاد بیگم کو جو نوے شاہرخ میرزا کو قتل کیا ہے مقتل سلطان ابو سعید اُس کی مرنے کی تاریخ ہوئی۔

سلطان ابو سعید کا چوتھا بیٹا عمر شیخ میرزا ہے وہ سمرقند میں ۸۶۰ھ میں پیدا ہوا سلطان ابو سعید میرزا نے اول اُس کو کابل میں حاکم مقرر کیا تھا اور میرزا داد بابا کابلی کو اس کا اتالیق مقرر کیا تھا۔ اس نے میرزاؤں کی طوی کے سبب سے درہ گز سے سمرقند میں اُس کو واپس بلا لیا جشن شادی کے بعد اُس نے ولایت اندجان و تخت اور چند اُس کو حوالہ کیے اور امرا اور نواب مقرر کیے تیمور تاش کو اتالیق مقرر کیا۔ ملک موروثی کی نگاہ داشت کے سبب یہ ناحیہ اُس کو عنایت کیا گیا تھا حضرت صاحبقراں نے بھی اپنے بیٹے شیخ میرزا کو یہی ولایت دی تھی۔ ہم نامی کی مناسبت کے سبب سلطان میرزا نے بھی اپنے بیٹے کو یہی ولایت عطا کی۔ حضرت صاحب قراں بار بار فرماتے تھے کہ ہم نے تسخیر عالم عمر شیخ مرزا کی قوت شمشیر کی ہے اور اندجان میں اس لیے اُس کو مقرر کیا ہے کہ ہماری ولایت اور دشت قپچاق کے درمیان وہ سد شدید ہے ملک کی حفاظت میں وہ اہتمام ایسا کرتا تھا کہ اہل قپچاق کا مقدور نہ تھا کہ سر اُٹھا سکیں اور فتنہ و فساد برپا کر سکیں۔ اس لیے ہم بفراغت کشور کشائی کرتے تھے۔ اس والا خرد نے بھی اپنی ولایت کہ حدود مغلستان میں تھی ایسا انتظام کیا کہ لشکر بیگانہ کی مجال نہ تھی کہ اس حدود سے عبور کر سکے اور اُسکی جمعیت میں کوئی خدشہ نہ اسباب و تفرقہ آشوب پہنچا سکے۔ یہ میرزا سخن سنج سخن گستر تھا۔ ارباب نظم کے ساتھ توجہ رکھتا تھا۔ اور خود بھی نظم کہتا تھا۔ طبیعت اُس کی شعر سے مناسبت رکھتی تھی لیکن اُس کو شعر کہنے کی پروا نہ تھی۔ اور اکثر اوقات کتب نظم اور تواریخ پر توجہ فرماتا تھا اُسکے سامنے اکثر شاہنامہ پڑھا جاتا تھا۔

وہ نہایت خوش صحبت و شگفتہ پیشانی و نیک محاورہ تھا۔ شعرا پیشیں کے کلام میں سے شعر مناسب محل پر پڑھتا تھا۔ اخلاق اور اطوار اُسکے حنفی مذہب کے موافق تھے۔ پاکیزہ اعتقاد تھا۔ پانچ وقت کی نماز ترک نہ کرتا اور قضائے عمر تمام پڑہیں۔ اکثر تلاوت قرآن کیا کرتا تھا۔ خواجہ عبد اللہ احرار سے ارادت رکھتا تھا اور اُنکی صحبت سے مشرف ہوتا تھا۔ اور حضرت بھی اس کو بیٹا کہتے تھے۔ سخاوت کو شجاعت کے ساتھ ہم زانو اور ہمت کو قدرت کے ساتھ ہم نشیں کیا تھا۔ عدالت اُس مرتبہ پہنچی کہ ایک دفعہ اندجان کے کوہستان شرقی میں کارواں خطا آیا۔ وہاں برف ایسی پڑی کہ سارا کاروان اُسکے نیچے دبکر ہلاک ہوا صرف دو آدمی زندہ بچے۔ جب اُس کو خبر ہوئی تو محصلوں کو متعین کیا۔ کاروانیوں کا سارا مال جمع کیا ہر چند کوئی وارث حاضر نہ تھا اور اپنے تئیں احتیاج تھی مگر اُس مال کو اچھی طرح امانت رکھا۔ اور بعد ایک دو سال کے اہل کارواں کے وارثوں کو انکے وطن سے بلا کر پورا مال بغیر کسی نقصان کے حوالہ کیا ملک گیری میں بہت دفعہ آشتی کو جنگ سے اور دوستی کو دشمنی سے مبدل کیا۔ اوائل میں شراب بہت پیتا تھا اور آخر کو ہفتہ میں ایک دو مرتبہ پیتا تھا۔ معجون بہت کھاتا تھا جس سے کلّے خشک ہوگئے تھے۔ نرد بہت کھیلتا تھا۔ کبھی قمار بھی کھیلتا۔ تین مرتبہ جنگ آرا ہوا۔ دل یونس خاں سے اندجان کے شمال کی طرف دریائے سیحون کے کنارہ پر اس میں مغلوب اور گرفتار ہوا۔ اس دفعہ یونس خاں نے اُس پہ تنگی کر کے اپنی ولایت کو رخصت کیا۔ دوسری جنگ ترکستان لڑا۔ کنار دریا آرس پر نواحی سمرقند پر اوزبک تاخت و تاراج کرتے تھے۔ اُس نے دریا آرس سے عبور کر کے اُن کو خوب زیر کیا۔ مال اور اونٹ جو وہ لوٹ لیکر چلے سب واپس لیکر مالکوں کو دیدیئے۔ خود کچھ طمع نہیں کی تیسری لڑائی سلطان احمد مرزا سے شاہرخیہ کے درمیان لڑا اُسمیں شکست پائی۔ باپ کے مرنیکے بعد اندجان میں کہ ولایت فرغانہ کا پایہ تخت تھا سریر سلطنت پر بیٹھا تاشکند و شاہرخیہ و بیرم اُسکے تصرف میں تھے۔ کئی دفعہ سمرقند پر لشکرکشی کی۔ سلطان احمد مرزا برادر عمر شیخ میرزا والی سمرقند اور محمود خاں پسر کلاں یونس خاں جو انوس مغل کا خاں تھا دونوں نے ہم سخن ہو کر عمر شیخ میرزا پر لشکرکشی کی۔ آب خجند کے جنوب کی جانب سے سلطان احمد میرزا آیا اور شمال کی طرف سے سلطان محمود خاں کہ اس عرصہ میں عمر شیخ میرزا کو قضیہ ناگزیر تقدیر سے پیش آیا۔ ولایت فرغانہ کے ساتھ بلاد میں سے ایک اخسکت تھا جو اخسی مشہور ہے۔ عمر شیخ مرزا نے اُس کو اپنا پایہ تخت بنایا تھا۔ یہ قسمت کی بات ہے کہ ۴ رمضان ۸۹۹ھ کو ایک بلند عمارت پر وہ بیٹھا ہوا کبوتروں کا تماشا دیکھ رہا تھا کہ مکان

میں ایسی شکستگی آئی کہ وہ حضیض سفلی پر گر کر اوج علوی میں پہنچا۔ عمر اُس کی ۳۹ سال تھی ۸۶۰ھ میں وہ پیدا ہوا تھا۔

فرغانہ اقلیم پنجم میں سے ہے اور معمورہ عالم کے کنارہ پر واقع ہے مشرق میں اُسکے کاشغر و غرب میں سمرقند جنوب میں کوہستان سرحد بدخشاں۔ شمال میں اُسکے پہلے شہر المالیغ و الماتو اور یانگی کہ معروف بہ اترار تھے مگر اُن کا کوئی نشان نہیں باقی رہا۔ اُسکے غرب میں سمرقند اور خجند میں کوئی پہاڑ نہیں۔ صرف اسی جانب سے کوئی بیگانہ اُس میں آسکتا ہے۔

دریاے سیحوں کہ آب خجند مشہور ہے وہ شمال سے آنکر غرب میں بہتا ہے اور خجند کی جانب شمال سے اور فناکت (شاہرخیہ) کی جنوب سے گزرتا ہے۔ اور پھر شمال کے بائیں طرف ہو کر ترکستان کی جانب جاتا ہے۔ اور کسی دریا کے ساتھ ہمراہ نہیں ہوتا اور ترکستان کے آخر میں ریگستان میں داخل ہو کر غائب ہو جاتا ہے۔ اس ولایت میں سات قصبے ہیں۔ پانچ دریاے سیحوں کے جنوب میں اور دو اُسکے شمال میں قصبات جنوب اندجان۔ اوش۔ مرغیناں۔ آسفرہ۔ خجند ہیں۔ اور قصبات شمال کے۔ اخسی کاشان۔

عمر شیخ میرزا کی اولاد میں تین بیٹے و پانچ دختر تھے۔ سب میں بڑا ظہیر الدین محمد بابر تھا اور اُس سے دو سال چھوٹا جہانگیر مرزا۔ اس سے دو برس چھوٹا ناصر مرزا۔

بابر نامہ

حضرت گیتی ستانی فردوس مکانی ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ غازی

۶۔ محرم ۸۸۸ھ کو قتلغ نگار خانم کے بطن سے بابر پیدا ہوا۔ قتلغ نگار خانم یونس خاں کی دوسری بیٹی اور سلطان محمود خاں کی بڑی بہن تھی۔ اُس کا نسب اس طرح ہے کہ قتلغ نگار خانم بنت یونس خاں بن اویس خاں بن شیر علی اوغلان بن محمد خاں بن خضر خواجہ خاں بن تغلق تیمور خاں بن ایسنبوغا خاں بن دوا خاں بن براق خاں بن بیسوتوا بن موالکان بن جغتائی خاں بن چنگیز خاں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بابر کا نسب ماں کی طرف سے چنگیز خاں اور باپ کی طرف سے چوتھی پشت میں امیر تیمور تک پہنچتا ہے اُس کی ددھیال ترک و ننھیال مغل تھی۔ مگر وہ مغلوں کو باوجود اس رشتہ مندی کے اپنی سرگزشتوں میں حقارت کے ساتھ یاد کرتا ہے۔ تاریخ ولادت مولانا جامی نے یہ لکھی ہے۔

چوں در شش محرم زاد آں شہ مکرم ۔۔۔ تاریخ مولدش ہم آمد شش محرم

یہ تاریخ اتفاقیہ ہی۔ اس تاریخ میں شش حرف ہیں اور چھ کا عدد اہل حساب کے نزدیک عدد خیر یعنی اچھا
سمجھا جاتا ہی اور لفظ شش حرف اور نقش عدد خیر میں بھی دو تاریخیں نکلتی ہیں۔ پھر سنہ ولادت
میں احاد و عشرات تمامت مساوی ہیں جو سلوک اطوار کی تسویہ پر اشارت کرتے ہیں۔ حضرت ناصر الدین
خواجہ احرار نے اس کا نام ظہیر الدین محمد رکھا۔ اس نام کے الفاظ ترکوں کی زبان سے اچھی طرح نہیں
ادا ہو سکتے تھے اسلیے اُنھوں نے بابر اس کا نام رکھا۔ اتنی میں جا ربانع اندجان میں بابر عیش اُڑا رہا تھا
باپ کے واقعہ ناگزیر کی خبر دوسرے روز پہنچی تو وہ مع حاضر ملازمین کے قلعہ کی طرف چلا۔ جب دروازہ کے
قریب پہنچا تو امیر شیرم طغائی اُس کی باگ موڑ کر نمازگاہ کی طرف اس اندیشہ سے لیگیا کہ سلطان احمد مرزا بڑی
شان و شوکت کا بادشاہ ہی او بہت سے لشکر کے ساتھ اندجان پر چلا آتا ہی کہیں ایسا نہ ہو کہ امرا غدر مچا کے
بابر کو اور اُسکی ولایت کو اُسے حوالہ کریں۔ اسلیے اُس کو اور کند میں دامن کوہ میں لے گیا۔ اگر امرا کی حرام
نمکی سے ملک ہات سے جائے تو بلا سے مگر بابر اس تہلکہ سے نجات پائے۔ جب امرا کو یہ بات معلوم ہوئی تو
اُنھوں نے خواجہ محمد درزی کو جو عمر شیخ مرزا کا بڑا قدیم نوکر تھا بابر پاس بھیجا کہ اُسکی خاطر میں جو دغدغہ ہو اُسے
نکال دے۔ بابر نمازگاہ میں پہنچا تھا کہ خواجہ محمد رکاب بوس ہوا اور اپنی معقول باتوں سے بابر کا اطمینان
ایسا کر دیا کہ وہ اُلٹا چلا آیا۔ جب وہ قلعہ اندجان میں آیا تو سب امرا اور ارکان دولت ملازمت میں حاضر
ہوئے اور صلاح و مشورہ کر کے قلعہ کے برج و بارہ کے ضبط و ربط میں مشغول ہوئے۔ ایک دو روز میں بعضے
وہ امرا بھی آگئے جو باہر گئے ہوئے تھے۔ پھر سب یکدل و یکجہت ہو کر قلعہ داری میں مشغول ہوئے۔
سلطان احمد مرزا نے اتیپہ و خجند و مرغینان کو تسخیر کر لیا اور اندجان کے قریب جا کر وہ پیرقبا میں فروکش
ہوا۔ بابر نے خواجہ اوذون حسین و خواجہ حسین کو ایلچی بنایا اور اُنکی معرفت سلطان احمد مرزا سے
یہ عرض کیا کہ اس ولایت میں اگر آپ اندجان کو فتح کیجیے گا تو خود یہاں نہیں رہیے گا سمرقند کو
تشریف لیجائیے گا۔ یہاں کسی اپنے ملازم کو مقرر کر کے چھوڑ جائیے گا۔ بابر بھی آپ کا ملازم ہی اور
فرزند بھی ہی۔ اگر اسکو یہاں کی خدمت کے عہدہ پر مقرر فرمائیں تو بہتر اور آسان تر فیصلہ ہو جائیگا۔
سلطان احمد مرزا کم سخن تھا فقیرانہ طبیعت رکھتا تھا۔ کوئی کام اور امر بغیر امرا کے قرار نہ پاتا تھا۔ امرا اس
عرض پر ملتفت نہوئے سخت جواب دیے اور آگے کوچ کیا۔ مگر اُسکے لشکر پر یہ آفتیں آئیں۔ کہ اول دریا قبا کا پانی
سیا تھا سو آپل کے کہیں دورے اُسپر گذر نہیں ہو سکتا تھا۔ پل پر اتنے آدمیونکا ہجوم ہوا کہ ایک دوسرے پر آدمی

چچا اور بھتیجے میں مصالحت

گرنے لگے اور گھوڑے اور شتر سیاہ آب میں ڈوب کر مرنے لگے لشکر پر تین سال پہلے بھی نوبیا کے اتر نے
میں یہ آفت آئی تھی۔ اسلیے وہی وہم پھر لشکر پر غالب ہوا۔ دوم گھوڑوں میں وبا ایسی پھیلی کہ طویلے کے
طویلے خالی ہوگئے۔ سوم بابر کی رعیت و سپاہ کو ایسا یک دل و یکجہت پایا کہ جب تک انکی تن میں جان میں حق
و توان باقی ہے جانبازی کرینگے اور پہلوتہی نہ کرینگے۔ ان وجوہ کے سبب وہ اپنے آگے بڑھنے سے
پریشان و پشیمان ہوا۔ جب اندجان سے ایک کروہ (چار میل) پر تھے تو انھوں نے درویش محمد خاں
کو صلح کے لیے بھیجا قلعہ کے اندر سے حسن یعقوب بھیجا گیا دونوں نے نمازگاہ میں صلح کی شرائط ٹھرائیں
اور واپس آئے۔ غرض سلطان احمد مرزا نے مصلحت سمجھکر صلح کرلی اور سمرقند کو روانہ ہوا۔ مگر راہ ہی
میں تھا کہ موت نے آلیا اپنے بڑے بھائی عمر شیخ مرزا کے مرنے کے بعد چالیس روز وہ زندہ رہا۔ اب
چچا سے بھتیجے کا یوں پیچھا چھٹا تھا کہ ماموں سے سامنا آن پڑا۔ دریا رخجند کی جانب شمال سے سلطان
محمود خاں نے آن کر اخسی کا محاصرہ کیا۔ اخسی میں بابر کا چھوٹا بھائی جہانگیر مرزا اور ایک گروہ کثیر
امرا کا تھا۔ ویس لاغری اور میر غیاث طغائی بھی وہاں تھے اُن کو اور امرا سے ایسا وہم پیدا ہوا کہ وہ
کاشان میں کہ ویس لاغری کی ولایت تھی چلے آئے۔ بابر کے سب سے چھوٹے بھائی ناصر مرزا کا ویس لاغری
اتالیغ تھا اور ناصر میرزا یہاں کاشان میں نہیں تھا۔ جب کاشان کے نواح میں محمود آیا تو ان امرا نے
خان کی خدمت جا کر کاشان کو اُس کے حوالہ کر دیا۔ اور ناصر میرزا کو ویس لاغری گرفتار کر کے سلطان
احمد میرزا پاس لے گیا۔ اُس نے مزید ترخاں کے سپرد کر دیا۔ اب محمود خاں اخسی کے پاس گیا اور چند
مرتبہ لڑا اور ناکام رہا۔ اخسی کے امرا اور جوانوں نے خوب جانبازی کی۔ اس اثنا میں سلطان محمود خاں
بیمار ہوگیا اور لڑائی سے بھی تنگ ہوگیا تھا۔ اُس کو معلوم ہوا کہ سلطان احمد میرزا نے صلح کرلی اور قلعہ کے
فتح ہونے کی بھی اُمید نہیں ہے تو وہ لڑائی کو ختم کر کے اپنی ولایت کو چلا گیا۔ مگر خان دوسری جانب
میں زیادہ کامیاب ہوا۔ ناحیہ اراتیپہ یا اسروشنہ جو فرغانہ کے قرب میں تھا اور کچھ برسوں سے شیخ
عمر میرزا کے قبضہ میں تھا اُس کے مرنے سے پہلے سلطان محمود خان کی سپاہ نے اُس پر قبضہ کر لیا تھا
اور خان نے اپنے گوکل تاش (دلی دوست) محمد حسین میرزا دوغلات کو وہاں کی حکومت دی تھی۔ یہ بڑا
بیٹا حیدر میرزا امیر کاشغر کا تھا اور اُس نے خان کی ایک بہن سے شادی کی تھی۔
بابر کے سر پر جیسا کہ بارہ برس کی عمر میں باپ کے مرنے سے تخت و تاج کا بار پڑا تھا ایسا ہی ماں باپ

کے بھائیوں یعنی چچا و ماموں کی تلوار کے ہاتھ سے بچنا دشوار ہو گیا تھا۔ اُن کے حملوں سے ابھی نجات ہوئی تھی کہ ابوبکر میرزا دوغلات حاکم کاشغر از کند یار کند تک تخت و تاراج کرتا ہوا فرغانہ کے مشرق میں آموجود ہوا مگر اس حملہ کا ایک کاؤ آسانی سے ہو گیا جب اس سے بابر کی سپاہ لڑنے کو گئی تو اُس نے صلح کر لی اور کاشغر کے پہاڑوں کے پار چلا گیا۔

حسن یعقوب کا منحرف ہونا

دشمنوں سے فرصت ملی تھی کہ گھر میں ایک فساد کھڑا ہوا حسن یعقوب جس کو اندجان کی حکومت اور اختیار امور خانہ بابر نے دیا تھا وہ منحرف ہو گیا اور اُس نے ارادہ کیا کہ بابر کو معزول کر کے اُسکے بھائی جہانگیر میرزا کو بادشاہ بنائے۔ مگر سپاہ اور امرا سے اُس کا اختلاط خوب نہ تھا اسلیے اُس کا بھانڈا پھوٹ گیا اور اُس کا ارادہ معلوم ہو گیا بابر کی نانی ایسن دولت بیگم رائے و تدبیر میں ایسی لائق تھی کہ ایسی عورتیں کمتر ہوتی ہیں اس کی صلاح و مشورہ سے یہ قرار پایا کہ حسن یعقوب معزول کیا جاوے۔ یہ خبر اُس کو بھی معلوم ہو گئی تو وہ سمرقند کی طرف کند بادام تک گیا تھا کہ چند روز بعد اُس نے اندیشہ فاسد حصنی کے فتح کرنیکا جب وہ اس نواح میں آیا تو لشکر اُس کے مقابلہ کے لیے بھیجا گیا جس میں وہ ایک تیر کے لگنے سے ہلاک ہوا۔

چو بد کردی مباش ایمن ز آفات ۔۔۔ کہ واجب شد طبیعت را مکافات

بابر کا خجند کو فتح کرنا

عمر شیخ میرزا کی خدمت میں لڑکپن سے ابراہیم سارو رہتا تھا اور اسی خدمت گاری سے امیر ہو گیا تھا مگر وہ میرزا سے منحرف ہو گیا تھا اُس نے قلعہ آسفرہ میں آنکر بایسنغر خاں کے نام کا خطبہ پڑھا۔ اور مخالفت شروع کی بابر اُس کے دفع کرنے کے لیے لشکر لیکر گیا۔ چالیس روز تک قلعہ کا محاصرہ رہا۔ دو تین جگہ سرکوب بنائے اور نقب لگائے ابراہیم سارو ایسا عاجز ہوا کہ ترکش اور شمشیر گلے میں ڈال کر بابر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور قلعہ سپرد کیا۔ پہلے لکھ چکے ہیں کہ خجند بھی عمر شیخ میرزا کے عہد میں سلطان محمد میرزا نے لے لیا تھا۔ جب بابر یہاں آیا تو بے مضائقہ یہاں کے قلعہ دار نے اُس کو قلعہ سپرد کر دیا۔

سلطان محمود خاں سے ملاقات

سلطان محمود خاں اُس وقت شاہرخیہ میں آیا ہوا تھا۔ بابر نے یہ سمجھکر کہ مجھ میں اور سلطان میں کچھ فاصلہ نہیں ہے اُس کو باپ اور بڑے بھائی کی جگہ سمجھکر اُس سے ملنے کا قصد کیا تاکہ پہلی کدورتیں رفع ہو جائیں وہ شاہرخیہ میں ماموں پاس گیا جس نے اُس کو اپنے پہلو میں بٹھا کر شفقت و مہربانی کی بعد ایک دو روز کے بابر حصنی کی طرف آیا۔ فرغانہ اور کاشغر کے درمیان ایک قوم جگرک رہتی تھی پانچ چھ ہزار خانوار رکھتی تھی۔ گھوڑے اور گوسفند و گائے بہت اُس پاس تھے۔ بابر نے قاسم بیگ

اور لشکر کو بھیجکر بیس ہزار گوسفند اور پانچ سو گھوڑے اُس سے لیے اور لشکر کو تقسیم کر دیا۔

محمود مرزا کے مرنے سے اور بایسنغرخاں کے جانشین ہونے سے سمرقند میں بڑے بڑے شور و فساد مچ رہے تھے۔ بابر ان سب کو بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ اب اُس کا بھی ارادہ ہوا کہ اپنے باپ دادا کے ملک کا داعیہ کیجیے۔ اس وقت اس بدنصیب دولتمند شہر پر ایک ہی وقت میں تین شخص حملہ آور ہوئے اندجان سے بابر اُس پر چڑھا مسعود مرزا حصار سے آیا۔ سلطان علی مرزا بخارا سے۔ سلطان علی نے بابر سے کہا کہ آؤ ہم تم آپس میں صلح کر لیں اور متفق ہو کر کام کریں۔ بابر نے اس صلح کو منظور کر لیا۔ یہ مصالحت اس سبب سے نہ تھی کہ ان دونوں میں آپس میں اعتبار تھا۔ بلکہ اس وجہ سے کہ دونوں ایک شخص کے دشمن تھے غرض دونوں گھوڑوں پر سوار آپس میں ملے۔ چار پانچ آدمی ہر ایک کے ساتھ تھے۔ موسم زمستاں قریب تھا سمرقند کے گرد سپاہیوں کا ہجوم اس قدر ہوا تھا کہ اب شہر سے لشکروں کے مایحتاج کا بھی انصرام نہیں ہو سکتا تھا اسلیے حملہ آور شاہزادے مجبور اپنے اپنے ملکوں کو چلے گئے۔

جب بابر اور سلطان علی میرزا میں ملاقات ہوئی تھی تو یہ امر مقرر ہوا تھا کہ تابستان میں وہ بخارا سے اور بابر اندجان سے سمرقند کا محاصرہ کرنے آئیں۔ اسلیے ماہ رمضان ۹۰۲ھ میں بابر اندجان سے روانہ ہوا اور لشکر کو بایسنغر میرزا کے ملک میں لے گیا۔ یام میں کہ سمرقند سے کچھ دور نہ تھا خیمہ زن ہوا۔ ماوراءالنہر میں یہ ایک عجب تہذیب کی بات تھی کہ جو سپاہی کہ شہر کو محصور کیے ہوئے تھے اُن میں شہری و بازاری اس قدر آئے تھے کہ دوسرا شہر معلوم ہوتا تھا۔ جو چیز شہر سے طلب کرتے وہ لشکر میں موجود ہوتی بابر نے لکھا ہے کہ لشکر ہمارا یام میں تھا کہ شہر کے بازاری اور غیر بازاری بہت سے لشکر کے بازار میں آ گئے تھے اور سودا بیچکر سود حاصل کرتے تھے کہ ایک بار ظہر کی نماز کے بعد ایک غوغاے عام ایسا اُٹھا کہ ان مسلمانوں کا تمام مال تاراج ہو گیا۔ لشکر کا انتظام اور حفظ ایسا تھا کہ بادشاہ کا حکم ہوا کہ کسی شخص کا مال اسباب کوئی اپنے پاس لشکر کا آدمی نہ رکھے اور سب مال جمع کرکے واپس دیا جائے پھر دن نہ چڑھا تھا کہ مالکوں پاس سارا اسباب پہونچ گیا۔ اور لشکر نے اُن کا کوئی سوئی تاگا تک اپنے پاس نہیں رکھا۔ یام سے یورت خاں کی طرف بابر گیا اور چالیس پچاس روز یہاں قیام رہا۔ اس قیام میں کئی دفعہ اندر اور باہر کے جوانمردوں میں لڑائیاں ہوئیں۔ ایک دفعہ اہل قلعہ نے یہ فریب کیا کہ آدمی بھیجکر یہ کہلا بھیجا کہ غار عاشقان کی طرف سے تم آؤ تو ہم تم کو قلعہ دیدینگے اس خیال سے رات کو

بابر سوار ہوکر پل پر آیا اور چار سو جو دیر جوانمرد پیادوں کی ایک جماعت روزانہ کی کہ شہر کے اندر کے آدمی چار پنجیاں روشن کرکے لائے تھے تو سپاہ کو اُن کی دغا کا حال معلوم ہوا۔ جو جوانمرد جلد باز تھے وہ قتل ہوگئے۔

اب مقام یورت خاں سے بابر نے جو اپنے لشکر کے چند مقام شہر کے گرد بدلے تو شہر والوں نے جانا کہ وہ اُٹھا جاتا ہے تو سپاہی اور شہری لڑنے کے لیے باہر نکل پڑے۔ مگر بابر کے لشکر نے اُن کو شکست دی اور اُن کے بڑے بڑے جوانمردوں کا خون کیا اور خارعا شقاں میں جو بابر کے سپاہی مارے گئے تھے اُن کا انتقام لیا۔ اہل سمرقند کو پوری شکست ہوئی اور پھر وہ قلعہ سے باہر نہ نکل سکے اور نوبت یہانتک پہونچی کہ بابر کا لشکر خندق کے قریب ایسا ہوگیا کہ اندر جاکر آب و غلہ لے آتا۔ اب آفتاب برج میزان میں داخل ہوا۔ بابر نے مجلس مشورہ کو جمع کیا۔ سب نے کہا کہ اہل شہر ایسے عاجز ہوچکے ہیں کہ ایک دو روز میں بعنایت الٰہی ہم شہر کو لے لیتے ہیں نہیں تو سردی کی تکلیف اُٹھانی پڑیگی اس لیے بہتر ہوگا کہ شہر کے پاس سے چلکر کہیں ایک قلعہ میں قشلاق موسم سرما کے رہنے کا مکان بنائیں کہ اگر وہاں سے چلے جانے کی ٹھیرے تو بے تردد چلے جائیں اس قشلاق کے واسطے خواجہ دیدار کا قلعہ تجویز ہوا۔ وہاں سے کوچ کرکے اس اولانگ (سبزہ زار) میں کہ قلعہ خواجہ دیدار کے آگے تھا فروکش ہوئے اور جب قلعہ میں مکانات تیار ہوگئے تو اُس کے اندر چلے گئے۔ اس عرصہ میں شیبانی خاں پاس بایسنغر نے متواتر آدمی بھیجے۔ وہ بطور ایلغار کے ترکستان سے چلکر بابر کے لشکر کے سر پر آیا۔ باوجودیکہ لشکر جمع نہ تھا بہت سے آدمی اُس کے مصلحت قشلاق کے لیے رباط خواجہ عمر میں بعض شیراز میں دور چلے گئے تھے۔ مگر لشکر درست کرکے شیبانی خاں سے لڑنے کو بابر مستعد ہوا۔ مقابلہ شیبانی خاں نہ کرسکا سمرقند کو چلا گیا۔ بایسنغر خاں کے حسب مراد شیبانی خاں سے کام نہو سکا اسلیے وہ مایوس ہوکر اور کچھ کام نہ کرکے ترکستان کو واپس آیا۔ بایسنغر خاں سات مہینے تک زحمت اُٹھاتا رہا شیبانی خاں سے توقع تھی وہ بھی منقطع ہوئی۔ اسلیے دو تین سو بھوکے ننگے آدمیوں کو لیکر قندز کو سمرقند سے بھاگ گیا۔ بابر بھی بایسنغر خاں کے فرار ہونیکی خبر سنکر خواجہ دیدار سے سوار ہوکر سمرقند پر متوجہ ہوا راہ میں اکابر و امرا و خوانین استقبال کو آئے۔ ربیع الاول ۹۰۳ھ کو شہر اور ولایت سمرقند مسخر ہوگئے بابر کی عمر اس وقت پندرہ برس کی تھی۔

سمرقند کا حال یہ نوجوان بادشاہ اس طرح لکھتا ہو کہ اُس کو ملک ما ورا رالنہر کا دارالسلطنت امیر تیمور
نے مقرر کیا تھا۔ ربع مسکون میں اُس کی برابر کمتر لطیف شہر ہیں۔ ابتک کسی باغی زنا فرمان نے قہر و غلبہ
سے اُس پر قبضہ نہیں پایا تھا اسیلیے اُس کو بلاد محفوظہ کہتے ہیں۔ مغول و الوس ترک اُس کو سمرکنت کہتے ہیں
حضرت عثمان کی خلافت میں یہ شہر مسلمان ہوا۔ اب سارے باشندے اسکے سنی پاک مذہب و تشرع
و پاک دین ہیں۔ ماورارالنہر میں جیسے ائمہ اسلام پیدا ہوئے ہیں معلوم نہیں کہ کسی اور ولایت میں بھی
پیدا ہوے ہوں شیخ ابو منصور باتریدی ائمہ کلام میں سے ہو۔ باتریدیہ سمرقند کے ایک محلہ کا نام ہو
دوسرے صاحب بخاری خواجہ اسمعیل احرار بھی ماورارالنہری ہو۔ صاحب ہدایہ مرغینان کا ہو جو ولایت
فرغانہ کا ایک حصہ ہو۔ مذہب حنفیہ میں ہدایہ سے زیادہ معتبر کتاب فقہ میں کم ہو اُس کے باغات۔
مساجد۔ مدارس۔ عمارات کی بہت تعریف لکھی ہو۔ ایک مسجد کو لکھا ہو کہ اس صنعت سے بنایا ہو کہ اگر
اُس کے صحن پر لات ماریئے تو بق بق کی آواز نکلتی ہو۔ ایک مسجد جمعہ پتھر کی ہندوستان کے
سنگ تراشوں نے بنائی ہو اُس کے پیش طاق کے کتابہ میں قرآن کی آیات ایسی جلی لکھی ہیں کہ
ایک کروہ کے فاصلہ سے آدمی آسانی سے پڑھ سکتا ہو۔ ایک کوشک کلاں میں امیر تیمور کی جنگ
ہندوستان کی تصویر بنی ہوئی ہو۔ مرزا الغ بیگ نے بہت سی عمارات بنائی ہیں منجملہ اُن کے ایک
دامنہ پشتہ کوہک میں ایک عمارت عالیشان رصد ہو کہ زیچ بنانے کے آلات وہاں موجود ہیں
الغ بیگ مرزا نے اس رصد سے زیچ گورکانی لکھی ہو جس پر اب عمل ہوتا ہو پہلی زیچیں سب اس کے
آگے معطل ہیں۔ اس سے پہلے زیچ ایل خانی پر عمل ہوتا تھا جس کو خواجہ خضر نے ہلاکو خاں کے زمانہ
میں لکھا تھا۔ غالباً دنیا میں آٹھ سات رصد وں سے زیادہ نہیں بنائی گئیں۔ خلیفہ ہارون رشید نے
ایک رصد بنائی تھی کہ جس سے زیچ مامونی بنائی گئی۔ ایک بطلیموسی رصد بنائی گئی تھی۔ ہندوستان
میں راجہ بکرماجیت کے عہد میں اُجین میں کہ مالوہ میں ہو رصد (جنتر منتر) بنائی گئی تھی جسپر ہندوؤں
نے عمل کر کے زیچ بنائی ہو اسپر ۱۴۰۵ برس گزر چکے ہیں بہ نسبت اور زیچوں کے ناقص ہو گئی ہو ایک
تخت ایک پتھر کا ہو جس کا طول تخمیناً چودہ پندرہ گز کا اور عرض سات آٹھ کا وارتفاع ایک گز کا۔
ایسے سنگ کلاں کو دور سے لائے ہیں اس میں درز پڑ گئی ہو۔ بعض مکان چینی کے بنے ہوئے ہیں
سمرقند کے شہر میں ایک خصوصیت ہو جو اور شہروں میں نہیں ہو کہ ہر ایک حرفہ کا بازار جدا جدا ہو کوئی مخلوط نہیں محل

قرمزی و کاغذ یہاں کا مشہور ہی۔ امیر تیمور نے جو کہا تھا کہ میرے پاس ایک باغ ہی کہ جس کا طول تین
فرسنگ (۱۲ میل) ہی وہ باغ سعد میں تھا۔ جو ماوراء النہر کا ایک بڑا شہر ہی۔ وہ سمرقند کے میوؤں
کی بہت تعریف کرتا ہی۔ اہل شہر کی زبان فارسی ہی۔ اہل قصبات و دہات کی زبان ترکی ہی وہ لکھتا
ہی کہ امیر تیمور نے سمرقند کی حکومت جہانگیر مرزا کو دی تھی۔ جہانگیر مرزا کے مرنے کے بعد اُس کے
بڑے بیٹے محمد سلطان جہانگیر کو ملی اور شاہرخ مرزا نے تمام ماوراء النہر کو فتح کر کے مرزا الغ بیگ
کو یہاں کی فرمانروائی دی۔ الغ بیگ کو اُس کے بیٹے عبداللطیف عباس نے مارڈالا تاریخ وفات یہ ہی

الغ بیگ بحر علوم و خرد
کہ دنیا و دیں را از و بود پشت

زعباس شہد شہادت چشید
شدش حرف تاریخ عباس کشت

باپ کو مار کر وہ بھی پانچ مہینے سلطنت نہ کر سکا اُس کی نسبت یہ بیت مشہور ہی ؎

پدر کش بادشاہی را نشاید
اگر شاید بجز شش مہ نپاید

عبداللطیف کو باباحسین نے مارا۔ باباحسین کشت اسکے مرنے کی تاریخ ہی۔ عبداللطیف کے بعد الغ بیگ
کا داماد عبداللہ مرزا تخت پر بیٹھا۔ ڈیڑھ دو سال سلطنت کی ہوگی کہ سلطان ابوسعید فرماں روا ہوا
اور اُس نے اپنی زندگی میں سلطان احمد مرزا کو یہاں کی حکومت دی۔ بعد سلطان ابوسعید مرزا کے
سلطان احمد مرزا بادشاہ ہوا اور بعد اُس کی وفات کے سلطان محمود مرزا اور سلطان مرزا کے بعد
بایسنغر مرزا تخت سمرقند پر بیٹھا۔ ترخانیوں کے غوغا میں بایسنغر مرزا مقید ہوا۔ اور ایک دو روز
کے لیے اُس کے چھوٹے بھائی سلطان علی مرزا کو تخت پر بٹھا دیا۔ پھر بایسنغر مرزا نے تخت لے لیا
اور اُس سے بابر نے سلطنت لے لی۔ بابر نے تخت پر بیٹھکر امراء سمرقند پر عنایت کی اور جو امراء
اُس کے ہمراہ تھے اُن پر بھی شفقت کی۔ سلطان احمد تنبل کی رعایت زیادہ کی گئی۔ سمرقند سات
مہینے کے محاصرہ میں بہت سی تشویش کے بعد حاصل ہوا تھا۔ بابر نے سمرقند کو حملہ کر کے تو فتح نہیں
کیا تھا بلکہ اہل سمرقند نے خود اپنے تئیں اسکو حوالہ کیا تھا۔ اس لیے وہ لشکر کو حکم اس شہر کے لوٹنے
کا نہیں دے سکتا تھا۔ جس کو وہ اپنا دارالسلطنت بنانا چاہتا۔ سوا اس کے اس وقت سمرقند کا
حال ایسا خراب تھا کہ وہ مدد تخم و تقاوی کا محتاج تھا۔ اس سے بھلا کیا کوئی چیز لے سکتا تھا۔ اس
سبب سے اُس کے لشکر کے آدمی ناراض ہوئے کہ غنیمت کچھ ہاتھ نہ لگی نہ بادشاہ خود اُن کو کچھ

دے سکا اسلیے اُن کو اپنا گھر یاد آیا۔ ایک ایک دو دو کرکے بھاگنے شروع ہوئے اور مغل سب بھاگ گئے اور فرغانہ میں جاکر باقی فوج کو بہکانے لگے۔ احمد تنبل جو اندجاں میں بابر کی طرف سے حاکم تھا وہ بھی اور امیروں کے ساتھ ملکر باغی ہوگیا۔

اب بابر نے اس فتنے کے دور کرنے کے لیے خواجہ قاضی کو بھیجا کہ وہ اپنے دوست اوزون حسن کے ساتھ ملکر اُن لوگوں کو جو بھاگ گئے ہیں خود سزا دے یا پکڑ کر بھیجدیے۔ مگر معلوم ہوا کہ اوزون حسن نمک حرام خود بھاگنے والوں کا سردار بن کر فتنے برپا کرتا تھا۔ اوزون حسن اور احمد تنبل نے فتنہ پردازوں کا گروہ کھڑا کرکے جہانگیر مرزا کو اندجان کا فرمانروا بنانا چاہا۔ اور بابر پاس پیغام بھیجا کہ اب آپ کو سمرقند ہاتھ لگ گیا ہی وہاں آپ فرماں روائی کیجیے اور یہاں اندرجاں اور اخسی میں آپ کا چھوٹا بھائی جہانگیر مرزا حکمرانی کریگا۔ بابر کا ماموں بھی جو تاشقند کا مغل بادشاہ تھا ان ملکوں کو مانگتا تھا۔ بابر نے جو بھائی اور ماموں کے ان دعووں کا بیان لکھا ہے وہ صاف صاف نہیں ہے۔ مگر دونوں کا دعویٰ خالی از انصاف نہیں تھا۔ مغلوں کے ہاں اس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ باپ کے مرنے کے بعد ہر بیٹے کو جدا جدا التمغا ملا کرتی تھی جس کے سبب بھائیوں میں آپس میں عناد فساد رہتا تھا۔ بابر اور جہانگیر دونوں کی مائیں مغلانیاں مختلف فرقہ کی تھیں۔ باپ کے مرنے کے بعد اخسی کی التمغا جہانگیر کے پاس تھی۔ اس کے مغل بہت طرفدار تھے اور اُس کو آزاد بنانا چاہتے تھے۔ ابتدا میں جو بابر پر آفتیں زیادہ آئیں اُس کا سبب یہی تھا کہ یہی بھائی جو اُس کا معاون اور یار و یاور ہوتا مخالف ہوگیا۔ اور اس سبب سے فرغانہ کی قوت جو ان دونوں بھائیوں کے اتحاد سے پیدا ہوتی ضعیف ہوگئی۔ بابر کو چاہیے تھا کہ جب ملک سمرقند اُس کو ہاتھ لگا تھا تو فرغانہ جہانگیر کو دیدیتا وہ اس کا مستحق تھا۔ محمود خاں کے دعوی کی نسبت بابر لکھتا ہی کہ اگر محمود خاں کے ساتھ کوئی وعدہ ان ولایتوں کے دینے کا نہیں ہوا اور اُس نے معتمد کمک بھی نہیں کی مگر وہ اُس کو طلب کرتا ہی۔ اگر یہ ملک جہانگیر مرزا کو دیدیئے جائیں تو ماموں سے القط ہوجائیگی۔ سوائے اس کے جو لوگ بھاگ گئے ہیں وہ بطریق تحکم دعوی کرتے ہیں اگر اس معاملہ میں کوئی پہلے بات مقرر ہوئی ہوتی تو اُس کے مانگنے کی وجہ معقول ہوتی۔ یہ تحکم بابر سے اُٹھ نہیں سکتا تھا۔ بابر نے خواجہ التون کو بھیجا کہ وہ نصیحت کرکے لوگوں کے دلوں سے وہم کو دور کرے۔ مگر

نمک حراموں نے لوگوں کو ایسا بہکار کھا تھا کہ وعدہ وعید و نصیحت و تہدید کچھ اثر اُن پر نہیں کرتا تھا۔
احمد تنبل اور اوزون حسن نے ایک جماعت کو بھیجکر التون کو قتل کر ڈالا۔ اور ان دونوں سے جہانگیر مرزا
کو ساتھ لیکر اندجان کا محاصرہ کیا۔ اندجان سے جب بابر آیا تھا تو اُس نے علی دوست طغائی کو اور

اندجان کا محاصرہ

اخسی میں اوزون حسن کو چھوڑ آیا تھا۔ پھر خواجہ قاضی کو سمرقند سے بھیجا تھا۔ اس نے قلعہ داری میں
بابر کی نیک خواہی کے لیے بڑا اہتمام کیا اور اٹھارہ ہزار گوسفند اپنے پاس سے قلعہ کے اندر جو جوان
تھے اون کو تقسیم کر دیئے۔ مدت محاصرہ میں بابر کی ماں اور نانی اور خواجہ قاضی نے متصل خط
بھیجے کہ ہم اس طرح محاصرہ میں گھرے ہوے ہیں اگر ہماری فریاد نہ سنو گے تو تمام کام خراب
ہو جائیگا۔ سمجھ لو کہ اندجان کی قوت سے سمرقند کو تسخیر کیا تھا اگر اندجان ہات میں رہیگا تو خدا تعالیٰ
پھر سمرقند دلا دیگا۔

بابر کا علیل ہونا

بابر پاس اس مضمون کے خط برابر چلے آتے تھے وہ اس وقت سخت بیمار ہو کر تندرست ہوا تھا۔
نقاہت سے فراغت نہوئی تھی کہ اس تشویش سے عود مرض ہوا اور ایسا بیمار ہوا کہ چار روز تک روئی
کے پھوئوں سے منہ میں پانی چوایا جاتا تھا۔ سب امرا کو اُس کی زندگی سے مایوسی ہوئی وہ اپنے اپنے
کام کی فکر میں ہوئے۔ ان دنوں میں اوزون حسن کا نوکر ایلچی گری کے لیے آیا تھا۔ امرا نے بابر
کو دکھا کر اُس کو رخصت کر دیا۔ چار پانچ روز بعد بابر کا حال کچھ اچھا ہوا مگر زبان میں کلالت باقی
تھی۔ چند روز بعد پھر ماں اور نانی کے اور مولانا قاضی کے جو اُس کا اُستاد اور پیر تھا تقاضے کے
خط آئے تو ماہ رجب ۹۰۳ھ کو وہ سمرقند سے اندجان کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی خجند میں پہنچا تھا کہ
ایک آدمی خبر لایا کہ علی دوست طغائی نے جب بادشاہ کی علالت کا ایسا حال سُنا کہ زندگی کی اُمید

اندجان کا حوالہ کردینا

نہیں رہی۔ اس بات کو بہانہ بنا کے اُس نے قول قرار کر کے اندجان کو مخالفوں کے حوالہ کیا اور جب
خجند میں بابر کے پہونچنے کی خبر سنی تو مولانا قاضی کو بھی شہید کیا اور سب کو لوٹ لیا۔ بابر کی ماں اور
نانی کو خجند میں اُس پاس بھیجدیا۔ اندجان کے لیے سمرقند کو چھوڑا تھا سو وہ بھی ہات سے گیا وہی مثل ہوئی
از انجا رانده و از اینجا مانده۔ یہ وقت اُس پر بہت شاق و دشوار گزرا۔ جب سے بادشاہ ہوا تھا اس طور

بابر کے مصائب

کے رنج و مشقت نہیں اُٹھائی تھی۔ جب اُس نے دیکھا کہ فرغانہ اور سمرقند دونوں سے محروم ہوا تو اپنے
اپنے ماموں سلطان محمود خاں پاس قاسم بیگ کو تاشکند بھیجا کہ وہ ماموں سے اندجان آنے کی

درخواست کرے۔

بابر کی اس درخواست پر محمود خاں سوار ہو کر اخسی میں آیا۔ اگرچہ اس کے اخلاق اور اطوار خوب تھے مگر وہ سپاہ گری اور سرداری سے بہت بے بہرہ تھا۔ مخالف بھی لشکر لیکر اخسی میں آموجود ہوئے اُنھوں نے اپنی خلاصی کے لیے ایلچی بھیجا اور ایسی جھوٹی باتیں دل فریب خاں کے ساتھ بنائیں اور بیچ کے آدمیوں کو رشوت دی کہ خان الٹا چلا گیا۔ اور ان بھانجوں کے جھگڑے میں نہ بولا۔ بابر کے پاس جو آدمی اور جو ان تھے اُنکے بال بچے اندجان میں تھے۔ جب اُن کو اندجان کی تسخیر سے مایوسی ہوئی تو سات آٹھ سو آدمی جن میں امیر غریب سب طرح کے آدمی تھے بابر کو چھوڑ کر چلے گئے اس پاس تخمیناً دو سو آدمیوں سے زیادہ اور تین سو سے کم باقی رہے۔ اسوقت وہ ایسی دشواری میں پڑا کہ بہت رویا اور خجند میں آیا جہاں ماں اور نانی اور رفیقوں سے ملا۔ اور ماہ رمضان یہیں بسر کیا۔ پھر اس کا ارادہ ہوا کہ سمرقند کو لیجیے اس مطلب کے لیے محمود خاں سے کمک طلب کی اُس نے اپنے بیٹے سلطان محمد خاں کو پانچ چھ ہزار آدمیوں کے ساتھ سمرقند کی طرف روانہ کیا۔ جب جنگے خاں نے سنا کہ شیبانی بیگ تاخت وتاراج کرتا ہوا چلا آتا ہی تو وہ اُلٹا پھر گیا۔ بابر بھی خجند کو واپس آیا۔ دغدغہ سلطنت و داعیہ ملک گیری میں ایک دو مرتبہ کام کے نہ بننے سے خالی نہیں بیٹھا جاتا ہی۔ اس لیے بابر تاشکند میں ماموں پاس گیا۔ اور وہاں اپنے عزیزوں سے ملکر بہت خوش ہوا۔ ماموں نے آٹھ سات سو آدمیوں سے کمک کی۔ اس کمک کو لیکر قلعہ بشوخ کو جو خجند سے چالیس میل تھا اُس نے فتح کیا۔ یہاں خربوزہ بہت عمدہ ہوتا ہی۔ امراے مغول نے عرض کیا کہ اس قلعہ کے لینے سے ہمارا کیا کام چلے گا۔ بابر کے نزدیک بھی یہی مصلحت ہوئی کہ وہ قلعہ کو چھوڑ کر پھر خجند میں آگیا۔ یہ چھوٹی سی جگہ تھی۔ وہاں دو سو آدمیوں کا گزارہ تشویش کے ساتھ ہوتا تھا۔ جو صاحب داعیہ سلطنت ہو اُس سے کیا نچلا بیٹھا جاتا ہی اس لیے اُس نے اپنے ماموں محمد حسین گورکان دوغلات سے پاربیلاق وساغرج کے دیہات مستعار جاڑا بسر کرنے کے لیے مانگ لیے۔ بابر یہاں چلا آیا۔ اور پاربیلاق کے قلعے خواہ بسخن خواہ بزور لے لیے جاڑے بھر یہی ہوتا رہا کہ بعض قلعے عیاری و رندی و دزدی سے لے لیے کچھ جنگ کے زور سے لیے۔ جب نوجوان بادشاہ بابر سمرقند میں سودن سلطنت کر کے چلا آیا تو اُس کے بعد سمرقند میں اُس کے چچیرے بھائی سلطان علی مرزا حاکم بخارا کا تسلط

ہو گیا تھا۔ بار یلاق سمرقند سے تعلق رکھتا تھا اس لیے سلطان علی ان غاصبوں کو نکالنے کے لیے بہت سی سپاہ لیکر آیا۔ بابر پاس تین سو آدمی تھے وہ کب اس سے لڑ سکتا تھا۔ ناچار جو کچھ تھوڑا سا ملک فتح کیا تھا اسے چھوڑنا پڑا۔ اب یہ دل بھی اس کا نہ چاہتا تھا کہ خجند میں جائے جس کے باشندوں نے دو ڈیڑھ برس تک اپنے مقدور سے زیادہ اُس کی خدمت کی تھی۔ اور یہ بھی سوچا کہ خجند میں جا کر کام کیا کرونگا۔ اس تردد و پریشانی میں وہ یلاق میں اور رانتیہ کے جنوب میں کچھ دنوں اس نواح میں پریشان سرگردان رہا۔ حیران تھا کہ کہاں جائیے کہاں رہئیے کہ خواجہ ابوالمکارم ایک بزرگ جو اسی کی طرح جلاوطنی میں سرگردان پھر رہے تھے آئے اور حال پوچھکر بہت روئے۔ بابر کو بھی رقت ہوئی کہ صبح کو علی دوست طغائی کا ایک نوکر خط لیکر آیا جس میں لکھا تھا کہ اگرچہ مجھ سے بڑے بڑے گناہ صادر ہوئے ہیں لیکن امیدوار ہوں کہ اب اُن کو معاف کرکے مرغینان میں یلغار کرکے آئیے کہ میں وہ حضور کو سپرد کرکے غلامی اور خدمت گاری کروں کہ گناہ سے میں پاک ہو جاؤں اور میرا حجاب رفع ہو۔ اسی خرابی اور سرگردانی میں یہ پیغام جب آیا تو بے سوچے سمجھے بابر مرغینان میں کہ جو بیس فرسنگ تھا گھوڑے پر سوار ہو کر تین شبانہ روز میں مرغینان سے ایک فرسنگ پر پہونچا تو بعض رفیقوں نے سمجھایا کہ علی دوست وہ شخص ہے کہ جس نے کس کس طرح کی برائیاں کیں ہیں اس سے کچھ عہد و پیمان نہیں ہوا کس اعتماد پر آپ اُس پاس جاتے ہیں یہ بات تردد سے خالی نہ تھی اسلیئے صلاح و مشورہ ہوا آخر کو یہ بات ٹھہری کہ اب یہاں سے کہیں جانے کو جگہ نہیں۔ علی دوست پاس چلنا چاہیے جو خدا کو منظور ہے وہ ہوگا۔ وہ خدا پر توکل کرکے قلعہ مرغینان پر پہونچا۔ علی دوست دروازہ بند کیے کھڑا تھا عہد و پیمان ہوا۔ بابر قلعہ کے اندر گیا اور ایک عمدہ حویلی میں اُترا۔ علی دوست ملازمت کے لیے کھڑا ہوا۔ یہاں اُس کے ساتھ دو سو چالیس آدمی ہمراہ تھے۔ فرغانہ میں مرغینان پر قبضہ ہونا سب طرح سے بابر کے حق میں بہتر تھا۔ تنبل اور احمد تنبل نے اس ولایت پر ایسا ظلم کیا تھا کہ یہاں جہانگیر مرزا کی حکومت سے سب رعیت بابر کا فرمانروا اپنا بنانا دل سے چاہتے تھے۔ قاسم بیگ کو سو آدمیوں کے ساتھ اندجان کے جنوب میں اور ابراہیم سارو کو اسی قدر آدمیوں کے ساتھ شمالی اضلاع میں اخسی میں بھیجا کہ وہاں کے آدمیوں کو جس طرح ہو سکے بابر کی طرف مائل کریں۔

بابر کا علی دوست کے بلانے سے مرغینان جانا

فرغانہ کی دوبارہ فتح

اب جو چند روز سلطان احمد تنبل جہانگیر مرزا کو اور سپاہ اور مغلوں کو ساتھ لیکر مرغینان میں

بابر کے محاصرہ کے لیے آئے۔ اُن سے بڑی جوانمردی سے بابر لڑا اور سارا ملک اُس کا طرفدار ہوگیا
غرض دو برس کے بعد پھر نوعمر سلطان سولہ برس کی عمر میں اپنی قدیمی دارالسلطنت میں بادشاہ ہوا اور فرغانہ
میں اُس کی حکومت کی صورت ایسی با شان و شوکت ہوگئی کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ اوزون حسن اور احمد تنبل
کے آدمیوں کو لوگوں نے لکڑیوں اور پتھروں سے مار مار کر نکال دیا۔ اوزون حسن نے اپنے تئیں اس شرط پر
حوالہ کر دیا تھا کہ اُسکی جان اور مال کو نقصان نہ پہونچایا جائے اس لیے اُس کو چند امرا مغل کو رخصت دی گئی
جو لوگ تاراج شدہ بابر کے پاس تھے اور خواجہ قاضی کے متعلقین میں سے تھے اُنھوں نے بعض امرا سے
اتفاق کر کے کہا کہ تمام ان لڑائیوں کی وجہ اور ہمارے مسلمانوں و مومنوں کی ویرانیوں کا سبب یہی جماعت مغلوں کی
تھی اُنھوں نے اپنے صاحبوں کے ساتھ کیا وفا کی جو ہمارے ساتھ کرینگے۔ اگر یہ گرفتار ہوں اور لوٹ لیے جائیں
تو اُس میں کوئی عیب کی بات نہیں ہے خصوصاً یہ لوگ ہمارے سامنے ہمارے ہی گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں
ہمارے ہی کپڑے پہنتے ہیں۔ ہماری گوسفندیں مار کر کھاتے ہیں۔ اگر ان کے ساتھ یہ ترحم و تحمل کیا جائے کہ نہ
وہ گرفتار کیے جائیں اور نہ لوٹے جائیں تو اتنا ضرور چاہیے کہ بادشاہ حکم دے کہ جس جماعت نے ہمارے ساتھ
لڑائی میں محنت و مشقت کی ہے وہ مخالفوں میں جا کر اپنا مال پہچان کر لے لیں۔ یہ امر بابر کو معقول معلوم ہوا
فرمان اُس نے جاری کیا کہ جو لوگ ہمارے ہمراہ تھے وہ دشمنوں کے پاس جو مال اپنا پہچانیں وہ لے لیں
اگرچہ یہ فرمان موجہ اور معقول تھا مگر اسمیں جلدی ہوئی۔ جب بادشاہ کا موذی دشمن مثل جہانگیر میرزا کے
موجود ہو تو اس طرح مال لے لینے کے کچھ معنی نہ تھے۔ ملک گیری اور ملکداری میں اگرچہ بعض کام ظاہر
میں معقول اور موجہ معلوم ہوتے ہیں لیکن ہر کام کے ضمن میں چند ہزار باتیں ملاحظہ کرنی واجب لازم
ہوتی ہیں۔ اس بے سوچے سمجھے حکم دینے سے کس قدر فتنے برخاست ہوئے کہ دوبارہ جو وہ اندجان
سے نکالا گیا اس کا سبب یہی حکم تھا۔ اس حکم سے مغلوں کو توہم ہوا۔ وہ پانچ چار ہزار جنگی سپاہی تھے وہ
بھلا کس طرح یوں اپنا لٹنا پسند کرتے تھے۔ اُنھوں نے احمد تنبل اور جہانگیر مرزا کو اپنا سردار بنایا اور
اپنی قوم کے سپاہیوں کو چاروں طرف سے سمیٹا۔ بابر کے اور احمد تنبل اور جہانگیر مرزا کے لشکروں میں
سخت لڑائیاں ہوتی رہیں کبھی ادہر کبھی اُدہر فتح ہوتی رہی۔ خوب کشت و خون ہوا۔ آخر کو بابر اور
جہانگیر میرزا کی صلح ان شرائط پر ہوگئی کہ دریا رخجند دونوں کی حد فاصل ہوا خشی اور کاشان اور تمام
ولائتیں دریا کے شمال میں جہانگیر مرزا کے حوالہ کی جائیں۔ اور دریا کے جنوب کی طرف کی ولائتیں

اندجان اور آدرکند کے سپرد ہوں اور جب دونوں بھائی اپنے اپنے ملکوں کا انتظام قرار واقعی کرلیں تو تو دونوں ملکر سمرقند پر حملہ کریں اور سمرقند کو تسخیر کریں تو اندجان جہانگیر مرزا کو ملے۔ جہانگیر مرزا اور احمد تنبل دونوں بابر کے پاس آئے اور جو شرائط مقرر ہوئی تھیں اُن کے موافق جہانگیر مرزا اخسی کی طرف اور بابر اندجان کو روانہ ہوئے اور قیدی طرفین کے قید سے رہا ہوئے۔

بابر کی اندجان میں حالت

جب بعد اس صلح کے بابر اندجان میں آیا تو اُس نے میر علی دوست کے اطوار اور ہی طور کے دیکھے اس نے بابر کے ہمراہیوں کے ساتھ بدسلوکیاں شروع کیں اُسکے بیٹے محمد دوست نے بھی سلاطین کے دستور اختیار کیے۔ دونوں پدر و پسر کو احمد تنبل پر بڑا بھروسہ تھا۔ بابر کو یہ اختیار اور اقتدار نہ رہا تھا کہ اس طور کی نامعقول حرکتوں کو منع کرسکتا۔ تنبل جیسا دشمن بغل میں موجود تھا۔ جو کچھ اُن کے دل میں آتا وہ کرتے بابر کی عجب نازک حالت تھی کہ نہ وہ کچھ کہہ سکتا تھا نہ کرسکتا تھا۔ ان پدر و پسر کے ہات سے مدتوں اس نے خواری اُٹھائی۔

سمرقند کا دوبارہ بابر کے قبضہ میں آنا اور ہاتھ سے جانا

سمرقند میں محمد علی مرزا والی سمرقند اور محمد تبر یز خاں وزیر سلطنت میں مخالفت ہوئی اور آپس میں کشکرکشیاں ہوئی کہ محمد مزید ترخاں نے بابر کو بلایا۔ یہاں بابر کا کہنا اپنے دربار میں چلتا نہ تھا اُس نے صلح اُس سے مصلحت سے کی تھی کہ اُس کا عزم سمرقند کا تھا فوراً سمرقند کو روانہ ہوا اور اخسی میں مرزا جہانگیر پاس آدمی بھیجا کہ وہ اُدھر سے سمرقند پر روانہ ہو ابھی بابر سمرقند نہیں پہنچا تھا کہ اُس کو یہ خبر لگی کہ شیبان خاں بخارا فتح کرکے سمرقند کے فتح کے ارادہ سے چلا آتا ہے۔ سلطان علی مرزا برائے نام سمرقند میں بادشاہ تھا۔ اُس کے امرا ترخاں نے بابر کو بلایا تھا۔ اُس کی ماں زہرہ بیگی آغا اوزبک تھی اُس نے اپنی نادانی اور بےعقلی سے پوشیدہ پیغام بھیجا کہ شیبان خاں اس سے نکاح کرلے تو اُس کا بیٹا سمرقند اُس کو دیدے اور اُس کے باپ کی سلطنت پر جب شیبان خاں قابض ہو تو وہ سلطان علی مرزا کے سپرد کردے۔ شیبان خاں نے اس عورت کی شرط کو قبول کرلیا۔ اور سلطان علی مرزا نے کچھ خبر اپنے امرا اور سرداروں اور نوکروں کو نہ کی اور وہ شیبان خاں پاس چلا آیا۔ شیبان خاں نے اُسکی کچھ عزت نہ کی اور اپنے سے نیچے بٹھایا۔ اس احمق عورت نے شوہر کی خواہش میں پسر کی جان و مال کو برباد کردیا۔ سلطان علی مرزا اپنے آنے سے حیران اور پشیمان ہوا اور چند روز میں وہ قتل ہوا۔ اُس کی ماں کی بھی کچھ عزت نہ ہوئی وہ بھی حرموں کی طرح شیبان خاں

کے گھر میں پڑی رہی۔

بابر جانتا تھا کہ میں اپنے تھوڑے لشکر سے شیبان خاں سے نہیں لڑ سکتا اس لیے وہ کیش میں چلا آیا جہاں پہلے سے اُس کے امرا نے اپنے اہل و عیال کو بھیجدیا تھا۔ جب اُس نے سُنا کہ شیبان خاں کو سمرقند حوالہ ہوگیا تو وہ سمجھا کہ شیبان خاں ضرور اُس کے پیچھے پڑیگا تو وہ مشرق کی طرف حصار شادماں کے ملک میں چلا گیا۔ یہاں اُس کو راہوں کے طے کرنے میں پھر بڑی مصائب اُٹھانی پڑیں۔ لوگوں کی بدسلوکیوں سے اُسے بہت سے رنج اُٹھانے پڑے۔ اب اُس پاس دو سو چالیس[۲۴۰] سب نیک و بد آدمی تھے اُس نے یہ مشورہ کیا کہ سمرقند شیبان خاں کے ہات ابھی آیا ہی۔ شہر کے آدمی بھی اُس سے مانوس نہ ہوئے ہونگے اس لیے دزدی سے سمرقند کو لے لیجیے جس وقت اہل شہر ہم کو دیکھیں گے تو ناگزیر ہماری مدد کرینگے غرض یہ صاحب ہمت نوعمر بادشاہ سمرقند پر چڑھ گیا۔ اسی یا ستر آدمیوں نے زینے لگائے اور فصیل پر چڑھکر شہر کے اندر داخل ہوئے۔ دروازہ کے پہرہ داروں کو مار کر اُس کا قفل پتھر سے توڑا اور اس دروازہ سے رات کو دو سو چالیس آدمیوں کو ہمراہ لیکر بابر شہر میں داخل ہوا جس نے نیند سے آنکھ کھولکر اُس کو دیکھا اُس کے قدموں پر گرا اور دعائیں دینے لگا۔ چند روز میں ساری خلقت اُس کا دم بھرنے لگی اور اوروں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر اینٹ اور پتھروں اور لکڑیوں سے مارنے لگی۔ اس وقت شیبان خاں خود کسی مہم پر گیا ہوا تھا۔ اُس کی طرف سے خان وفا مرزا حکومت کر رہا تھا وہ یہ حال دیکھکر بھاگا اور اپنے بادشاہ پاس پہونچا۔ اور سب حال کہا صبح کو شیبانی خاں پانچسو آدمیوں کو ہمراہ لیکر دروازہ آہنی پر آیا۔ اُس وقت اگر بابر پاس بہت آدمی ہوتے تو وہ اُس کے قابو میں آجاتا۔ شیبان خاں نے دیکھا کہ یہاں وہ کچھ کام نہیں کر سکتا۔ اس لیے وہ یہاں سے بخارا کو روانہ ہوا۔

بابر کو لوگ مبارکباد دیتے تھے کہ ایک سو چالیس سال سے آپ کے خاندان میں یہاں کی سلطنت چلی آتی ہی یہ باغی کہاں سے گھس آیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے پھر یہ ملک ہات سے گیا ہوا دلوایا ہی اس اُنیس[۱۹] سال کے نوجوان بادشاہ نے بھی یہ غضب کا کام کیا ہی کہ باوجودیکہ بہت تجربہ کار نہ تھا مگر اُس نے شیبان خاں جیسے تجربہ کار اور کلاں سال سے ملک لے لیا۔ جہاں وہ خود موجود تھا اس فتح کی تاریخیں کہی گئی ہیں جن میں سے ایک یہ ہی ؎

باز گفتا خرد کہ تاریخش فتح بابر محمد است بدال

جب سمرقند فتح ہوگیا تو بابر نے خوانین و سلاطین و امرا و سرحد و اطراف و جوانب پاس استمداد اور استعانت کے لیے متواتر و متعاقب ایلچی بھیجے کہ ہم سب کو چاہیے کہ ملکر ازبکوں کو ماوراءالنہر سے نکالدیں ان کے ہات سے تکلیفیں اُٹھائی ہیں اور اور اُٹھائیں گے۔ مگر باوجود اس تجربہ کے بعض نے سہل انگاری کی بعض نے توہمات کے سبب سے تغافل کیا۔ بعض نے کمک بھیجی وہ معتدبہ نہ تھی۔ کچھ دنوں بابر کا زمانہ ترقی پر اور شیبان خاں کا تنزل پر آیا۔ بابر پاس دوسو چالیس[۲۴۰] آدمی کا لشکر جمع ہوگیا۔ بہت سا ملک بھی ہاتھ لگ گیا۔ ۵۔ شوال ۹۰۶ھ میں شیبان خاں نے سمرقند کی فتح کا ارادہ کیا۔ بابر بھی سمرقند سے لشکر لیکر اُس سے لڑنے گیا۔ میدان جنگ میں دونوں بادشاہوں نے اپنے اپنے کمالات خوب خوب لڑائیاں کرکے دکھائے۔ لشکر مغول جو بابر کی کمک کو آیا تھا اصل میں اس میں لڑنے کی طاقت نہ تھی وہ اُلٹا بابر ہی کے لشکر کو لوٹنے لگا۔ مثل مشہور ہے نامرد ہاتھی اپنے لشکر کو مارتا ہے۔ غرض ان مغلوں کے ہات سے اور کمک کے نہ پہونچنے سے بابر کو شکست ہوئی اور بڑے بڑے سردار اُس کے مارے گئے۔ شیبان خاں سمرقند کی چاردیواری پاس آن پہونچا محاصرہ کرلیا پھر بھی بابر اپنی جوانمردی اور بلند ہمتی سے چار مہینے تک اُس کا مقابلہ کرتا رہا۔ اب ایک اور آفت آئی کہ کوئی شخص باہر سے غلہ نہ لایا اور محاصرہ کا امتداد ہوا۔ آدمیوں کی نوبت یہ پہنچی کہ فقیر مسکین گدھے اور کتے کا گوشت کھانے لگے۔ گھوڑوں کا دانہ جب کم ہوا تو درخت کے پتے کھلانے شروع کیے یہاں یہ تجربہ ہوا کہ برگ توت گھوڑے کو سازوار زیادہ ہوتا ہے۔ بعض خشک لکڑیوں کے ریزے کرکے ریشے اُن کے پانی میں تر کرکے گھوڑوں کو کھلاتے۔ گو سب طرف کمک کے لیے لکھا مگر کہیں سے اُمید اُس کے ملنے کی نہ ہوئی پہلے لوگ کہہ گئے ہیں کہ قلعہ کے مضبوط کرنے کے لیے سر اور دو ہات اور دو پاؤں چاہئیں۔ سر سردار اور دو دست کمک جو دو طرف سے آئے دو پاؤں آب و ذخیرہ و غلہ اب یہاں سوا سر کے کچھ اور نہ تھا۔ بغیر ہات پاؤں کے سر کیا کرسکتا تھا۔ محاصرہ کی مدت دراز ہوئی کسی طرف سے نہ ذخیرہ آذوقہ آیا نہ کمک پہونچی تو سپاہ اور رعیت دونوں مایوس ہوئے ایک ایک دو دو کرکے قلعہ کی فصیل سے گرکر بھاگنے شروع ہوئے۔ غلہ جو کچھ باقی تھا وہ بھی خرچ ہوگیا۔ شیبان خاں نے صلح چاہی تو مجبوراً اس صلح کو منظور کرنا پڑا جس کی شرط یہ تھی کہ بابر اپنی بہن خانزادہ بیگم کا

نکاح شیبان خاں سے کرے اور خود اپنی جان بچا کر لیجائے۔ یہ نکاح ہوا اور بابر مع اپنے زنانہ کے آدھی رات کو سمرقند سے نکل کر روانہ ہوا۔ پانچ مہینے سمرقند کا محاصرہ رہا اور ۹۰۶ھ میں شیبان خاں نے اُس کو بالکل فتح کرلیا

بابر نے جو اپنے سفر کا حال سمرقند سے دوبارہ نکالے جانے کے بعد لکھا ہو نہایت دلچسپ ہو وہ ہم نقل کرتے ہیں سمرقند سے نکلنے کے بعد اندھیری رات میں وہ سغد کی جوئے کلاں میں پھنس گیا اور رستہ بھول گیا۔ اور صبح کو نہایت دشواری سے خواجہ دیدار سے گزرنا ہوا۔ رات کو فارلوغ میں آیا پھر ایلان اُدنی کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ راہ میں قنبر علی اور قاسم بیگ سے ملے۔ اُن کے ساتھ گھوڑے دوڑائے۔ بابر کا گھوڑا آگے نکل گیا۔ مڑ کر جو اُس نے دیکھا کہ اُن کے گھوڑے کتنی دور رہ گئے ہیں تو تنگ گھوڑے کا ڈھیلا ہو گیا تھا۔ زین بھی اُس کے ساتھ پھرا اور وہ سر کے تلے زمین پر گرا اگرچہ اُسی وقت وہ گھوڑے پر سوار ہو گیا مگر رات تک اس کے ہوش و حواس درست و بجا نہ ہوئے یہ عالم و وقائع گزشتہ مثل خواب خیال کے اُس کی آنکھوں اور دل میں آجاتے تھے۔ ظہر کی نماز کے بعد ایلان اُدنی میں ہمراہیوں سمیت وہ آیا۔ یہاں گھوڑوں سے وہ اُترے۔ ایک گھوڑے کو ذبح کیا اور اُس کے گوشت کے پارچوں کے کباب بنا کے کھائے۔ تھوڑی دیر گھوڑوں کو آرام دیکر پھر سوار ہوئے۔ صبح سے پہلے موضع خلیلہ میں آئے اور خلیلہ سے دیزخ میں آئے۔ ان دنوں میں یہاں طاہر دولدائی اور پسر حافظ دولدائی موجود تھے یہاں فربہ گوشت اور نان سپید و ارزاں بکتے تھے خربوزے اور انگور کثرت سے تھے۔ وہاں وہ گرانی یہاں یہ ارزانی تھی۔ وہاں بلا تھی یہاں آمانی تھی۔ دل سے مرنے کا دغدغہ دور ہوا۔ پیاس کی شدت رفع ہوئی۔ بابر لکھتا ہو کہ اپنی عمر میں مجھے کبھی یہ فراغت نصیب نہیں ہوئی اور مدت العمر میں آمانی اور ارزانی کی قدر اس قدر میں نے نہیں کی۔ عشرت بعد عسرت کے و فراغت بعد مشقت کے زیادہ لذیذ و خوب معلوم ہوتی ہو میری عمر میں چار پانچ دفعہ اسی طور کا اتفاق ہو چکا ہو کہ شدت سے راحت میں اور مشقت سے فراغت میں میری حالت منتقل ہوئی ہو اول دفعہ یہ ہو۔ بلائے دشمن اور ابتلا گرسنگی سے امانی میں راحت و ارزانی میں فراغت پائی۔ دیزخ میں دو تین روز آرام کر کے اورا تیہ کا قصد کیا اور سا غرج میں گیا یہاں پہلے رہ چکا تھا۔ پھر وہ تاشکند میں ماموں سے ملنے گیا۔ اور وہاں اپنے عزیزوں سے مدت کے

بھیدیا۔ ماموں اُس کو اوراتپہ دینا چاہتا تھا مگر اُس کے بیٹے نے نہ دینے دیا ناچار وہ دہکت میں آیا۔ یہاں تاجیک رہتے تھے وہ ترکوں کی طرح گلہ دار اور رمہ دار تھے۔ چالیس ہزار گوسفند اُن کے پاس تھیں۔ اس موضع میں رعایا کے گھروں میں وہ اور اُس کے ہمراہی اُترے۔ جو گاؤں میں سب سے بڑا آدمی تھا اُس کے ہاں بابر اُترا۔ وہ ایک مرد پیر ستر اسی برس کا تھا۔ اور اُس کی ماں جیتی تھی۔ اُس کی عمر ایک سو گیارہ برس کی تھی۔ جب ہندوستان میں تیمور آیا تو اُس کے عزیزوں میں سے کوئی ایک آدمی لشکر تیمور میں تھا اُن کی زبانی سُنی سُنائی وہ ہندوستان کی حکایتیں بڑی دلچسپ بیان کرتی تھی۔ اُس کے پوتے پڑپوتے نولے سے کنولے سے چھیانوے زندہ تھے اور اگر اُن کی بہوؤں کو بھی شمار کرو تو سو تھے اُس کا پوتا پچیس چھبیس برس کا سیاہ ریش موجود تھا۔ جب دہکت میں بابر رہا تو پیادہ پا ننگے پاؤں چلنے کی ایسی عادت ہوگئی کہ اُس کے پاؤں کو کوہ و سنگ معلوم نہ ہوتا تھا۔ ایک دن یہ اتفاق ہوا کہ کسی تنگ راہ میں جاتا تھا کہ ایک شخص گائے لیے جاتا تھا۔ بابر نے اُس سے پوچھا کہ یہ راہ کہاں جاتی ہے اُس نے کہا کہ اس گائے کو دیکھتے رہو تو تم کو راہ معلوم ہوجائے گی۔ خواجہ اسد اللہ نے ظرافت سے کہا کہ اگر گائے گم ہوجائے تو ہم کیا کریں اس آوارہ گردی میں بابر کے نوکروں نے اندجان جانے کے لیے رخصت طلب کی تو قاسم بیگ نے مبالغہ کیا کہ جہانگیر مرزا اور احمد تنبل کو کچھ بھیجنا چاہیے بابر نے اُس کے کہنے سے جہانگیر مرزا کو اپنا طاقی اور احمد تنبل کو ایک تلوار بھیجی یہی تلوار تھی جو تنبل نے بابر کے سر پر چلائی جس کا ذکر آگے آئیگا۔

دہکت میں بابر تھا کہ موسم بہار میں شیبانی خاں اوراتپہ پر آیا۔ اس لیئے بابر یہاں سے کوہستان مسیخا میں چلا گیا مسیخا کے نیچے آب بروں ایک گاؤں تھا اور آب بروں کے نیچے ایک چشمہ بہتا اور اُس پر ایک قبر تھی۔ اس چشمہ کے کنارہ پر ایک پتھر پر بابر نے یہ اشعار کندہ کرائے۔ **مثنوی۔**

شنیدم کہ جمشید فرخ سرشت	بسر چشمہ شد بسنگی نوشت
برین چشمہ چوں ماسے دم زدند	برفتند تا چشم برہم زدند
گرفتیم عالم بہ مردی و زور	ولیکن نبردیم با خود بگور

اس کوہستان کی یہ رسم ہے کہ پتھروں پر ابیات یا کچھ اور لکھتے ہیں۔ شیبان خاں یہاں بھی آگیا تو بابر تاشکند میں ماموں پاس چلا گیا۔ یہاں اپنا وقت شاعری میں بسر کرنے لگا۔

سب سے اول غزل اسی حال میں اُس نے کہی ہی

وہ لکھتا ہی کہ جتنی مدت میں تاشکند میں رہا نہایت مفلسی اور خواری کی حالت میں رہا نہ میرے پاس کوئی ولایت تھی نہ اُس کے حاصل ہونے کی اُمید تھی نوکر میرے سب پریشان ہو گئے تھے معدودے چند باقی تھے۔ وہ میری مفلسی کے سبب سے میرے ساتھ نہیں رہ سکتے تھے۔ جب میں خان دادا کے گھر جاتا تو ایک دو نوکر میرے ساتھ ہوتے تھے۔ مگر یہ خیر تھی کہ اس خواری کی حالت میں میں بیگانوں میں نہ تھا بلکہ اپنے ہی عزیزوں میں۔ میں سر برہنہ پا برہنہ اپنے گھر کی طرح شاہ بیگم پاس آتا جاتا تھا۔ آخر کو اِس سرگردانی اور بے خانمانی سے تنگ ہو گیا اور جان سے عاجز ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ اس دشواری کے ساتھ زندہ رہنے سے یہ بہتر ہوگا کہ کسی طرف جا کر گم ہو جاؤں کہ لوگوں کو میری خواری اور زاری کی خبر نہ ہو۔ اور بہتر ہو کہ میں اتنی دور چلا جاؤں جتنی دور میرے پاؤں سے چلا جائے۔ خطا جانے کا عزم مصمم کیا۔ مجھے خطا کی سیر کرنے کی ہوس اپنی خردی سے تھی۔ مگر بسبب سلطنت اور عزیزوں کے علائق کے یہ سیر میسر نہ ہوئی۔ اب سلطنت میرے پاس نہیں رہی۔ میری ماں اپنے بھائی بندوں میں رہتی تھی جو موانع میسر تھے وہ رفع ہوئے۔ کل دغدغے دفع ہوئے۔ خواجہ ابوالمکارم کے توسط سے میں نے چاہا کہ اس بات کا ذکر خان سے اس پیرایہ میں کیا جائے کہ شیبان خاں جیسا غنیم پیدا ہوا ہی دونوں ترکوں و مغلوں کو اس سے ضرر برابر پہونچے گا۔ ابھی سے اس کا علاج کرنا چاہیے۔ ابھی اُس نے زیادہ زور نہیں پکڑا ہی۔ خان اپنے چھوٹے بھائی کیچک خاں سے چوبیس پچیس برس ہوئے کہ ملا نہیں ہی اور میں نے تو اُسے دیکھا بھی نہیں ہی۔ بہتر ہوگا کہ میں اُس پاس جاؤں اور اُس کو دیکھوں اور دونوں بھائیوں کی ملاقات کا واسطہ ہوں۔ غرض میں نے یہ بہانا بنایا کہ مغلوستان اور طرفان کی سیر کرنے جاؤں اور وہاں جا کر مجھے اختیار ہوگا کہ جہاں چاہوں چلا جاؤں۔ میں نے اس خیال کو اس نظر سے چھپایا تھا کہ ماں مجھے منع کرے گی۔ دوسرے جو کچھ چھوٹے بڑے آدمی میرے ساتھ ہیں اور امیدیں مجھ سے رکھتے ہیں جن کے سبب سے وہ میرے ساتھ مارے مارے پڑے پھرتے ہیں اُن سے یہ کہنا بے لطفی سے خالی نہیں ہو یہ باتیں خواجہ ابوالمکارم نے شاہ بیگم اور خان دادا سے کہیں۔ اُن کی مرضی معلوم ہوتی تھی کہ ایک آدمی میرے چھوٹے خان دادا پاس سے آیا کہ خود وہ قریب آ گیا ہی۔ اس طرح خطا کا جانا میرا موقوف رہا۔ پھر اُس نے چھوٹے خان دادا سے اپنے ملنے کا حال اور اُس کے خلعت دینے کا ذکر لکھا ہے۔ یہ خلعت

مغل جب بابر نے پہنا تو اُس کے دوستوں نے بھی اسے نہیں پہچانا اور اُس سے پوچھا کہ یہ کون مغل
بادشاہ ہے خانان نے مشورہ کیا اور یہ رائے اُن کی قرار پائی کہ میرے ساتھ ایک جماعت لشکر ہمراہ کریں کہ
وہ دریاے خجند سے عبور کرکے اُورتپہ اور آورکند کی طرف جائے۔ یہ لشکر بابر کے ساتھ ہوا اس سیلے
اُس نے قبا کو زیر کیا۔ اُورتپہ کے قلعہ کو اہل قلعہ کی بے خبری میں لے لیا۔ آورکند جو پہلے فرغانہ کا دارالسلطنت
تھا مطیع ہوگیا۔ آب خجند سے جو اندجان کی طرف قلعے تھے سوائے اندجان کے سب بابر کے ہات آئے
باوجودیکہ اتنے قلعے اُس کے ہات آئے لیکن ملک میں شور وفتنہ برپا تھا۔ اخسی و کرسان کے درمیان
تنبل اور خانان میں لڑائیاں ہو رہی تھیں۔ کوئی غالب و مغلوب نہیں معلوم ہوتا تھا آخرکار شیبان خاں نے
ان دونوں خانوں کو شکست دی اور ان کو گرفتار کر لیا۔ ان تمام جنگوں کا نتیجہ یہ تھا کہ
ماوراءالنہر میں خاندان تیمور کی سلطنت کا خاتمہ اوزبکوں کے ہات سے ہوگیا۔ بابر پر بھی مصیبتیں پڑیں
وہ احمد تنبل کے تیر سے زخمی ہوا اور اُس کے سر پر وہی تلوار تنبل نے ماری جو اُس نے اُس پاس تحفۃً
بھیجی تھی۔ جس وقت وہ میدان جنگ سے گھوڑے پر سوار بھاگا تو اُس کے پیچھے احمد تنبل کے دو سوار
پڑے۔ مگر یہ شہسوار گھوڑے کو پہاڑوں کی طرف بڑھائے جاتا تھا اور ان سواروں کی باتوں کا
جواب دیتا جاتا تھا یہ سوار اُسے صلاح دینے لگے کہ اُسلئے چلو اور احمد تنبل کی اطاعت کر لو۔ مگر یہ بات
بابر نے نہ مانی۔ آخران دو مکار سواروں نے ایسی باتیں بنائیں اور قسمیں کھائیں کہ بابر کو یقین ہوگیا
کہ وہ اُس کے درد کے شریک ہوگئے۔ مگر اُنھوں نے اُس کو راہ بہکا کر ایسی جگہ پھنسا
دیا کہ دشمنوں کے ہات سے بچنا دشوار تھا۔ مگر خدا نے وہاں سے چھٹکارا دیا اُس کو ماموں محمود خاں
کا بڑا سہارا تھا۔ اب اُس کی فوج مغلیہ نے بھی اوزبکوں کے ہات سے شکست کھائی اور وہ خود
اپنے بھائی سمیت گرفتار ہوا۔ اوزبکوں نے اپنے حقوق سابقہ کا خیال کرکے اس کو رہا کر دیا۔ مگر
محمود خاں اس گرفتاری کی غیرت سے امراض مختلفہ میں گرفتار ہوا اور اس قید ہستی سے رہا۔
اب بابر کو یہ آس بھی نہ رہی اس سیلے وہ ترمذ میں پہنچا وہاں کا حاکم نیتوا ضع پیش آیا۔ اُس کے
سامنے بابر نے یہ دکھڑا رو دیا کہ آج کل میرا حال گیند کا سا ہے کہ مصیبت کا چوگان کبھی اِدھر
پھینکتا ہے کبھی اُدھر اور زمانہ کے ہات سے شطرنج کا بادشاہ بن رہا ہوں کبھی اس خانہ میں
کبھی اُس خانہ میں ہوا کی طرح سو لبسو تگاپو کرتا پھرتا ہوں۔ سرگردانی اور حیرانی کے سوائے کچھ

حاصل نہیں ہوا۔ اب جو دوستانہ صلاح ہو وہ تم بتلاؤ۔ وہی میں کروں۔ اس پر اس امیر صاحب تدبیر نے عرض کیا کہ شیبانی خاں ماوراءالنہر پر قابض ہے اور بلخ کا مالک ہے اور آپ کی سپاہ سب پریشان ہے بہتر یہ ہے کہ کابل کی طرف جاکر ازبکوں کی حکومت سے دور ہو جائیے۔

مداری اگر با عدو زور جنگ ۔۔۔ طریق مدارا گزیں بے درنگ

ز ملکش بجائے نما انتقال ۔۔۔ کہ یک چند فارغ شوی از قتال

اب بابر کی سمجھ میں بھی یہ بات آگئی کہ وطن رہنا عزت اور غیرت کا مقتضا نہیں ہے اس لیے باپ دادا کے ملک کو سلام کیا۔ اور خدا حافظ کہ چند رفیقوں کو ساتھ لے سنہ ۹۱۰ھ میں بلخ اور کابل کو روانہ ہوا۔

اب بلخ کی یہ کیفیت تھی کہ وہاں بادشاہ خسرو شاہ بادشاہ بن گیا تھا۔ وہ بھی بابر کے چچا کا بڑا رفیق تھا۔ اور اس کے چچیرے بھائی بایسنغر مرزا کا وزیر تھا پہلے تم پڑھ آئے ہو کہ بابر نے بایسنغر مرزا کو سمرقند سے خارج کیا تھا۔ اس نمک حرام وزیر نے اپنے آقا کو مار ڈالا تھا ان بدافعالیوں کے سبب سے وہ اپنے تئیں محفوظ نہ سمجھتا تھا۔ بابر کی بہت خوشامد کرتا تھا کہ اُس کا رفیق بن جائے۔ جب بابر بلخ میں پہنچا تو اُس کے آنے کی ایک دھوم مچی۔ اور مغل سپاہیوں نے خود بخود یا بابر کی کسی مخفی ترغیب و حکمت سے خسرو شاہ کی نوکری کو سلام کیا۔ اور جب بابر سے خسرو شاہ کا سگا بھائی باقی خاں جاملا۔ تو یہ سب مغل سپاہی آٹھ ہزار کے قریب اُس کے پاس چلے آئے۔ کیا خدا کی قدرت ہے کہ کیا یہ بے سا تی کا سامان تھا کہ دو ڈھائی سو کے قریب سپاہی تھے اور وہ بھی مفلوک ایسے کہ کسی پاس تلوار کی جگہ لاٹھی اور کسی پاس نیزہ کی جگہ پونگا۔ کل دو خیمے جن میں سے ایک بڑے خیمے میں بابر کی والدہ اُترتی تھی۔ اور دوسرے میں خود اُترتا تھا یا ایسا ان کا وہ سامان ہوا کہ لشکر جرار آٹھ ہزار مغلوں کا قواعد داں اور مرتب موجود ہو گیا ایک آناً فاناً میں خسرو شاہ کا دربار ٹوٹ گیا اور اب اُس کو جان کے لالے پڑے۔ بابر کی خدمت میں پیشکش لیکر حاضر ہوا۔ بابر اپنی مروت اور جوانمردی کے سبب سے انتقام کے درپے نہ ہوا اور اُس کو حکم دیدیا کہ جس قدر مال اسباب چاہو ساتھ لیکر خراسان چلے جاؤ۔ اُس نے سونے چاندی کا اسباب اپنے پانچ چھ خچر و شتر پر لادا اور خراسان کا رستہ لیا۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ خسرو شاہ نے اپنی جان کو سب سے زیادہ عزیز جان کر اور مال اسباب کو کسی جگہ رکھ کر دو تین آدمیوں کے ساتھ

بابر کا کابل پر قبضہ

بدیع الزماں مرزا کے پاس رستہ لیا۔ اور جو اُس کے خانہ زاد مغل سپاہی ہیں چار ہزار تھے وہ بھی بابر پاس چلے آئے غرض جب سب اسباب جمع ہو گئے تو بابر نے بلخ کا انتظام کیا۔ اور وہاں سے منزل بمنزل کابل کو روانہ ہوا۔ اب یہاں کابل کا یہ حال تھا کہ ابوسعید مرزا نے کابل کی حکومت اپنے بیٹے الغ مرزا کو سپرد کی تھی۔ جب ۹۰۷ھ میں وہ مر گیا تو اُس کا بیٹا عبدالرزاق مرزا باپ کا جانشین ہوا اُسکی تخت نشینی پر کابل میں بڑی پریشانی اور بدنظمی ہو گئی۔ محمد مقیم چھوٹا بیٹا امیر ذوالنون حاکم گرم سیر نے کابل پر لشکر کشی کی۔ اور عبدالرزاق مرزا اُس سے نہ لڑ سکا۔ اور لمغان کو بھاگ گیا۔ محمد مقیم کابل کا الگ بادشاہ ہو گیا اور مرزا الغ بیگ کی بیٹی سے شادی کر لی۔ جب محمد بابر شاہ اس لشکر عظیم یعنی خسروشاہ کے لشکر کے ساتھ پہنچے۔ تو محمد مقیم نے اُس کا بڑا مقابلہ نہ کیا۔ اور بابر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور قلعہ حوالہ کیا۔ بابر نے یہ سلوک کیا کہ اُس کو اجازت دیدی کہ مال اسباب سمیت اپنے بھائی شاہ بیگ پاس چلا جائے۔ غرض کابل پر بابر کا قبضہ ہو گیا۔ اسی سال میں قتلغ نگار خانم والدہ بابر نے بھی انتقال کیا۔ ایک مہینہ اس سال کا گزرا تھا کہ ایک بڑا زلزلہ کابل میں آیا کہ قلعہ کی فصیل و بالا کوہ شہر اور مواضع میں اکثر مکان ہموار ہو گئے اور تہ خانوں اور کوٹھوں پر آدمی دبے کے دبے رہ گئے۔ زمین ٹکڑے ہو کر کہیں سے کہیں جا پڑی اور اُس سے چشمے جاری ہو گئے۔ کہیں ہاتھی کی برابر زمین پست ہو گئی کہیں اتنی ہی اونچی ہو گئی۔ زلزلہ کے وقت پہاڑوں پر خاک اُڑتی تھی۔ ایک ہفتہ میں تینتیس دفعہ زمین ہلی اور ایک مہینے تک ہر شب ایک دو دفعہ زلزلہ آتا رہا۔ بابر نے بیج بارہ قلعہ کی شکست و ریخت کی مرمت کرنے کا سپاہیوں کو حکم دیا۔ ایک مہینہ دس روز میں وہ تیار ہو گیا۔ بابر نے پھر لشکر لیجا کر قلعہ قلات کو کہ قندہار کے توابع میں تھا بڑے قہر اور جبر سے فتح کیا۔ اب آگے یہاں جو تکالیف بابر کو رونما ہوئیں اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ گو اس تاتاری خانہ خراب کو افغانستان میں گھر مل گیا۔ مگر چین یہاں بھی اُس کو نصیب نہ ہوا۔ گھر میں برادر دشمن تکلیف دینے والے تھے۔ یہاں اور جاں ستاں اعدا پیدا ہوئے۔ فقط اس سارے انقلاب میں نقل مکان ہوا۔ ورنہ جیسے وہاں قوی دشمن ترک اور مغل تھے یہاں افغان ویسے ہی دشمن جاں تھے۔ وہ ان دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کرنے میں ابتک کامیاب نہ ہوا تھا۔ خاص ملک ایسی قوی پنجہ اور خود مختار قوموں کے ہاتھ تلے دبا ہوا تھا اب اُس کے نکلنے کی کوئی اُمید باقی نہ رہی تھی اس کے ساتھ

کوئی جمعیت بھی ایسی نہ تھی کہ جس پر بھروسہ ہو سکے۔ جو فوج تھی وہ ایسی تھی کہ پہلے اپنے آقاؤں کے ساتھ دغا کر چکی تھی اُن کو اچھی طرح وہ خود جانتا بھی نہ تھا۔ کوئی وزیر یا تدبیر اُس پاس نہ تھا۔ بھائی جو قوت بازو کہلاتا ہے وہ وہ تھا کہ برسوں غنیم کے ساتھ رہ کر اُس کے مُنہ پر تلوار چلا چکا تھا۔

بابر کا چچا سلطان بائقرا خاں مرزا خراسان کا بادشاہ تھا۔ وہ شیبانی خاں ازبک کے قوی ہونے سے ہراساں ہوا۔ اور اُس وقت کو بحسرت یاد کرتا تھا کہ بابر نے اُس کو لکھا تھا کہ آؤ ہم تم سب ملکر ان ازبکوں کا کام تمام کریں اُس نے جابجا اپنے عزیز و اقارب کو مراسلے بھیجے اور بابر کو خط بھیجا اور لکھا کہ تم سب آؤ اور ازبکوں کے ہات سے مجھے بچاؤ۔ بابر اس کا منتظر ہی بیٹھا تھا۔ ازبکوں کے ساتھ لڑنے پر عاشق تھا۔ جہانگیر مرزا اپنے بھائی کو ساتھ لے خراسان روانہ ہوا۔ جب دونوں بھائی نیمروز میں پہونچے تو یہ خبر سُنی کہ چچا مر گیا اور اُس کے بارہ بیٹے وہاں جمع ہیں مگر باوجود اس خبر سننے کے وہ اپنے خاندان کے ننگ و ناموس رکھنے کے واسطے خراسان روانہ ہوا اگرچہ اس میں کئی اور مطلب بھی اُس کے مدنظر تھے۔ اسی اثنا میں ان چچیرے بھائیوں کے ایلچی پر ایلچی آنے شروع ہوئے اور آنے کے واسطے تقاضے پر تقاضا ہونے لگا۔ وہ مرغاب میں جہاں لشکر جمع ہو رہے تھے پہنچا۔ اُس نے چچا کا پُرسا دیا۔ بھائی بھی بڑی محبت سے پیش آئے۔ ایک ایک نے جدا جدا ضیافت کی۔ یہ سب بھائی ازبکوں کی لڑائی سے غافل ہوئے۔ اور اپنے عیش و عشرت میں مصروف ہوئے بابر کو ہرات کے جانے کا شوق بہت تھا۔ اوّل اُس نے یہ سُنا تھا کہ چچا نے اُس کو خوب آراستہ کیا ہے دوم یہ بھی مدنظر تھا کہ وہاں جا کر سب اپنے خاندان کے شاہزادوں سے مشورہ کرے کہ ازبکوں سے کیونکر لڑے غرض وہ ہرات کو روانہ ہوا۔ جب وہاں پہنچا جاڑے کا موسم آگیا تھا زمین آسمان برف ہو رہا تھا بابر کو جو گھر کا خیال آیا کابل کو روانہ ہوا۔ اس برف اور جاڑے کے ہات سے وہ مصیبتیں اُٹھائیں کہ کبھی میدان جنگ میں دشمنوں کی آگ سے وہ آفتیں نہ اُٹھائی ہونگی۔ بہ ہزار خرابی ہزارہ میں پہنچا۔ وہاں یہ خبر آئی کہ کابل میں ایک رشتہ کا بھائی بادشاہ ہو گیا۔ اور مشہور کر دیا کہ بابر کو ہرات میں بھائیوں نے قید کر لیا ہے۔ اگرچہ شہر کابل پر بھائی کا قبضہ ہو گیا تھا۔ مگر قلعۂ بالا حصار میں کچھ بابر کے دوست اڑے پڑے ہوئے تھے۔ بابر نے اُن پاس جاسوس کے ہات اپنی خیر و عافیت کے ساتھ پہونچنے کی خبر بھیجی۔ دوستوں کو اس خبر

سے تقویت ہوئی۔ اور قلعہ سے باہر آنکر بابر سے ملے۔ اور شہر پر لڑکر فتحیاب ہوئے۔ دونوں بھائی مرزا جان اور محمد حسین گورکان قید ہوئے۔ مگر بابر نے مروت سے اُن کو چھوڑ دیا۔ مرزا جان امیر ذوالنون پاس اور محمد حسین گورکان فرہ اور سیستان کی طرف چلے گئے۔ بلخ میں بابر کا چھوٹا بھائی ناصر مرزا حاکم تھا وہ امرا ر شیبانی سے شکست پاکر کابل میں آیا۔ جہانگیر مرزا کا ایک بھائی ابھی مر چکا تھا اُسکی جگہ ناصر مرزا کو مقرر کیا۔

اوزبکوں کے غلبے سے امرا ارغون نے بابر کی اطاعت کا اظہار کیا اور لکھا کہ اگر اس طرف آیئے تو قندہار آپ کے حوالہ کریں۔ اس پیغام پر اُس طرف بابر روانہ ہوا۔ جب قلات سے آگے بڑھا تو خان مرزا اُسے آن ملا اور ساتھ ہو لیا جب شاہرخ بیگ اور محمد مقیم ارغون کو بابر نے پیغام بھیجا کہ تمہاری درخواست کے مطابق میں یہاں تک آیا ہوں اب تم یہاں میرے پاس آؤ۔ اس خبر کو سنکر دونوں بھائی اُس کے بلانے سے پشیمان ہوئے اور قلعہ سے باہر نکلکر جنگ پر لڑائی لڑے مگر شکست کھائی اور قلعہ میں بھی اُلٹے جانے کی فرصت نہ پائی۔ شاہرخ بیگ بیسادل کو اور محمد مقیم داور کو بھاگ گیا بابر کے قبضہ میں قلعہ قندہار آیا اور وہاں بہت کچھ مال اسباب بھی ہات لگا۔ اس سب مال اسباب کو امیروں اور رفیقوں میں برابر تقسیم کر دیا اور قندہار اور داور کو ناصر مرزا کے سپرد کیا۔ اور خود کابل میں چلا آیا۔ اب محمد مقیم کے بہکانے سے اوزبکوں نے قندہار پر حملہ کیا۔ ناصر مرزا قلعہ میں پناہ گیر ہوا۔ اور بابر کو سارا حال لکھا۔ اُس کا جواب یہ آیا حتے الامکان لڑائی لڑو۔ اور اگر کام چلتا نہ دیکھو تو صلح کرلو۔ ہمارے پاس چلے آؤ۔ قاسم بیگ بابر کا وزیر بڑا تجربہ کار تھا۔ قندہار سے وہی بابر کو لے آیا تھا

هرچه در آئینه جوان بیند　　پیر در خشت پخته هان بیند

اسے بابر نے طلب کرکے مشورہ کیا کہ اولاد تیمور کا سارا ملک شیبانی خاں دشمن کہن سال نے لے لیا ترک و چغتائی کا ہر گوشہ و کنارہ بعض کی خود رغبت سے بعض کی کراہت سے اوزبکوں کے ہات آگیا۔ کابل میں صرف آپ باقی ہیں۔ دشمن قوی۔ آپ ضعیف جو قوت قدرت ہے اس سے نہ مصالحت ہونے کا احتمال نہ مقاومت کی مجال۔ بہتر ہے کہ کہیں اور چلکر مامن تلاش کیجیے بلخ میں جاکر لڑیے یا ہندوستان کو لے لیجیے۔ اس پر مشورہ ہوا کسی نے کہا کہ بلخ پر قبضہ کیجیے کسی نے کہا کہ ہندوستان کو تسخیر کیجیے۔ آخر کو یہ صلاح ٹھہری کہ ہندوستان ہی پہ حملہ کیجیے غرض

اس ارادہ سے کابل سے کوچ ہوا۔ مگر تومان سنگھاتک آکر بہ سبب بے سامانی کے مراجعت کی اور ہندوستان کے فتح کرنے کا ارادہ فسخ کیا۔ اور پھر کابل میں آیا۔ اسی اثنار میں ناصر مرزا بھی قندہار سے آگیا۔ شہر قندہار کو شیبانی خاں نے لے لیا۔ اور قلعہ کو اوروں کے سپرد کر کے خراسان میں بعض ضرورت کے سبب سے چلا آیا۔

سنہ ۱۴۱۹ء میں سلطان بابر میمند کے افغانوں کی سرکوبی کے واسطے گیا تھا کہ فیروز شاہ کے مغلوں نے فرصت پاکر عبدالرزاق مرزا ابن مرزا الغ بیگ کو کابل کا بادشاہ بنا لیا۔ تین چار ہزار آدمی اس پاس جمع ہو گئے۔ اور ایک فتنہ عظیم برپا ہو گیا۔ پانچسو آدمیوں سے زیادہ آدمی بابر کے ہمراہ نہ تھے۔ اور باقی سب کابل کو بھاگ گئے۔ مگر اس ہمت والے بادشاہ نے باوجود ان قلیل آدمیوں کے کابل پر حملہ کیا۔ اور لڑائی میں پانچ بڑے بڑے سرداروں کو اپنے ہات سے مارا۔ اور کابل کو فتح اور مرزا عبدالرزاق کو گرفتار کر لیا۔ اول دفعہ اس کا قصور معاف کر کے اس نے رہا کر دیا۔ مگر دوسری دفعہ جو اس نے فتنہ برپا کیا تو اس کا فیصلہ کیا۔

خسرو شاہ کا ملک جب اوزبکوں نے لے لیا تو ایرانیوں کی سلطنت کے ساتھ ان کی حکومت کا ڈانڈا مِل گیا۔ اور اب اوزبک قزلباشوں کے ساتھ بھی متعرض ہونے لگے۔ شاہ اسمعیل صفوی نے شیبانی خاں پاس ایلچی بھیجا اور یہ لکھا کہ عراق سے کچھ تعرض نہ کرو اور یہ بیت بھی اس میں لکھی **بیت**

نہال دوستی بنشاں کہ کامِ دل ببار آرد ۔۔۔ درخت دشمنی برکن کہ رنج بےشمار آرد

شیبانی خاں نے جواب لکھا کہ بادشاہی اسی شخص کو سزاوار ہے کہ جس کے باپ دادا نے بادشاہی کی ہو۔ اور تو اس وقت تک بادشاہی نہیں کر سکتا ہے کہ مجھ جیسا بادشاہ نہ ہو **مصرع**

گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش + اور ایک عصا اور کشکول بھیجا یا کہ یہی باپ کی میراث ہے **بیت**

نصیحت گوش کن جانا کہ از جاں دوست تر دارند ۔۔۔ جوانانِ سعادتمند پندِ پیر دانا را

اگر اپنی حد سے باہر قدم رکھے گا تو سر کو دوش پر نہ دیکھے گا۔ **بیت**

عروس ملک کسے در کنار گیرد چست ۔۔۔ کہ بوسہ بر لب شمشیر آبدار زند

شاہ اسمعیل نے جواب لکھا کہ اگر سلطنت کسی کی میراث ہوتی تو تیرے ہات کیوں لگتی۔ اور یہ

دِ تو لکھتا ہی کہ عروس ملک الخ اس کا جواب میں یہ لکھتا ہوں کہ ع جانان سخن از زبان من میگوئی
ب اور باتیں ہماری تمھاری میدانِ جنگ میں ہونگی نہیں یہ چرخہ اور تکلا بھیجتا ہوں اُس سے شغل کرو
ور لڑائی کا نام نہ لو۔ فرد

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات — باآلِ نبی ہر کہ درافتاد برافتاد

یہ نامہ بھیجکر اسمٰعیل صفوی روانہ ہوا۔ اور خراسان سے لیکر مرو تک بالکل اوزبکوں کو نکال دیا۔
شیبانی خاں نے لڑائی میں مصلحت نہ دیکھی اور قلعہ مرو میں متحصن ہوا۔ مگر جب لوگوں نے لعنت
ملامت کی تو لڑائی کے میدان میں آیا اور شکست کھاکر بھاگا۔ پانچسو امیر اور سردار بھی اُس کے
ہمراہ تھے اُن سب کو قزلباشوں نے قتل کیا۔ یہ سب خبر جان مرزا نے بابر کو لکھی اور خود قندہار
میں چلا گیا۔ اور بابر کو تاکید کی کہ اس وقت ہات پیر ہلا و مملکت موروثی کے لینے کا موقع خوب ہی۔
بابر ۹۱۶ھ میں حصار کی طرف گیا اور مرزا جان کے ہمراہ دریا آمویہ سے اُترا مگر یہاں اوزبک
موجود تھے اُن کے آگے کچھ پیش نہ گئی۔ اس لیے بابر قندہار میں چلا آیا۔ اُس کی بہن خانزادہ بیگم
اس لڑائی میں شاہ ایران کے ہات آئی تھی۔ نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ وہ بابر کے پاس
بھیجدی گئی۔ بابر کو اتنی بات شاہ ایران کے ساتھ راہ پیدا کرنے کے لیے کافی تھی۔ اس کے
عوض بہت سے تحفے اور نفائس مرزا جان کے ہات بھیجکر شاہ ایران اسمٰعیل صفوی سے
امداد چاہی یہ درخواست منظور ہوئی۔ اور ایران سے بہت سے سردار سپاہ لیکر اُس کے ہمراہ
ہوئے اور ساٹھ ہزار لشکر کی بھیڑ بھاڑ بابر کے پاس جمع ہوگئی۔ اور اسی سال میں پھر سمرقند کو فتح
کر لیا اور ناصر مرزا کو کابل کی حکومت پر مقرر کیا اور لشکر ایرانی کو نہایت اعزاز کے ساتھ واپس کیا
اور خود اپنے آبائی تخت پر اجلاس کیا۔ اور آٹھ مہینے تک یہاں سلطنت کی مگر اوزبکوں نے
پھر جمع ہوکر بابر کو سمرقند سے نکال دیا۔ اور اس دفعہ ایرانیوں کی امداد سے بھی کام نہ چلا۔ اور شکست
ہوئی۔ اور ننگے پاؤں ننگے سر وہاں سے بھاگا۔ کابل میں آیا۔ ناصر مرزا کو یہاں کی حکومت سے غزنیں
کی حکومت پر منتقل کیا خود بجور میں آیا یہ ملک قوم یوسف زئی نے دبا لیا تھا۔ ان افغانوں نے اُسکی
اطاعت نہ کی۔ اور تلوار سے پیش آئے بابر نے تین ہزار افغانوں کا سر اُڑا دیا۔ اور اُن کے
بال بچوں کو اسیر کیا۔ خواجہ کلاں کو یہاں کی حکومت سپرد کی اور خود ہندوستان کی عزیمت کی

۱۴۔ صفر ۹۲۵ھ ۱۵۔ فروری ۱۵۱۹ء کو جب بابر نے بجور کو چھوڑا تو اس کا ارادہ ہوا کہ کابل واپس جانے سے پہلے بھرہ پر حملہ کرے۔ بابر کو ہندوستان کی فتح کا ہمیشہ خیال رہتا تھا مگر بعض موانع ایسے پیش آتے تھے کہ وہ خیال پورا نہیں ہوتا تھا۔ بجور میں چار مہینے تک لشکر کشی رہی مگر غنیمت میں کوئی قیمتی چیز ہات نہ آئی۔ بھرہ ہندوستان کی سرحد پر اس سے قریب تھا۔ اس لیے ارادہ ہوا کہ وہاں جریدہ یعنی بغیر بیرتل کے جائے کہ وہاں سپاہ کے ہات کچھ آئے۔ اس خیال سے وہ افغانوں کو لوٹتا ہوا چلا جب وہ مقام کے اندر آیا تو بعض دولتخواہوں نے سمجھایا کہ اگر آپ ہندوستان پر جاتے ہیں تو ٹھاٹھ کے ساتھ جایئے۔ اگرچہ اُن کا یہ سمجھانا معقول تھا مگر بابر نے عزیمت کر لی تھی۔ اس لیے اس سمجھانے پر کچھ نظر نہ کی۔ صبح شام کوچ کرتا ہوا وہ گزر سندھ کی طرف چلا۔ پیر محمد جالہ بان کو اُس کے بھائیوں اور چند جوانوں کے ساتھ بھیجا کہ وہ اب سندھ کے کناروں کو پایان آب اور بالائے آب اور لشکر کو دریا کی طرف روانہ کیا اور خود سوالی کی طرف جس کو گرگ خانہ کہتے ہیں گینڈے کا شکار کرنے کے لیے آیا کئی گینڈے دکھائی دیے مگر جنگل ایسا گھنا تھا کہ اُن کو باہر نہیں نکال سکے جنگل کو جلایا تو گینڈا سوختہ ہات آیا جس کو کھایا۔ جو جماعت دریا کے گھاٹ کو دیکھنے گئی تھی۔ وہ بھی آگئی پنجشنبہ ۱۶۔ ماہ۔ صفر کو گھوڑے۔ اونٹ پر تال گھاٹ سے اُترا اور بازار پیادوں کو اجالہ بانوں (ملاحوں) نے اجالہ (کشتی) میں اُتارا۔ اُسی روز گزر دریا پر اہل نیلاب (اٹک سے پندرہ میل نیچے دریار سندھ پر ہے) نے ایک گھوڑا باساز اور تین سو شاہرخی (ڈیڑھ سو روپیہ زمانہ حال) پیشکش میں دیں دریا سے پار ہوکر ظہر کی نماز کے قریب کوچ کیا اور پہر رات گئے دریا کچ کوٹ پر پہونچے۔ یہاں سے پھر صبح کو کوچ کرکے اس دریا سے عبور کیا۔ اور درہ سنگ داکی پر چڑھ کر قیام کیا۔ سید قاسم ایشک آقا (چمبرلین یعنی حاجب) تھا اور وہ پچھلی سپاہ کے ساتھ تھا وہ چند گوجروں کے سر کاٹ کر لایا وہ لشکر کے پیچھے پڑے تھے۔ صبح کو سنگ داکی سے کوچ کرکے ظہر کی نماز پڑھی اور آب سوہان (سندھ و جہلم کے درمیان ہے) عبور کیا۔ آدھی رات تک پچھلا لشکر اُترتا رہا۔ یہ دور دراز کا سفر بڑا نامبارک تھا۔ گھوڑے دُبلے اور کمزور ہوئے ہے تھے اُن پر یہ سفر نہایت سخت تھا بہت سے گھوڑے ان میں گر پڑے۔ بھرہ سے سات کوس پر ایک پہاڑ تھا۔ اس پہاڑ کو ظفرنامہ میں اور اور کتابوں میں کوہ جود لکھا ہے۔ پہلے اس کی وجہ تسمیہ بابر کو معلوم نہ تھی مگر اب معلوم ہوا کہ اس پہاڑ

پر ایک باپ کی نسل سے دو خیل آباد تھے ایک کا نام جود تھا دوسرے کا نام جنجوعہ ۔ بھیرہ خوشاب چناب۔ چنوٹ ۔ کئی دفعہ ترکوں کے قبضہ میں آچکے تھے (زمانہ حال میں پنڈی دادن خاں کے نزدیک جہلم کے جنوب مشرق میں بھیرہ ہے لیکن بابر کے زمانہ میں یہ ضلع دریا کے دونوں طرف تھا اور اُس کا دارالسلطنت شمال کو تھا) خوشاب دریا سے زیادہ نیچا ہے۔ چناب وہ ضلع ہوگا جو اس دریا کے گرد پھیلتا ہوگا چنوٹ کا پتہ نہیں کہ کہاں تھا اس ملک کو بابر اپنے ملک کی مثل ترکوں کی میراث جانتا تھا یہ ارادہ کیا کہ اس ملک پر خواہ بزور یا بصلح قبضہ کیجیے ۔ مگر لازم و واجب ہے کہ اس پہاڑ کے آدمیوں کے ساتھ مدارت اچھی طرح کی جائے اس نے حکم دیا کہ کوئی شخص ان کے گلہ و رمہ کو انگلی نہ لگائے بلکہ ایک رسی کے ٹکڑے اور موٹی سوئی کا بھی ضرر و نقصان نہ پہنچائے ۔

یہاں سے آگے کوچ کر کے کلدہ کہار (کلرہ کہار) میں بابر آیا۔ یہاں اس کے پاس خوید زار تھا یہ جگہ ایسی تھی کہ بابر نے باغ کی بنیاد ڈالی اور باغ صفا اس کا نام رکھا۔ سحر کو کلدہ کہار سے وہ سوار ہوا۔ درہ ہم باتوں کے مختلف مقاموں پر یہاں کے مشہور آدمی کم قیمت پیشکش لائے اور ملازمت اختیار کی۔ عبدالرحیم شقاول کے ساتھ ترکوں کو بھیجا کہ بھیرہ کے آدمیوں کی استمالت کریں اور اُن سے کہیں کہ یہ ولائتیں قدیم سے ترکوں سے متعلق رہی ہیں ہرگز کچھ دغدغہ نہ کریں۔ ہم آدمیوں کو ویران نہیں ہونے دینگے ۔ ہم اس ولایت اور ملک کے کاردار اس کو تاراج نہیں کرینگے ۔ پھر دن چڑھے بیابان کوتل میں پہونچے ۔ قربان فرخی و عبدالملک ہستی کو سات آٹھ آدمیوں کے ساتھ خبر لانے کے لیے بھیجا۔ اس اثنا میں افغانوں کے لیے بڑے بڑے آدمی پیشکش لیکر حاضر ہوئے اور ملازمت کی بابر نے لشکر خاں کو ان کے ہمراہ اہل بھیرہ کے پاس استمالت کے لیے بھیجا کوتل سے گزر کر اور جنگل سے نکل کر برانغار و جرانغار و قول دیساول کو آراستہ کر کے بابر بھیرہ کی طرف متوجہ ہوا۔ جب وہ بھیرہ کے قریب آیا تو دیو ہندو اور سکٹو کا بیٹا جو علی خاں پسر دولت خاں یوسف خلیل کے ملازم اور دار بھیرہ کے سردار تھے بابر سے ملے اور ہر ایک نے ایک گھوڑا اور ایک اونٹ پیشکش میں دیا اور اطاعت و خدمت اختیار کی۔ ظہر کی نماز پڑھ چکے تھے کہ بھیرہ کے مشرق میں دریا ربہت کے کنارے

پر سبزہ زار بہیرہ بابر مقیم ہوا۔ اور بہرہ کے آدمیوں کا ذرہ کے برابر بھی نقصان نہیں کیا۔ اُس وقت
سے کہ امیر تیمور بیگ نے ہندوستان فتح کیا تھا یہ چند ولایت بہیرہ و خوشاب و چناب و چنیوٹ
اولاد تیمور کے یا اُس کے توابع و لواحق کے تصرف میں تھیں۔ شاہرخ مرزا کا پوتا سیورغتمش کا
بیٹا سلطان مسعود میرزا کہ اس فرصت کے زمانہ میں کابل و زابل کی فرمانروائی کرتا تھا۔ اور اسی وجہ
سے اُس کو سلطان مسعود کابلی کہتے تھے۔ میر علی بیگ کے بیٹے و بابائے کابلی و دریا خاں و اپاق خاں
جس کو آخر میں غازی خاں کہتے تھے یہ سب سلطان مسعود کے پرورش یافتہ تھے اسکے اور اُسکے بیٹے
علی اصغر مرزا کے مرنے کے بعد وہ متغلب ہو کر کابل و زابل اور ہندوستان کی ولایت مذکور پر
متصرف ہوئے۔ سنہ ۹۱۰ھ میں بہیرہ و خوشاب و چناب کی حکومت میر علی بیگ کے پوتے اور غازی خاں
کے بیٹے سید علی خاں سے تعلق رکھتی تھی۔ اُس نے سکندر لودی کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اُس کی
اطاعت کی وہ بابر سے ڈر کر موضع بہیرہ سے شیر کوٹ میں چلا گیا۔ دوسرے روز صبح کو بعض مناسب
مقامات میں علف و چارہ کے لیے آدمیوں کو بھیجا اور سوار ہو کر بہیرہ کی سیر کی۔ روز چہارشنبہ
۲۲۔ صفر سنہ ۹۲۵ھ کو بہیرہ کے چودھریوں اور بڑے بڑے آدمیوں کو بلا کر چار لاکھ شاہرخی
(بیس لاکھ روپیہ) مال امانی ٹھہرا کر محصولوں کو متعین کیا۔ اور پھر خود معجون کھا کر کشتی میں سوار
ہوا۔ پنجشنبہ کی صبح کو معلوم ہوا کہ بہرہ کے آدمیوں پر بادشاہ کے آدمی دست درازی
کرتے ہیں۔ بابر نے اپنے آدمی ایسے آدمیوں کے پکڑنے کے لیے بھیجے وہ چند سپاہیوں کو پکڑ کر
لائے تو ان میں سے بعض کو اُس نے مروا ڈلوایا اور بعض کی ناک کو چروایا اور اُن کو لشکر کے گرد
پھروایا۔ بابر ملکوں کو کہ ترکوں سے علاقہ رکھتے تھے مثل اپنے ملک کے سمجھتا تھا اس لیے وہ ان کے
لوٹنے کا روادار نہ تھا۔ بابر کے آدمی ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ اگر مصالحت کی نظر سے ایلچی ان
ان ملکوں میں بھیجا جائے کہ ترکوں سے پہلے تعلق رکھتے تھے تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا۔ سلطان سکندر
لودی کو پانچ چھ مہینے مرے ہوئے تھے کہ اس کا بیٹا سلطان ابراہیم باپ کی جگہ ہندوستان کا
تخت نشین ہوا تھا۔ اس پاس بابر نے ملا مرشد کو ایلچی بنا کے بھیجا کہ اُس سے یہ درخواست کرے
کہ جو ملک ترکوں سے متعلق تھے وہ مجھے حوالہ کرے۔ دولت خاں حاکم لاہور اور سلطان ابراہیم
کے نام خطوط لکھکر ملا مرشد کو دیئے تھے اور زبانی باتیں بھی لکھکر اُس کو رخصت کیا۔ عموماً ہندوستان کے

آدمی خصوصاً افغان عجب ہوش و خرد ور اسئے وتدبیر سے دور رہتے ہیں نہ میدان رزم میں مردانہ وار قدم جماتے ہیں نہ بزم دوستی ومحبت میں قائم رہتے ہیں۔ اس قاصد کو لاہور میں دولت خاں نے روک لیا اور سلطان ابراہیم شاہ دہلی پاس آگے نہ بڑھنے دیا پانچ مہینہ بعد یہ قاصد بے نیل مرام کابل میں چلا آیا۔

جمعہ کو مردم خوشاب کی عرضداشت آئی شنبہ ۲۵ رجب کو شاہ حسین خوشاب میں بھیجا گیا یکشنبہ کو ایسا مینہ برسا کہ صحرا بڑا دریا ہو گیا۔ دریا سے کشتیاں منگا کر لشکر اُن میں سوار ہوا اور قلعہ بہرہ میں جس کا نام جہان نما تھا ایک روز قیام کیا سہ شنبہ کو باران وسیل کے خوف سے بہرہ کے شمال میں جو بلندیاں ہیں اُن پر لشکر آیا۔ اہل بہرہ نے جو زر دینا قبول کیا تھا اُس کے ادا کرنے میں تاخیر کرتے تھے اسلیے بابر نے چار سرکاریں مقرر کیں ایک سرکار خلیفہ کو دوسری قوچ بیگ کو تیسری سرکار ناصر بیگ کو اور چوتھی سرکار قاسم ومحبت علی کو دیں۔ کابل سے روز جمعہ ۴ شعبان کو مرزا ہندال کے پیدا ہونے کی خبر آئی۔ اُس کا نام ہندال اسی وجہ سے رکھا کہ وہ ہند کی تسخیر کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا۔ دوسرے صبح کو دیوان کے برطرف ہونے کے بعد کشتی میں بابر سوار ہوا اور ایک مجلس آراستہ ہوئی اُس نے اور بعض اُسکے مصاحبوں نے معجون کھائی اور بعض دوستوں نے شراب پی۔ صحبت معجون کبھی صحبت شراب کے ساتھ راست نہیں ہوتی۔ مستوں نے شراب پی پی کر بدمستی میں معجون اور معجونیوں کی خوب خاک اُڑائی جس سے صحبت بے مزہ ہوئی مجلس کا خاتمہ بے لطفی کے ساتھ ہوا۔

انہی دنوں میں منوچہر خاں پسر سید علی خاں جسکا اوپر بیان ہو آتا تھا۔ تاتار خاں گکھر نے اُسے اپنی بیٹی بیاہ کے داماد بنایا۔ وہ بابر کی ملازمت میں حاضر ہوا۔

نیلاب و بہرہ کے درمیانی کوہستانی کے اندر جود وجنجوعہ سے کوہستان کشمیر کے متصل تک جاٹ و گوجر بستے ہیں اور اسی طرح کی قوموں کے آدمی بہت یوں بستے رہتے ہیں کہ ہر پشتہ و درہ میں گاؤں کے گاؤں آباد کرتے رہتے ہیں۔ اُنکے حاکم قبیلہ گکھر سے ہوتے ہیں۔ اُن کی حکومت بھی مثل جود وجنجوعہ قوموں کے ہوتی ہے۔ اس زمانہ میں دامنہ کوہ کی خلائق پر تاتار خاں گکھر کی اور ہاتھی گکھر کی خلافت تھی وہ ایک باپ کی اولاد میں چچازاد بھائی بھائی تھے۔ کھلوں اور ڈھلانوں پر

محکم مقامات بنے ہوئے تھے۔ تاتار خاں کے حصار کا نام پرحالہ تھا۔ وہ بہت نیچا تھا ایسی بلندی پر نہ تھا جہاں برف پڑتی ہو۔ ہاتی کا ملک کوہستان سے متصل تھا۔ ہاتی نے باباخاں حاکم کا لنجر کو یار بنالیا تھا۔ تاتار خاں دولت خاں کا ایک طرح کا ملازم و تابع تھا وہ اس سے ملا بھی تھا۔ مگر ہاتی گکھر دولت خاں سے نہ ملا اور ہمیشہ فتنہ و فساد مچاتا رہا تاتار خاں ہندوستان کے امیروں کے اشارہ سے اور اُن کے اتفاق سے کئی میل پر اپنا لشکر لیے اس طور سے پڑا تھا کہ ہاتی گھرا ہوا بیٹھا تھا۔ جب بابر بہیرہ میں تھا تو ایک بہانہ بنا کر اور تاتار کو غافل پا کر اُس پر وہ چڑھ گیا اور اُسکو مار ڈالا۔ اُس کے ملک و خزانہ اور تمام اسباب پر قابض ہو گیا۔

بابر کشتیوں میں سوار ہو کر باغوں اور شگوفوں کی اور نیشکر کے کھیتوں کی اور اُن میں ہنوطل سے آب پاشی کی سیر کرتا تھا اور شراب پیتا ہوا اور معجون کھاتا ہوا اور مزے اُڑاتا ہوا ۱ ربیع الاول کو جب آفتاب برج حمل میں آیا۔ کشتی میں سوار ہوا اور شراب پی اور مصاحبوں کے ساتھ ناچ و رنگ کے جشن اڑائے شاہ حسین خوشاب سے آیا۔ اُن ولایتوں کو مصالحہ کے ساتھ بابر نے طلب کیا جو قدیم سے ترکوں سے متعلق تھیں اور اسی طرح جو ولایت اُسکو ملی تھی اُسکا بندوبست ایسا کیا کہ جس میں مصالحہ و امن و اماں رہا۔ ۱۱۔ ربیع الاول ۹۲۶ھ کو بہیرہ سے کابل کی مراجعت کے لیے سفر کیا۔

ایک جماعت نے جو اس ولایت کی زمین و ملک و آب و نان سے واقف تھی اور قوم جنجوعہ نے جو گکھر کے قدیمی دشمن تھی بابر سے عرض کیا کہ ہاتی گکھر نے بڑے ظلم و ستم برپا کر رکھے ہیں رستے لوٹتا ہے اور مسافروں کو رستہ نہیں چلنے دیتا اس کو یہاں سے آپ دفع کریں یا اُس کی گوشمالی فرمائیں۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے بابر نے خواجہ میر میراں اور مرزا ناصر کو لشکر میں متعین کیا اور خود لشکر لیکر ہاتی پر حملہ کرنے کو روانہ ہوا۔ تاتار خاں کو مار کر چند روز سے ہاتی پرحالہ میں رہتا تھا۔ اسوقت وہ وہیں تھا۔ ظہر کی نماز پڑھکر اور گھوڑوں کو دانہ کھلا کر عشا کی نماز کے وقت بابر سوار ہوا۔ ملک ہست کا نوکر ایک گوجر رہبر تھا اُس کا نام سوپا تھا۔ رات بھر وہ چلا سحر کو اُترا۔ بیگ محمد مغول کو لشکر کے گرد پھرایا۔ جب روشنی ہوئی تو پھر وہ سوار ہوا۔ اور چاشت کو جبہ پہن کر تیز رواں ہوا۔ ایک کروہ سے سواد پرحالہ نمودار ہوا چھیڑ چھاڑ شروع

ہوئی۔ میمنہ پرعالہ کے مشرق کی طرف گیا قوچ بیگ کہ جرانغار کا سردار تھا برانغار کے عقب سے کمک کو بھیجا گیا۔ جرانغار وقول کے سپاہی پرعالہ پر گئے ۔ دوست بیگ کو جرانغار کے آدمیوں کے عقب سے اس سپاہ کی کمک کو بھیجا گیا جو پرعالہ پر حملہ کرنے گئی تھی گئی تھی۔ وادی اور غاروں کے اندر ایک بلند جگہ پر پرعالہ واقع تھا اس میں جانے کی دو راہیں تھیں جنوب مشرقی راہ سے بابر کی سپاہ گئی تھی۔ راہ غاروں کے کناروں پر جاتی تھی اور اس کے دونوں طرف غار اور ڈھلان تھے۔ پرعالہ سے آدہ کوس سے پرالہ کی راہ شہر کے دروازوں تک بڑی دشوار گذار تھی۔ یہ غاروں کی راہ پانچ چار جگہ سے ایسی تنگ و ڈھلوان ہوگئی تھی کہ صرف ایک آدمی اس پر ایک وقت میں چل سکتا تھا۔ اور ایک تیر کے فاصلہ پر راہ بہت ہی دیکھ بھال کر چلنی پڑتی تھی۔ دوسری راہ کہ مابین مغرب وشمال کے ہے وہ ایک کھلے وادی میں سے جاتی تھی۔ ان دوراہوں کے سوا کوئی اور راہ نہیں تھی۔ اگرچہ پرعالہ کی فصیل و کنگرے نہیں تھے مگر وہ ایسی جگہ بھی نہ تھی کہ اس پر زور کیا جاتا۔ اسکے گرد آٹھ سات گز اونچی عمود وار پہاڑی تھی۔ جرانغار ان تنگیوں میں سے گذر کر دروازوں کی طرف چلا۔ ہاتی تیس یا چالیس جیبہ دار مسلح سواروں اور بہت سے پیادوں کو ساتھ لیکر لڑنے والوں پر حملہ آور ہوا اور ان کو ہٹا دیا۔ دوست بیگ جو عقب میں تھا اس نے دشمنوں پر بڑا زور کیا۔ ان میں سے بہت آدمیوں کو مارا اور ہاتی کو شکست دی۔ ہاتی گکھر اس ملک میں مردانگی میں مشہور تھا۔ وہ خوب لڑا۔ مگر میدان جنگ میں ٹھہر نہ سکا بھاگا۔ وہ تنگ مقاموں کی حفاظت بھی نہ کر سکا۔ جب وہ قلعہ میں گیا تو اوسکی حفاظت بھی اسکے اختیار سے باہر تھی۔ بابر کی سپاہ اس کے پیچھے ایسی لگی ہوئی گئی کہ اسکے ساتھ ہی قلعہ میں داخل ہوئی۔ ہاتی مجبور ہو کر شمال مغرب کے دروازہ سے جریدہ بھاگ گیا۔ دوست بیگ نے بڑی بہادری کی بابر نے جس کا انعام اسکو خوب دیا۔ اسی وقت بابر پرعالہ میں جا کر تاتار خاں کے مکانوں میں فروکش ہوا۔ ان ہنگاموں میں بعض آدمی جنکو بابر نے اپنے آگے رہنے کا حکم دیا تھا وہ جانب مخالف سے مل گئے تھے۔ اُن میں امین محمد قراقی اور ترخاں خاں ارقون تھے جنپر بابر نے یہ جرمانہ کیا کہ سروپا گوجر کو حکم دیا کہ انکو جنگل صحرا میں بے سروسامان چھوڑ دے کہ وہ یہ حیرانی اٹھا کر لشکر میں واپس آئیں۔

پنجشنبہ ۱۵ر کو اندر آبہیں آب سوہان کے کنارہ پر بابر آیا۔ یہ قلعہ اندر بہ قدیم سے ملک ہست کے باپ سے تعلق رکھتا تھا جسکو ہاتی گکھڑ نے مار کر قلعہ کو ویران کر دیا تھا ان دنوں میں وہ ویران پڑا تھا۔ ہاتی نے تاتار خاں کے مارنے کے بعد اپنے ایک خویش پربت کو بابر کی خدمت میں پیش کش و ایک گھوڑا باساز دیکر بھیجا تھا۔ اگرچہ وہ بابر سے نہیں ملا مگر اُس کا لشکر جو عقب میں تھا اُس میں آنکر اُس نے پیشکش دی اور اطاعت بابری قبول کی لنگر خاں جو بھیرہ میں مقرر کیا تھا وہ کیمپ میں بعض کاموں کے لیے آیا اور بابر سے ملا۔ اور سب کاموں کا انجام کر کے بھیرہ کو چلا گیا۔ اُس کے ساتھ کچھ بھیرہ کے زمینداروں کو بھی رخصت کیا۔ پھر بابر دریا سوہان سے پار اُتر کو ایک پشتہ پر اُترا۔ ہاتی کے رشتہ دار پربت کو خلعت دیکر رخصت کیا اور ہاتی کو فرامین استمالت لکھکر اوس کے ہاتھ بھیجے۔ محمد علی جنگ جنگ کو اُسکے ساتھ۔ پھر بابر چاشت کے وقت سنگ درگی کے درہ میں پہنچا۔ صبح کو یہاں سے کوچ کر کے بلندی پر آیا اور لشکر کا ملاحظہ کیا اُس کے پاس اونٹ گھوڑے ۷۰ ہ تھے یہاں سے آگے کوچ کیا۔ رستہ میں ایک کشتی اناج سے بھری ہوئی ولدل و کیچڑ میں پھنسی ہوئی دیکھی۔ مالکوں نے ہر چند کوشش کی مگر وہ نہ نکل سکی۔ بابر نے اُسکا اناج نکلوا کر اپنے لشکر کو تقسیم کر دیا۔ یہ غلہ اسوقت میں خوب ہاتھ آیا۔ شام کے قریب جہاں آب سند و آب نیلاب ملتے ہیں۔ وہاں آب نیلاب سے بہت نیچے ایک بلند جگہ پر قیام کیا۔ نیلاب سے پانچ چھ کشتی منگا کر سپاہ جرانغار و برانغار کئی روز میں پار اُتری۔

ہاتی کا رشتہ دار پربت جو محمد علی جنگ جنگ کے ہمراہ گیا تھا وہ دریا کے کنارہ پر پھر آیا اور ہاتی کی طرف سے ایک گھوڑا باساز اور پیشکش لایا۔ نیلاب کے باشندوں نے ایک گھوڑا باساز پیشکش کے طور پر دیا اور اطاعت کی۔ محمد علی جنگ جنگ بھیرہ میں رہنا چاہتا تھا وہ بابر نے ہندو بیگ کو دیدیا تھا۔ اسلیے اُسکو وہ ملک دیدیا گیا جو بھیرہ اور سند کے درمیان تھا۔ اور ایل و الوس مثل قاریوق ہزارہ دہاتی و غیاث وال و کھپ کے اُسکو دیدیے اور اُسکو ایک ترکی شعر لکھکر سمجھا دیا کہ جو شخص رعیت ہونے پر گردن رکھے اُسکے ساتھ رعایت کرنی چاہیے اور جو ولایت میں اطاعت نکرے اُسکو تاخت و تاراج کر کے مطیع و منقاد کرے۔ ۲۱ر ربیع الاول ۹۲۵ھ کو دریا کے کنارے سے سفر کیا اور ۲۷ر کو کابل میں پہنچ گیا۔

اوپر لکھا ہے کہ ہندو بیگ کو بھیرہ میں بےسامان صلح کی امید میں چھوڑا تھا وہ ۲۵ر روز دوشنبہ

کو آیا۔ اُس نے صلح و اصلاح میں کوشش نہیں کی اور بابر کی باتوں کو اس کان سنا اُس کان سے اُڑا دیا۔ بجرد بابر کی بازگشت کے افغان اور ہندوستانی جمع ہوکر بھیرہ میں ہندو بیگ کے سر پر جا چڑھے وہ وہاں ٹھہر نہ سکا خوشاب میں آیا اور دین کوٹ و نیلاب کی راہ سے کابل میں آیا۔ دیو ہندو و پسر سکٹو اور چند ہندو بھیرہ سے قید ہوکر آئے تھے اُنکو خلعت و انعام دیکر بابر نے رخصت کیا۔ روز جمعہ کو بابر کو بخار آیا فصد لی مگر دوسرے تیسرے روز تپ آتی رہی وہ یوسف زئی اور افغانوں کی سزا دہی کے درپے رہا۔ افریدی افغانوں کی سزا کے لیے اُس نے بگرام کی طرف آنے کا قصد کیا۔ علی مسجد میں آیا تھا کہ ابوالہاشم سلطان علی نے اس پاس آکر کہا کہ میں نے جوے شاہی میں ایک شخص سے کہ بدخشاں سے آتا تھا سنا کہ سلطان سعید خاں نے بدخشاں کے فتح کرنے کا عزم جزم کیا ہے میں بادشاہ کو خبر کرنے آیا ہوں۔ بابر نے امرا کو طلب کرکے مشورہ کیا اُن کی صلاح سے بدخشاں کو مراجعت کی۔ یہاں دوستوں کے ساتھ خوب اسرار کے جلسے اُڑائے اُسکے سارے دوستوں کو معجون کھانے کی عرق شراب پینے کی عادت تھی اسکے ایک دوست نے اُنکی نسبت کہا تھا ع - درہر کرنگری ہزار واع ابتلا ت

اسہا غرہ ماہ صفر ۹۳۲ھ کو کہ آفتاب برج قوس میں تھا۔ کابل سے بابر نے ہندوستان کی عزیمت سے سفر کیا۔ اول منزل دہ یعقوب میں کی۔ یہاں دو روز لشکر جمع ہونے کیلیے قیام کیا یہاں سے بادام چشمہ میں آیا۔ بدہ کو نور بیگ و خواجہ حسین دیوان لاہور سے بیس ہزار شاہ رخی اشرفی روپیہ سنکہ لایا جسکو اُس نے بلخ بھجوایا۔

۲۸- کو دریا سندھ کے کنارے پر قیام ہوا اس دریا سے اول ربیع الاول روز شنبہ کو عبور ہوا۔ اور سچ کوٹ کے دریا کو عبور کرکے اُس کے کنارہ پر خیمہ زن ہوا۔ امرا و بخشیوں اور دیوان نے لشکر جو ملازمت میں تھا اُسکی موجودات لی تو سب چھوٹے بڑے نیک و بد نوکر و غیر نوکر دس ہزار آدمی لکھے گئے۔ اس سال صحرا و دامن کوہ میں برسات کم ہوئی تھی۔ مگر دامن کوہ میں جو شہر تھے اُن میں خوب برسات ہوئی تھی خدا کی مصلحت سے دامن کوہ میں ہوکر سیالکوٹ کی راہ پر وہ چلا جب ولایت ہاتی گکھر کی برابر قریب آئے تو وہاں ایک ندی میں ہر جگہ پانی کھڑا تھا وہ یخ بستہ ہو رہا تھا اس یخ کا عمق بہت زیادہ نہ تھا۔ ایک ہاتھ سے کچھ زیادہ ہوگا۔ بابر لکھتا ہے کہ ہندوستان کے

بابر کا سفر ہندوستان کے لیے

ملک میں اس طرح کا پج عجیب وغریب سمجھا جاتا ہے۔ ہندوستان میں ہم چند سال سے ہیں برف و
یخ کی اصلا علامت و آثار نہیں دیکھے (اس فقرہ سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ بابر نے اپنی کتاب کی یہ
ترمیم بعد لکھنے کے کی ہو یا اسکو اوروں نے لکھا ہوگا) سند سے پانچ کوچ کر کے چھٹے کوچ میں کوہ جود
پر جو کوہ بالی ناتھ جوگی کے نیچے ہے ایک ندی کے کنارے پر باکیالان میں منزل کی۔ صبح کو یہاں
غلہ جمع کرنے کی مصلحت سے قیام کیا۔ غلہ کے لیے جو آدمی گئے تھے وہ غلہ کو چھوڑ کر جنگل و کوہ و
قلب جنگلوں میں پریشان ہو کر بہت دور چلے گئے اور چند آدمیوں کو پکڑ لائے۔ یہاں سے کوچ
کر کے آب بہت سے (جہلم) کے نیچے پایاب عبور کر کے قیام کیا۔ اسی منزل سے سید طوفان و
سید لاچین کو ان لوگوں پاس کہ لاہور میں تھے دو دو گھوڑے دیکر روانہ کیا کہ وہ اہل لاہور سے جاکر
کہدیں کہ لڑائی نہ لڑیں سیالکوٹ میں یا پرسرور میں وہ میری سپاہ کے ساتھ شریک ہوجائیں
یہ خبر اڑ رہی تھی کہ غازی خاں نے تیس چالیس ہزار سپاہ جمع کی ہے اور بوڑھے دولت خاں نے بھی
دو تلواریں کمر میں بابر سے لڑنے کے لیے کس لی ہیں۔ بابر کو یہ مثل یاد تھی کہ نو دوستوں سے
دس دوست اچھے ہوتے ہیں اسلیے لڑنے سے پہلے یہ ارادہ کیا کہ لاہور کے سپاہ کو اپنے ساتھ ملالے
اس نے امیروں پاس آدمی بھیجے۔ ایک منزل درمیان کر کے آئے۔ چناب کے کنارہ سے
اتر کر منزل کی بہلول پور کی راہ سے کہ خالصہ میں تھا سیر کی اسکا قلعہ آب چناب کے کنارہ پر ایک
بلندی پر واقع تھا وہ اسکو بہت پسند آیا۔ اور سیالکوٹ کے آدمیوں کو یہاں لانے کا ارادہ کیا۔
بہلول پور سے وہ اپنے لشکر میں آیا۔ شراب کی محفل آراستہ کی۔ گھوڑوں کو کنارہ آب پر ایک دن
آرام دیا۔ ۱۴۔ ربیع الاول روز جمعہ کو سیالکوٹ میں وہ آن پڑا۔ ہر دفعہ بابر جب ہندوستان میں
آتا تو جاٹ گوجر بےشمار پہاڑوں اور جنگلوں سے گائے بیل بھینسوں کے لوٹنے کیلیے آتے تھے اور یہ
بدبخت بڑا ظلم کرتے تھے۔ اس سے پہلے یہ ولایت باغی تھی تو اسکی گرفت وگیر نہ ہوتی تھی اب یہ تمام ولایتیں
تابع ہو گئی تھیں مگر پھر بھی انھوں نے وہی اپنا پرانا طریقہ لوٹ مار کا اختیار کیا۔ بابر کی سپاہ سیالکوٹ سے
بھوکی ننگی فقیر مسکین آئی تھی کہ انھوں نے غوغا مچایا اور اسپر لوٹ کے لیے ٹوٹ پڑی۔ بابر نے لٹیروں
کو پکڑوایا اور ان میں سے دو تین کے پرزے اڑوائے۔ اس منزل میں ایک سوداگر کی زبانی
معلوم ہوا کہ عالم خاں (یہ عالم خاں سلطان علاء الدین سلطان ابراہیم کا چچا تھا) نے سلطان

ابراہیم سے شکست پائی۔ اس شکست کا حال یہ ہی کہ عالم خاں جس طرح سے بابر کے پاس آیا تھا اُس کا حال سلطان ابراہیم کی سلطنت کے بیان میں پڑھ چکے ہو وہ بابر سے رخصت ہوا اور سخت گرمی میں کہ آگ برستی تھی ایک منزل کی دو منزلیں کرتا ہوا لاہور میں آیا اُس نے کچھ خیال اپنے ہمراہیوں کی تکلیف کا نہ کیا۔ جب عالم خاں کو بابر نے رخصت کیا تھا اوزبک کے تمام خانوں اور سلاطین نے بلخ کو قتل کیا تھا۔ اس لیے جسوقت عالم خاں ہندوستان کو روانہ ہوا بابر بلخ کو گیا۔ اب عالم خاں نے ان سرداروں کو جو بابر کے ہندوستان میں تھے کہنا شروع کیا کہ بادشاہ نے تم کو میری مدد کے لیے حکم دیا ہی میرے ہمراہ چلو میں غازی خاں کو بھی اپنے ہمراہ کرلونگا۔ پھر ہم سب دہلی و آگرہ پر چڑھائی کرینگے۔ بابر کے امیروں نے کہا کہ ہم غازی خاں کے ساتھ کس اعتماد پر چلیں ہمارے بادشاہ کا حکم ہمیں یہ ہی کہ جب غازی خاں اپنے چھوٹے بھائی حاجی خاں کو اپنے بیٹے سمیت لاہور یا بادشاہ پاس بطور اول کے بھیجے تو اُس کے ہمراہ ہو نا ورنہ ہمراہ نہ ہونا۔ تم نے کل ہی غازی خاں سے جنگ کرکے شکست پائی ہی پھر کس اعتماد پر اُسکے ہمراہ ہوتے ہو۔ ہم تم کو بھی یہ مصلحت بتاتے ہیں کہ اُس کے ہمراہ نہ ہو ہرچند اُنھوں نے اس طرح اُس کو منع کیا مگر اُس نے نہ سنا۔ شیر خاں اپنے بیٹے کو غازی خاں اور دولت خاں پاس بھیجکر اُن کو اپنے ساتھ ملالیا۔ دلاور خاں بھی جو بندی خانے سے بھاگ کر تین مہینے ہوئے تھے کہ لاہور میں آیا تھا اُس کے ہمراہ ہو گیا مرزا محمود خاں خانجہاں جسکو لاہور کا قیدخانہ سپرد تھا عالم خاں کی باتوں میں آگیا۔ غالباً اُن میں آپس میں یہ قرار پایا تھا کہ دولت خاں و غازی خاں و امرائے بابری جو ہندوستان میں ہیں اس ملک کو اور اُسکی تمام اطراف کو اپنے قبضہ میں رکھیں۔ دلاور خاں و حاجی خاں کو عالم خاں کے ہمراہ کریں اور یہ دہلی اور آگرہ کو اپنے قبضہ میں لائیں۔ اسمٰعیل جلوانی اور بعض اور امرا بھی عالم خاں سے آنکر ملے وہ بے توقف کوچ پر کوچ کرتا ہوا دہلی کی طرف رواں ہوا۔ اندری میں اُسے سلیمان شیخزادے بھی آن ملے۔ کل اس کی جمعیت تیس چالیس ہزار آدمیوں کی ہوگئی اُسنے دہلی کا محاصرہ کیا۔ مگر نہ اُسکو لڑکر اور نہ اُسکا غلہ و آذوقہ بند کرکے لے سکتا تھا۔

جب سلطان ابراہیم نے اِس جمعیت کی خبر پائی کہ اُسکے ملک پر حملہ آور ہوئی تو وہ لشکر

لے کر اُن سے مقابلہ کرنے گیا جب اُنھوں نے سلطان ابراہیم کے لشکر آنے کی خبر سنی تو قلعہ کا
محاصرہ چھوڑ کر اُس سے برسر مقابلہ ہوئے اور اُن میں یہ امر قرار پایا کہ اگر دن کو لڑینگے تو افغان
اپنے ناموس کا پاس کرکے بھاگنے کے نہیں کشت و خون و قتل زیادہ ہوگا لیکن اگر شبخون مارینگے تو
رات اندھیری ہوگی کوئی کسیکو دیکھے گا نہیں ہر سردار اپنے اہتمام میں ہیگا پس اس شبخون کے
مارنے کے ارادہ سے وہ چھ کوس دور چلے گئے اور دو دفعہ دو پہر کو گھوڑوں پر سوار ہوکر رات کو آدھی
اور سہ پہر رات تک چڑھے رہے مگر نہ آگے گئے نہ پیچھے ہٹے۔ آپس میں کوئی بات ہی قرار نہ پائی۔
تیسری دفعہ وہ پہر رات باقی رہے دشمن کے خیمے پر پہنچے اُن کا شب خوں صرف یہ تھا کہ خیموں
میں اور گھروں میں آگ لگا دیں اور کچھ اور کوشش نہ کریں۔ انھوں نے یہی کیا کہ پہر رات رہے
پیچھے سے آنکر خیموں میں آگ لگا دی اور غوغا مچا دیا۔ جلال خاں جگہٹ اور بعض اور امیروں
نے بھی آنکر عالم خاں سے ملاقات کی۔ سلطان ابراہیم اپنے چند خاصہ خیل کے ساتھ اپنے
سراپردہ سے نہ نکلا مگر صبح تک آمادہ بیٹھا رہا۔ اُس وقت اُس نے دیکھا کہ عالم خاں کی
سپاہ لوٹ پر جھک رہی ہے اور اُسکے پاس بہت سپاہ نہیں تو سلطان ابراہیم نے تھوڑی
سپاہ اور ایک ہاتھی کے ساتھ اپنی جگہ سے جنبش کی۔ ہاتھی کے پہنچتے ہی عالم خاں کی فوج
مقابلہ کی تاب نہ لا سکی اور بھاگ گئی۔ اون کے بھاگتے ہی عالم خاں میان دوآب کی طرف
سے گذر کر پانی پت میں آیا۔ یہاں پہونچکر اسیا داؤں اندری میں میان سلیمان پر چلایا
کہ اُس سے تین چار لاکھ معلوم نہیں کہ کتنا سار اروپیہ لیکر چنپت بنا۔ اسمعیل جلوانی و تین و
جلال خاں پسر کلاں عالم خاں اُس سے جدا ہو گئے اور میان دوآب میں چلے آئے امرا اور سپاہ کا
ایک حصہ جو عالم خاں نے جمع کیا تھا سلطان ابراہیم سے جا ملے جیسے کہ سیف الدین۔ دریا خاں
محمود خاں خانجہاں شیخ جمال فرملی۔ عالم خاں اور دلاور خاں اور حاجی خاں نے سرہند سے
گذر کر بابر کے آنے کا حال سُنا کہ قریب آگیا ہے اور ملوٹ کو لے لیا ہے۔ دلاور خاں بابر کا خیرخواہ
ہمیشہ سے تھا اور اُسکے سبب سے تین چار مہینے قید میں بھی رہ چکا تھا۔ اُن سے جدا ہو کر سلطان
پور اور کوچی میں آیا۔ اور بابر سے جس نے تین چار روز ہوئے تھے کہ ملوٹ کو فتح کیا تھا آنکر
ملا۔ عالم خاں و حاجی خاں آب ستلج سے اُتر کر آخر کو کنگوٹہ میں پہنچے۔ کنگوٹہ ایک مستحکم قلعہ کا

نام ہی جو کوہستان کے اندر دون اور میدان کے درمیان واقع ہی انکو بابر کی سپاہ کے ایک دستہ نے جسمیں افغان اور ہزارہ تھے جا گھیرا اور اس مضبوط قلعہ کو قریب تھا کہ فتح کر لیتا کہ رات ہوگئی۔ اب امرا نے قلعہ سے نکلنے کا ارادہ کیا مگر دروازہ میں گھوڑے ایسے پڑے تھے کہ وہ باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ ہاتھی اُنکے ساتھ تھے اُنھوں نے کچھ گھوڑوں کو کچلا اور مار ا مگر پھر بھی یہ امرا گھوڑوں پر سوار ہوکر راہ نہ پا سکے۔ پیادہ پا اندھیری رات میں ہزاروں تشویشیں اٹھا کر غازی خاں سے جا ملے۔ غازی خاں جب بھاگا تھا تو یہ سمجھ کر کہ وہ ملوٹ میں پناہ گزیں نہیں ہوسکتا پہاڑ میں بھاگ گیا تھا یہیں عالم خاں اُس سے ملا تھا مگر اُس نے اُسکو بھگت اچھی طرح اُس کی نہیں کی تو عالم خاں دون کے بائیں میں نواحی پہلو میں بابر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بابر کے امرا جو لاہور میں تھے اُسکے پاس سے آدمی نے آکر سیالکوٹ میں اطلاع دی کہ وہ صبح کو بابر کی خدمت میں حاضر ہونگے صبح کو کوچ کر کے بابر پرسرور میں آیا۔ محمد علی جنگجنگ خواجہ حسین اور بعض اور جوان جو لاہور سے آئے تھے بابر سے ملے۔ دریائے راوی کے کنارہ پر لاہور کی سمت میں غنیم کا لشکر تھا وہاں بابر نے بوچکہ کو اُس کے ہمراہیوں سمیت بھیجا کہ وہاں کی خبر لائے۔ شب کے سہ پہر کو وہ یہ خبر لاے کہ غنیم نے بمجرد بابر کی خبر پانے کے حیران و پریشان ہوکر بھاگنا شروع کیا اور ایک نے دوسرے کی خبر نہ کی۔

دوسرے روز صبح کو شاہ میر حسین اور بعض اور افسروں کو پرتل اور لشکر کی نگہبانی کیلیے چھوڑ کر بابر شاہ حسین اور بعض اور آدمیوں کو لیکر تیز روان ہوا۔ اور عصر و ظہر کے درمیان کلانور (راوی اور بیاس کے درمیان ہی) میں پہنچا۔ محمد سلطان مرزا و عادل مرزا اور امرا نے یہاں اُسکی ملازمت کی۔ کلانور سے صبح کو کوچ کیا راہ میں غازی خاں اور بھگوڑوں کے سراغ سے یہ خبر معلوم ہوئی کہ وہ نزدیک ہی ہیں۔ محمدی و احمدی اور بعض اور بیگ جو بابر کے ساتھ تھے۔ اور انکو کابل میں بیگ بنایا تھا وہ ان مفروروں کے تعاقب میں بھیجے گئے اور یہ امر قرار پایا کہ اگر وہ غنیم مفرور کو جا لیں تو فبہا ورنہ قلعہ ملوٹ کی اطراف کی خوب احتیاط کریں کہ قلعہ کے آدمی بھاگ نہ سکیں۔ بابر کی بڑی غرض اس انتظام میں غازی خاں تھا کہ وہ ہاتھ آئے۔ اب ان امرا کو بھیجکر بابر دریار بیاس سے اُتر کر کیہ امین کے مقابل مقیم ہوا۔ تین سفروں کے بعد قلعہ ملوٹ کے

درہ دامنہ میں باہر آیا۔ امرا کو جو پہلے یہاں آگئے تھے اور ہندوستانی امرا کو حکم ہوا کہ یہاں خیمے ڈالکر قلعہ کا محاصرہ کریں۔ دولت خاں کے بڑے بیٹے علی خاں کا بیٹا یہاں آیا تھا۔ کچھ وعدہ وعید و کچھ استمالت و تہدید کے ساتھ پیغام اُس کی معرفت قلعہ میں بھیجا گیا۔ جمعہ کو بابر لشکر کو پہلے روانہ کرکے آدہ کوس اور قریب آگیا اور قلعہ کو دیکھکر برانغار وجرانغار و قول میں لشکر تقسیم کرکے اپنے اردو میں واپس آیا۔ دولت خاں نے دلی خاں کو بھیجکر بابر کو اطلاع دی کہ غازی خاں تو پہاڑوں میں بھاگ گیا۔ اگر حضور میرے گناہ معاف کریں تو غلامی میں حاضر ہوکر قلعہ حوالہ کرتا ہوں بابر نے خواجہ میراں کو بھیجا کہ دولت خاں کی خاطر سے توہم کو دور کرے اور اُس کو لائے علی خاں اُسکا بیٹا اُسکے ہمراہ گیا۔ بابر نے اُس سے یہ بھی کہدیا تھا کہ ہوشیاری کرکے دولت خاں کو ہمارے پاس اس طرح لانا کہ اُس کی گردن میں وہی دو تلواریں بندھی ہوئی ہوں جو اُسنے ہم سے لڑنے کیلیے باندہی تھیں۔ باوجودیکہ اس روستائی احمق بزرگ کی یہ نوبت پہنچی تھی مگر پھر بھی وہ آنے میں حیلے حوالے کرتا تھا۔ مگر آخر کو جب وہ بابر کے روبرو آیا تو اُس نے حکم دیا کہ اُسکی گردن سے دونوں تلواریں کھول لی جائیں اور سامنے دوزانو بیٹھے جب یوں بیٹھنے میں تاخیر کی تو بابر کے حکم سے آدمیوں نے اُسکی گردن میں ہاتھ ڈالکر دوزانو بٹھایا۔ بابر نے ایک شخص کو بلایا جو ہندوستانی جانتا تھا اور اُسکو حکم دیا کہ باتیں جو میں کہتا ہوں وہ اُسی کی خاطرنشان کرے اُس نے کہا کہ میں نے تجھے پدر کہا تعظیم و احترام تیری اس سے زیادہ کی کہ تو چاہتا تھا۔ بلوچاں کی بدمزاجگی سے تجھے اور تیری بیٹیوں کو خلاصی دی تمہارے خیلوں اور حرموں کو ابراہیم کی قید سے میں نے آزاد کیا تاتارخاں کی ولایت تین کروڑ کی تجھے عنایت کی۔ میں نے تیرے حق میں کیا بدی کی تھی کہ تو نے دو شمشیریں کمر میں باندہ کر مجھ سے لڑنے کا ارادہ کیا اور میری ولایت پر چڑہ آیا اور اُس میں فتنہ و فساد مچایا۔ یہ پیر مبہوت ایک دو باتیں مُنہ کے اندر ہی بُڑبُڑاتا تھا کچھ معاملہ کی بات نہ کہتا تھا۔ ان باتوں کا جواب بھی کچھ سوائے سکوت کے کچھ اور نہ تھا۔

یہ قرار پایا کہ خیلخانے وحرم اُن کے ان ہی کو دیدیے جاویں باقی اور سب اسباب خزانے ضبط کیے جائیں اور اُنکو حکم ہوا کہ وہ خواجہ میراں کے ہمراہ نیچے آئیں۔ بروز شنبہ ۲۲۔ ربیع الاول کو اُسکے خیلخانوں اور حرموں کے صحیح سالم نکالنے کیلیے بابر خود دروازہ ملوٹ کی بلندی پر بیٹھا۔

علی خاں نے آنکر ایک اشرفی نذر دی۔ ظہر کی نماز کے وقت خیلچی نے اندر حرمیں باہر آنی شروع
ہوئیں عبد العزیز و محمد علی جنگجنگ قتلق قدم و محمّد و احمدی کو حکم ہوا کہ قلعہ کے اندر جاکر اُنکے خزانے
اور مال اسباب ضبط کریں بعض یہ کہتے تھے کہ غازی خاں نکل کر بھاگ گیا بعض کہتے تھے کہ ہم نے
اُسکو قلعہ میں دیکھا ہے۔ اس لیے بابر نے بعض آدمیوں کو متعین کیا کہ جہاں اُس کے ہونے کا گمان ہو
وہاں تلاش کیجائے۔ مبادا وہ مغالطہ دیکر نہ نکل جائے اصل غرض تو اُس کا پکڑنا ہی تھا۔ اُسکے
جواہر و خزانے نہاں ہوں وہ نکال کر ضبط کیے جائیں۔ قلعہ کے دروازہ پر آدمیوں کا ہجوم تھا وہ
لوٹتے تھے سیاست کے لیے بابر نے اُن پر تیر چلائے۔ ہمایوں کا ایک آدمی تیر کے لگتے ہی مر گیا قلعہ
کے اندر آیا اور سیر کی غازی خاں کی کتاب خانے میں گیا چند نفیس کتابیں آئیں سے لیں اُن میں بعض
اپنے مطالعہ کے لیے رکھیں اور چند ہمایوں کو دیں چند کامران کو بھیجیں۔ ملایانہ کتابیں بہت تھیں جتنی
صورت میں اچھی معلوم دیتی تھیں ایسی وہ سیرت میں نہیں تھیں۔ رات کو وہ یہیں رہا صبح کو باہر آیا
غازی خاں کا اُسکو یہ خیال تھا کہ قلعہ میں ہوگا مگر وہ بے حمیت نامرد پدر و برادر خرد و مادر و خواہر
خرد کو ملوت میں چھوڑ کر چند آدمیوں کے ساتھ پہاڑمیں بھاگ گیا۔ قطعہ

ببیں آں بے حمیت را کہ ہرگز	نہ خواہد دید روئے نیک بختی ۔
تن آسانی گزیند خویشتن را	زن و فرزند بگذارد بہ سختی ۔

روز چہار شنبہ کو یہاں سے کوچ کرکے جس پہاڑمیں غازی خاں گیا تھا اُس کی طرف کوچ کیا دہنہ
ملوت میں ایک کوس چلا تھا کہ دلاور خاں نے آنکر ملازمت کی۔ دولت خاں و علی خاں و اسمٰعیل خاں
اور بڑے بڑے امیروں کو قید کرکے کتہ بیگ کو حوالہ کیا کہ وہ اس قلعہ تلوکی میں بہیرہ کے اندر قید
رکھیں۔ بابر نے تلوت کا قلعہ محمد علی جنگجنگ کو حوالہ کیا اُس نے اپنے بھائی ارغوں کو سپاہ کے ساتھ
متعین کیا اور دو ڈیڑھ سو افغان و ہزارہ کے آدمی بھی کمک کے لیے اس قلعہ پر متعین ہوئے خواجہ
کلاں غزنیں کی شرابیں اونٹوں پر لادکر لایا تھا سو مجلسوں میں خوب پی گئیں۔ بابر آب کند کے
پہاڑوں سے گذر کر دون میں آیا جسکو ہندوستانی زبان میں جلگا دوں کہتے ہیں۔
غازی خاں کی خبر محقق بابر کو کسی جگہ نہ معلوم ہوئی اُس نے تردیکھ کو برم دیو ملہاس کے ساتھ
بھیجا کہ جہاں غازی خاں ملے اُسے پکڑ کر لاؤ۔ اس کوہستان خرد کے اندر دون میں عجیب مضبوط قلعے موجود

ہیں۔ شرق و شمال میں ایک قلعہ ہی جسکا نام کوٹلہ ہی اُسکے گرد پہاڑ ستّر اسّی گز ایک انداز کا ہی۔
غازی خاں نے جو یہاں مضبوط قلعے بنائے تھے اُن میں سے ایک یہ ہی۔ قلعہ میں آدمی تھے۔ بابر کی
سپاہ کے ایک دستہ نے اُس پر حملہ کیا اور قریب تھا کہ اُسکو وہ لے لیتا مگر رات ہو گئی۔ اہل قلعہ بھاگ
گئے قلعہ خالی کر گئے۔ دون کے قریب ایک اور قلعہ گنگوٹہ ہی جسکے گرد تمام ملک کوہستانی ہی مگر وہ پہلے
قلعہ کی برابر مضبوط نہیں ہی۔ عالم خاں اسی قلعہ میں تھا جسکا بیان پہلے مذکور ہوا۔ غازی خاں کے
لیے ایلغار روانہ کیا۔ پھر بابر ہمت کی رکاب میں پانوں رکھکر اور توکل کی باگ ہاتھ میں پکڑ کر
سلطان ابراہیم ابن سلطان سکندر بن سلطان بہلول لودی افغان سے لڑنے چلا۔ اِن دِنوں میں
دہلی پایۂ تخت تھا۔ ممالک ہندوستان اسکے قبضہ میں تھے۔ لشکر حاضر اس پاس ایک لاکھ تھا۔
امرا و وزرا کے پاس ایک ہزار فیل تھے۔ ایک کوچ کے بعد باقی شقاول کو دیبالپور عنایت کیا اور
بلخ کی مصلحت کے لیے کمک بھیجی۔ خویشوں و عزیزوں و فرزندوں اور چھوٹوں کو کہ کابل میں تھے بہت سا
روپیہ و فتح ملوت میں جو پونجی ہاتھ لگی تھی وہ اور سوغاتیں بھیجیں۔

بردر ود کھلور اور قلعہ ہائے کوہستان پر اس نواح میں مدتوں سے بسبب اِن مقاموں کے
استحکام کے کسی دشمن نے قدم نہ رکھا تھا مگر اس سپاہ نے جو ملوت قلعہ سے آگے بھیجی گئی تھی جاکر ان سب پر
قبضہ کر لیا اور وہاں کے آدمیوں کو لوٹ لیا۔ اور بابر سے آن ملی۔ عالم خاں بھی خراب ہو کر پیادہ و برہنہ
بابر پاس ملنے کو آیا۔ تو اُس نے اُس کے استقبال کے لیے امرا و مقرب بھیجے کچھ گھوڑے بھی بھیجے۔
اُسنے اس نواح میں آکر اُسکی ملازمت اور اطاعت اختیار کی۔ اس نواح کے کوہ و درہ میں میر حسین
خان بیگ اور بعض جوان رخصت لیکر سپاہ کے ساتھ گئے اور دو تین رات رہے مگر کوئی چیز معتدبہ
انکو ہاتھ نہ آئی۔ دون سے کوچ کر کے بابر روپڑ آیا۔ پھر روپڑ سے سفر کر سرہند کی برابر کرنال میں آیا
کہ ایک ہندوستانی نے اپنے تئیں سلطان ابراہیم کا ایلچی بیان کیا اگرچہ اس پاس کچھ خط و کتابت نہ تھی
مگر اس نے بابر سے یہ درخواست کی کہ ایک آدمی اُسکے ساتھ بطور ایلچی بھیجا جائے۔ بابر نے اُس
درخواست کو منظور کیا اور بسوادی قلنقطار اُس کے ساتھ بھیجا۔ یہ بیچارے دونوں ابراہیم کے پاس
جاتے ہی قید ہوئے اور اُنکے مارنے کا حکم ہوا۔ سوادی نے اُسی روز قید سے رہائی پائی کہ ابراہیم کو
بابر نے شکست دی بابر دو دن سفر کے بعد نور و سنور ندی کے کنارہ پر آیا اس ندی کو گگر کہتے ہیں چناب

اوسکے کنارہ پر پہنچا۔ اس منزل میں خبر آئی کہ سلطان ابراہیم خود دہلی سے اس طرف آگے بڑھا چلا آتا ہے اور حمید خان خشقال شقدار حصار فیروزہ بھی دس کوس بابر کی طرف بڑھ آیا ہے اس پاس حصار فیروزہ کا لشکر اور گرد و نواح کی سپاہ ہے۔ بابر نے کتہ بیگ کو بھیجا کہ وہ ابراہیم کے لشکر کی خبر لائے اور مومن آتکہ کو بھیجا کہ لشکر حصار کی خبر لائے۔ روز یکشنبہ ۲۲۔ جمادی الاول کو انبالہ سے بابر نے کوچ کیا اور ایک تالاب کے کنارے پر فروکش ہوا۔ کہ مومن آتکہ اور کتہ بیگ دونوں اس روز واپس آئے بابر نے برانغار کی تمام سپاہ ہمایوں کو حوالہ کی اور اوسکے ساتھ خواجہ کلاں و سلطان محمد دولدائی و ولی خازن اور وہ امرا جو ہندوستان میں رہ چکے تھے ساتھ کیے دوسرے روز دوشنبہ ۱۴ کو ہمایوں اپنی سپاہ بجمعیت حمید خاں کے سر پر یکایک جا چڑھا۔ ہمایوں نے پہلے سوڈیڑھ سو سپاہ قراولی کے طور پر بھیجی تھی دشمن کے قریب پہنچکر قراول اُس سے جا بھڑا ایک دو دفعہ اُن میں رد و بدل ہوئی کہ پیچھے سے ہمایوں کا لشکر نمودار ہوا اُسکے دیکھتے ہی دشمن فرار ہوا۔ ہمایوں کے لشکر نے سو دو سو آدمیوں کو نیچے گرایا اور انمیں سے آدھے آدمیوں کا سر اُڑایا اور آدھے آدمیوں کو زندہ مع آٹھ سات فیل کے ہمایوں کے لشکرگاہ میں لایا بروز دوشنبہ ۱۴۔ کو بابر کے پاس ننو قیدی اور آٹھ سات ہاتھی لایا۔ سیاست کے لیے بابر نے اُستاد علی قلی خاں و تفنگ اندازوں کو حکم دیا کہ ان سب قیدیوں کو تفنگ سے مار ڈالیں۔ یہ ہمایوں کی اول یورش تھی اور اول کام تھا جسکو باپ نے کہا کہ یہ ایک ہمایوں شگون تھا۔ قادغونچی یعنی ہلکی سپاہ مفروروں کے پیچھے گئی اور حصار فیروزہ کو جاتے ہی لے لیا اور اُسکو لوٹ کر مراجعت کی۔ حصار فیروزہ کا مع اُسکے توابع و مضافات کے ایک کروڑ محاصل تھا وہ اور کروڑ زر نقد ہمایوں کو بابر نے دیا اور یہاں سے کوچ کر کے شاہ آباد میں آیا۔ اور سلطان ابراہیم کی خبر لانے کے لیے آدمی بھیجا۔ اسی منزل میں چند روز توقف کیا اور رحمت پیادہ کو فتحنامہ دیکر کابل روانہ کیا۔ اس منزل میں ہمایوں نے اپنا خط اُسترہ و مقراض سے درست کرایا۔

۲۸۔ جمادی الاول روز دوشنبہ کو آفتاب نے برج حمل میں تحویل کی اور لشکر ابراہیم سے متواتر خبر آئی کہ وہ آہستہ آہستہ ایک روز میں دو کوس چل کر ہر منزل میں دو دو تین تین روز قیام کرتا ہے بابر بھی شاہ آباد سے ایک منزل درمیان کر کے دریائے جمن کے کنارے پر سرساوہ کے مقابل آیا خواجہ کلاں کے ملازم حیدر قلی کو خبر لانے کے لیے بھیجا۔ بابر نے جمنا سے اتر کر سرساوے کی سیر کی اس

منزل سے دریا کے نیچے کی طرف دو منزل کنارہ کے قریب قریب کوچ کیا تھا کہ حیدر علی جو خبر لینے کے لیے بھیجا گیا تھا وہ یہ خبر لایا کہ داؤد خاں اور ہیتیم خاں دریا پار میان دو آب میں چھ سات ہزار سوار وں کے ساتھ بھیجا گیا ہی وہ ابراہیم کے مقام سے آگے تین چار کوس پر ہماری طرف کی راہ پر مقیم ہی۔ بروز ایک شنبہ ۱۸ رجمادی الاول کو اس سپاہ کے مقابلہ کے لیے چین تیمور سلطان اور اور افسروں کو مع کل سپاہ جرانغار کے جو سلطان جنید کے ماتحت تھا روانہ کیا۔ سپاہ کے ایک حصہ قول کو بھی جو یونس علی اور افسروں کے ماتحت تھا بھیجا اور یہ ہدایت کی کہ دفعۃً غنیم پر ایلغار کر کے چڑھ جائیں۔ دوسرے روز صبح کی نماز کے وقت دریا سے اترے اور عصر و مغرب کے درمیان دشمن کے قریب آئے اور کچھ اپنے تئیں قریب کیا اور دشمن سے لڑنے چلے۔ مگر بمجرد اس لشکر کے پہنچنے کے دشمن بھاگا اور وہ اسکے پیچھے آدمیوں کو مارتے ہوئے لشکر ابراہیم تک پہنچے۔ ہیتیم خاں کو جو داؤد خاں کا بڑا بھائی اور ایک سردار تھا اور ستر اسی قیدیوں اور چھ سات ہاتھیوں کو گرفتار کر کے لائے دشمن کی سیاست کے لیے اکثر کی گردن اڑائی گئی۔

یہاں سے کوچ کر کے بابر نے کل سپاہ کو جنگ کے لیے جرانغار و برانغار و قول و لیاول میں مرتب کیا اور اسکو ملاحظہ کر کے دم کیا۔ دم کی یہ رسم ہی کہ جب سپاہ سوار ہوتی ہی تو اس کا سپہ سالار کمان یا چابک ہاتھ میں لیتا ہی اور بموجب دستور مقررہ کے سپاہ کے شمار کا تخمینہ کرتا ہی جسکے موافق وہ حکم لگاتا ہی کہ سپاہ کی مقدار اتنی ہوگی۔ اسطرح بابر نے جو سپاہ کا قیاسی تخمینہ کیا تھا اتنا ہی تھا جتنی کہ سپاہ نظر میں آئی۔ اس منزل میں توقف ہوا کہ وہ اپنے حال کے موافق اسباب کو درست کریں سات سو ارابہ (یعنی توپیں) تیار ہوئے۔ استاد قلی کو حکم ہوا کہ روم کے دستور کے موافق ارابوں یعنی توپوں کے رہکلوں کو گائے کے چمڑے کے رسوں سے بجائے زنجیر کے باندھ دے اور دو توپوں کے درمیان چھ سات توڑوں کی جگہ چھوڑے (بدایونی نے توڑے کی جگہ تو برا لکھا ہی کہ وہ مٹی سے بھرے ہوئے تھے) ان ارابوں کے پیچھے تفنگ انداز کھڑے ہو کر تفنگ چھوڑیں (تفنگ سے مراد توڑے دار بندوق سے ہی) اس اسباب کی ترتیب کرنے میں پانچ چھ روز اس منزل میں توقف ہوا۔ اسباب کے تیار و تکمیل ہونے کے بعد امرا اور اہل علم و صاحب تمیز جوانوں کو مشورہ عام کے لیے جمع کیا۔ اس مجلس میں یہ رائیں قرار پائیں کہ پانی پت ایسا شہر ہی کہ اس میں محلے اور گھر

بست سے ہیں وہ لشکر کے لیے خاصی ایک دیوار ہے۔ اور دوسری طرف اُس کے ارابے و تورے مضبوط کیے جائیں اور اُن کے پیچھے تفنگچی اور پیادے کھڑے کیے جائیں۔ بعد اسکے کوچ ہوا۔ ایک منزل درمیان کرکے پنجشنبہ سلخ جمادی الاول کو پانی پت کے قریب بابر کا لشکر آیا۔ دائیں ہاتھ کی طرف شہر کے محلے تھے اور سامنے ارابے و تورے لگائے گئے بائیں طرف اور کئی مختلف جگہ خندق کھودی اور درختوں کی شاخوں کی باڑ لگائی۔ اور ایک ایک تیر کے فاصلہ پر اسقدر جگہ چھوڑ دی کہ سو سو پچاس پچاس آدمی باہر نکل آئیں۔ بابر لکھتا ہے کہ میرے لشکر کے بعض آدمیوں کو بہت تردد و توہم تھا مگر یہ توہم و تردد ناحق ہوتا ہے۔ جو کچھ اللہ تعالے نے ازل میں تقدیر کیا ہے وہی ہوتا ہے کچھ اور نہیں ہوتا۔ مگر میں ان آدمیوں کو بھی کوئی الزام نہیں لگاتا اس لیے کہ وہ دو تین مہینے سے اپنے وطن سے آئے تھے ایک ایسی بیگانی قوم سے لڑائی تھی کہ وہ نہ اُن کی زبان سمجھتے تھے نہ وہ اُسکی زبان جانتے تھے۔

غنیم کے حاضر لشکر کا ایک لاکھ تخمینہ کرتے تھے اور امرا و وزرا اسکے ہاتھی ہزار فیل اُسکے پاس باپ دادا کا خزانہ جمع کیا ہوا نقد موجود تھا۔ ہندوستان میں یہ رسم ہے کہ جسوقت ضرورت ہوتی ہے تو روپیہ دیکر سپاہ کو ایک مدت کے لیے نوکر رکھ لیتے ہیں اور اِن آدمیوں کو سہ بندی کہتے ہیں۔ اگر سلطان ابراہیم کو اسکا خیال آتا تو ایک لاکھ سپاہ اور جمع کر سکتا تھا۔ مگر اللہ تعالے کو تو میرا کام بنانا منظور تھا نہ وہ اپنے جوانوں کو راضی کر سکا نہ اپنے خزانہ کو قسمت کر سکا۔ بخل و امساک اُسکی طبیعت پر ایسا غالب تھا کہ وہ اپنے جوانوں کو راضی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ خود بیحد زر جمع کرنے کا طالب تھا وہ ایک ناتجربہ کار جوان تھا وہ اپنی سب حرکتوں میں غافل تھا اُس کا آنا بغیر انتظام کے تھا اس کا قیام اور جانا بے تدبیری کے ساتھ تھا۔ اُس کا لڑنا بغیر دوراندیشی کے تھا۔ جسوقت پانی پت اور اُسکے اطراف میں میرا لشکر اپنے مقام کو ارابوں و شاخوں و خندق سے مضبوط و مرتب کر رہا تھا تو درویش محمد ساربان نے عرض کیا اسقدر احتیاط اس مقام کے استحکام میں کیگئی ہے کہ ممکن نہیں دشمن کو خیال یہاں آنے کا ہو۔ میں نے اُس سے کہا کہ تو دشمن کو اوزبکوں کے خانوں اور سلطانوں پر قیاس کرتا ہے مگر تجھے چاہیے کہ اِن دشمنوں پر اُن دشمنوں کا قیاس نکر [illegible] لڑ چکے ہیں۔ اِن دشمنوں کو یہ تمیز ہی نہیں ہے کہ کہاں آگے بڑھنا چاہیے اور کہاں پیچھے ہٹنا

خدائے تعالیٰ نے میرے سب کام درست کیے اور جو میں نے کہا تھا وہی ہوا۔ ہم پانی پت میں آٹھ سات روز رہے ہمارے تھوڑے تھوڑے آدمی دشمن کے بڑے لشکر کے سپاہیوں پر تیر چلاتے تھے مگر وہ کوئی جنبش و حرکت نہ کرتے تھے۔ آخر کو بعض ہندوستانی امرا خیر خواہ کی رائے پر عمل کیا کہ میں نے ملک خواجہ اور اور امرا کو چار پانچ ہزار سپاہ دیکر شب خوں مارنے کے لیے بھیجا۔ مگر وہ آپس میں اول اچھی طرح نہ ملے اور ایسے پریشان روانہ ہوئے کہ وہ دشمن کے لشکر تک پہنچکر کچھ کام نہ کر سکے۔ جب دن نکل آیا تو غنیم کے لشکر کے پاس پہنچے غنیم بھی نقارے بجا کر اپنے ہاتھیوں کو درست کرکے لڑنے آگئے۔ اگرچہ میرا لشکر اُن کا کچھ نہ کر سکا مگر یہ خیر ہوئی کہ اسقدر آدمیوں سے اپنے تئیں بچا کر صحیح سلامت اُلٹا چلا آیا اور کسی آدمی کی جان کو ضایع نہ ہونے دیا محمد علی جنگجنگ کے پاؤں میں تیر لگا اگرچہ وہ مہلک تھا مگر وہ میدان جنگ میں پھر نہ جا سکا میں نے یہ خبر سنکر ہمایوں کو کوس یا ڈیڑھ کوس آگے اُن پاس بھیجا اور خود لشکر میں رہ کر آس کو درست کیا اور لیکر بابر پاس چلا۔ شب خوں کی سپاہ ہمایوں کے لشکر کے ہمراہ ہوئی۔ کوئی غنیم کا آدمی آگے نہیں بڑھا۔ ہم بھی پھر کر اپنے لشکر میں چلے آئے۔ اسی رات کو ایک جھوٹا غوغا مچا اور ایک گھڑی تک لشکر کے تیار ہونے کا شور مچتا رہا اور غل غپاڑہ رہا جنھوں نے پہلے ایسا غوغا نہیں دیکھا تھا۔ انکو تردد و توہم ہوا پھر کچھ دیر کے بعد یہ غوغا موقوف ہوا۔

صبح کی نماز کے وقت خبر آئی کہ غنیم درست ہو کر ہماری طرف آتا ہے۔ ہم بھی جیبہ پہنکر اور ہتھیار باندھ کر سوار ہوئے۔ برانغار ہمایوں کو اور اُسکے ساتھ اور افسروں کو اور جرانغار سلطان مرزا کو اور اُسکے ساتھ اور امیروں کو اور قول کا دست راست چین تیمور سلطان اور اور اُسکے ساتھ اور امیروں کو اور قول کا دست چپ خلیفہ اور اُسکے اور ہمراہیوں کو ہراول خسرو تاش اور امیروں کو حوالہ ہوا اور عبد العزیز میر آخور طرح میں متعین ہوا اور برانغار کی اوج میں ولی قزل اور اور امرا مقرر ہوئے۔ باباقشقہ کو مع مغلوں کے تلغمہ میں اور جرانغار کے اوج میں قراقوری کو اور تنکری قلی مغول کو تلغمہ کے راست میں مقرر کیا اور انکو ہدایت ہوئی کہ اگر دشمن بہت قریب آجائے تو چکر کھا کر اُسکے پیچھے آئیں۔

جب غنیم سامنے آیا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ برانغار کی طرف اُس کا میلان بہت ہے اس سبب کے

عبد العزیز کو کہ طرح میں متعین تھا برانغار میں کمک کے لیے بھیجا سلطان ابراہیم کی سپاہ دور سے
نمودار ہوئی تھی وہ کسی جگہ ٹھیری نہیں اور تیز چلی۔ جب ہماری سپاہ انکو نمودار ہوئی۔ اور آدمیوں
نے دیکھا کہ وہ ترتیب سے حصوں میں بٹی ہوئی کھڑی ہوئی ہی اور اُسکی حفاظت ایسی ہوئی ہی جیسی کہ
اوپر بیان ہوئی تو وہ ٹھہری اور سوچ بچار میں ہوئی کہ ہم ٹھہرے رہیں یا نہیں۔ ہم آگے بڑھیں یا
نہیں۔ وہ کھڑے نہیں ہو سکتے تھے نہ پہلی طرح سے تیزی کے سات آگے بڑہ سکتی تھی۔ میں نے احکام
بھیجے کہ سپاہ جو تلغمہ میں موجود ہی وہ دشمن کے دائیں بائیں طرف سے پھر کر انپر تیر لگائیں۔ جرانغار
سے مہدی خواجہ پہلے آیا۔ دشمن کا ایک گروہ ایک ہاتھی کے ساتھ اُس سے لڑنے آیا۔ میری سپاہ نے
اُن پر تیروں کا مینہ برسایا۔ یہ حصہ دشمن کی فوج کا الٹا چلا گیا۔ جرانغار کی کمک کو احمد بردانچی کو
بھیجا۔ دائیں جانب لڑائی سخت تھی۔ وہاں میں نے محمد گوکلتاش کو بھیجا۔ اوستاد علی قلی نے بھی
بہت دفعہ توپوں کی باڑ ماری اور سامنے کے دشمنوں کو خوب مارا اور مصطفےٰ توپچی نے بائیں
طرف کے اپنے توپخانے سے خوب کام لیا۔ برانغار اور جرانغار و قول و تولغمہ نے غنیم کو
چاروں طرف سے گھیر لیا اور جنگ میں بڑی کوشش سے مشغول ہوئے اور اُن پر خوب
تیر برسائے ایک دو دفعہ دشمن نے کوتاہ حملے میرے لشکر کے جرانغار اور برانغار پر کیے
جنکو میرے لشکر نے ہٹا دیا۔ غرض دو لشکر آپس میں ایسے گتھ گئے کہ نہ اُنکو آگے بڑھنے
کی راہ تھی نہ بھاگنے کا رستہ تھا۔ خدا کی عنایت سے یہ میرا مشکل کام سہل ہوا۔ اور
ایسے بڑے زبردست دشمن کا لشکر دوپہر میں خاک میں مل گیا۔ میدان جنگ میں پانچ چھ
ہزار آدمی مرے ہوئے ابراہیم کے پاس پڑے ہوئے تھے۔ میدان جنگ اور اِدھر اُدھر کے
مرے ہوئے آدمی جو شمار ہوئے تو پندرہ سولہ ہزار تھے۔ آگرہ میں پہنچکر بعض ہندوستانیوں
کی زبانی معلوم ہوا کہ چالیس پچاس ہزار آدمی اس معرکہ میں مردہ ہوئے۔ باقی کے پیچھے قتل اور
اسیر کرتا ہوا میرا لشکر گیا۔ جو امرا پیش رو تھے وہ امیروں اور افغانوں کو اسیر کرکے لانے
لگے اور بہت سے ہاتھی مع فیل بانوں کے لاکر پیشکش میں دینے لگے۔ غنیم کا کچھ فاصلہ تک تعاقب
کرکے اور یہ سمجھکر کہ ابراہیم زندہ میدان جنگ سے بھاگ گیا ہی میں نے کشمی مرزا کو مقرر کیا کہ وہ
آگرہ تک اُس کا تعاقب کرے۔ جب میں ابراہیم کے لشکر کے درمیان سے گذرا اور اُسکی سراپردہ

اور گھروں کی سیر کی تو سیاہ آب (کالندی) پر اترا۔ ظہر کی نماز پڑھی تھی کہ خلیفہ کا چھوٹا بھائی طاہر طبری کو ابراہیم مردوں میں ملا اُسکا سر کاٹ کے میرے پاس وہ لایا۔ یہ حال ہم نے طبقات بابری سے نقل کیا ہے۔ اور اسی بیان کو اور مورخوں کے بیان سے زیادہ معتبر گنتا ہے۔ ہم اسی جنگ کے بیان کو ایک اور پیرایہ میں ادا کرتے ہیں جس سے اصل حال اس کا مختصر بیان میں آجاتا ہے۔ پانی پت کے جس میدان میں لڑائی ہوئی وہ ایک وسیع قطعہ زمین ہموار ہے کہیں کہیں اس میں کچھ اونچے ٹیلے ہیں۔ کم پیداوار زمین بھی اُس میں کہیں کہیں تھی۔ وہ بہت چھوٹی ندیوں سے کہیں سیراب بھی ہوتی ہے۔ گھاس پھوس جھاڑیاں اُگانے میں بھی وہ خست کرتی ہے۔ زیادہ تر حصہ اُسکا بنجر ہے جو اپنا سفید زرد سرد کھاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ میدان ایسا سنسان ویران بھیانک قدرت ہی نے اس لیے موضوع کیا ہے کہ قومیں اس میں لڑا کریں۔

اس میدان میں ۲۰ اپریل ۱۵۲۵ء کو سلطان ابراہیم نے اپنے سوار جمع کیے کہ حملہ آور ہوں بڑے بڑے ہندوستانی امرا خوب چمک دمک ملمع کے ہتیار لگائے ہوئے تھے۔ سیکڑوں ہاتھی سجے سجائے اُن کے ساتھ تھے۔ خیموں پر کلس ایسے نظر آتے تھے کہ کسی کھیت میں زربفت کے تھانوں کو بچھا کر سونے کے درخت لگا دیے ہیں۔ دنکو اُن میں عیش و نشاط کا ہنگامہ گرم تھا۔ مگر اس سے بالکل مختلف دوسری جانب کا حال تھا کہ وہ صحرا نورد جنکی زندگی جنگ کے میدانوں میں گذری تھی اور وہ اپنے وطن کے کوہستانوں سے لڑتے ہوئے گرم لوؤں اور خشک صحراؤں میں آئے تھے۔ بہت سے انہیں اپنے سردار کے یہاں بے تکلف چلے آنے سے تردد و توہم میں پڑے تھے۔ بابر نے جو لکھا ہے کہ یہ تردد و توہم انکا بیجا ہے مگر اُن کی یہ حالت کہ وہ ایک بیگانے ملک میں ایسے بڑے لشکر کے مقابل میں پڑے ہیں ایسے ہی کہ میں اُن کو زیادہ الزام اُن کے تردد و توہم پر نہیں لگا سکتا۔ مگر ان دونوں لشکروں کے سپہ سالاروں کی لیاقتوں میں ایسا فرق تھا کہ ایک لشکر کی کمی اور اُس کے سپہ سالار کی لیاقت کی افزونی اور دوسرے لشکر کی زیادتی اور اُسکے سپہ سالار کی لیاقت کی کمی آپس میں موازنہ کرتی تھی۔ شہنشاہ دہلی کو بابر کہتا ہے کہ وہ ناتجربہ کار کنجوس تھا سپہ گری کے فن سے ناآشنا۔ دشمن کے سامنے کھڑے رہنے میں بد سلیقہ۔ لڑنے میں

ناعاقبت اندیشی۔ برخلاف اسکے بابر تھا جس نے مصائب و مشکلات کے مدرسے میں دانائی و تجربہ کا
سبق سیکھا تھا اور کوئی واقعہ جنگ ایسا نہ تھا جو اسکو نہ پیش آیا ہو۔ اُس کے لشکر کے دائیں جانب
کی حفاظت پانی پت کی دیواریں کر رہی تھیں اُس کے مقابل کی جانب کی پاسبانی توپخانہ کرتا تھا۔
توپوں کا زنجیرہ چمڑے کے رسوں سے بندھا ہوا تھا۔ اُن کے پیچھے اور تورے حصار بنے ہوئے تھے
اُس کے پیچھے بندوقچی تھے جنکے توڑے دار بندوقیں قائم تھیں اور لمبی افغانی جزائل تھے جنکا بولنا
ہونا فرنگیوں کی سپاہ کے زندہ آدمیوں کی یاد میں ہے۔ بائیں طرف بابر نے خندقیں بنا کے اُن میں
درختوں کی شاخیں لگائی تھیں۔ اُن چیزوں کی تیاریوں میں اُس نے بڑے گھنٹے لگائے تھے
دوسرے دن صبح کو بے صبر ابراہیم اپنے رنگ برنگ کے گھوڑے دشمنوں پر حملہ کرنے کے
لیے لایا جسکا نتیجہ جو ہوا وہ پہلے ہی سے معلوم تھا۔ ایک طرف کو شجاعت مایوسانہ تھی اور کچھ سامان
سا لٹلنک لڑائی کا تھا۔ دوسری طرف مسلح آدمی متوسط تھے جن میں نیزہ و تیر زنوں کی صفوں کا
ہجوم و ازدحام نہایت احمقانہ و بد انتظام تھا۔ مغلوں کے سواروں نے تین غول بنائے۔ دو
غول دشمنوں پر جو آگے بڑھے چلے آتے تھے حملہ کرنے کے لیے اور ایک غول لشکر کی حفاظت کے
واسطے رکھا۔ ان میں تیرانداز بھی تھے جنھوں نے دشمن کے دائیں طرف نکل کر اوسکے عقب پر
تیروں کا مینہ برسایا اور حیران و پریشان کر دیا۔ سامنے جو اُن پر حملہ ہوا اُس کو اُن کے توپخانہ
نے پرے ہٹا دیا ہندوستانی سپاہ جتنی مغلوں کے نزدیک آتی تھی اُتنی وہ حملہ کرنے میں بیدل
ہوتی جاتی تھی۔ اُن کی صفیں کی صفیں آپس میں دب کر تیروں سے چھاتی جاتی تھیں نہ وہ آگے
آگے بڑھ سکتی تھیں نہ پیچھے ہٹ سکتی تھیں اُنکا خود ہجوم ہی اُن کے حق میں زہر ہوا۔ اور وہ
گڈ بڈ خلط ملط ہو کر بے ترتیب ہو گئیں۔ ابراہیم اور اُس کے منتخب آدمیوں نے بے فائدہ لڑائی
کے سنبھالنے میں سعی کی سلطان کو ایک مصاحب نے سمجھایا کہ ابھی وقت ہے کہ مہلکہ سے باہر نکل جائیے
لیکن مغلوں کے سوار آگے تھے پیچھے تیرانداز تھے اسلیے ابراہیم نے باہر جانے سے انکار کیا۔ اور
اپنے ہوا خواہ ملازموں کے ساتھ میدان جنگ میں کام آیا۔ یہاں پانچ چھ ہزار ہندوستانیوں
کی لاشیں اپنے سلطان کو ساتھ لیے ہوئے پڑی تھیں۔ بابر کے حساب کے موافق پندرہ
ہزار کا خون ہوا۔ ایک ہی معرکہ میں ہندوستان کے فرماں روا بدل گئے اب

پھر طبقات بابری سے نقل کرتے ہیں۔

جس روز ہیں نے ہمایوں مرزا اور افسروں کو مقرر کیا تھا کہ جریدہ جا کر آگرہ پر قبضہ کریں۔ مہدی خواجہ و محمد سلطان مرزا اور امرا کو مقرر کیا کہ پرتل سے جدا ہو کر ایلغار کرکے قلعہ دہلی میں جا کر خزانوں کی احتیاط میں بیٹھ رہیں۔ دوسرے روز صبح ایک کوس کوچ کرکے دریائے جمن پر قیام کیا کہ گھوڑے تازہ دم ہو جائیں دو منزل درمیان کرکے روز سہ شنبہ کو مرزا منور شیخ نظام الدین اولیا کا طواف کیا اور دہلی کے برابر جمنا کے کنارہ پر اُترا۔ شب چہار شنبہ کو قلعہ دہلی کی سیر کی اور رات کو یہاں تا صبح کو قلعہ دہلی سے خواجہ قطب الدین کا طواف کیا۔ مقبرہ و عمارت سلطان غیاث الدین بلبن و سلطان علاء الدین خلجی و منار و حوض شمسی و حوض خاص و مقابر و باغات سلطان بہلول کی سیر کی اور لشکر میں واپس آیا۔ اور کشتی میں سوار ہوا اور عرق پیا۔ دہلی کی شقداری کا منصب ولی بیگ قزل کو دیا اور دولت بیگ کو دیوان دہلی مقرر کیا اور خزانوں پر مہر کرکے اُن کے حوالہ کیے روز پنجشنبہ کو کوچ کرکے تغلق آباد کی برابر جمنا کے کنارہ پر قیام کیا روز جمعہ کو یہاں توقف کیا مولانا محمود و شیخ زین اور امیر دہلی میں گئے اور جمعہ کی نماز میں میرے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور فقرا میں کچھ روپیہ تقسیم کیا۔ پھر وہ اُلٹے آئے۔ ہم نے ہفتہ کو اپنے قیام گاہ سے سفر کیا اور کوچ پر کوچ کرکے آگرہ پہنچے۔ اور سلیمان فرملی کے مکان میں ٹھیرے۔ مگر یہ مکان قلعہ سے دور تھا۔ اس لیے دوسرے روز جلال خاں جگھت کی جاگیر میں اُترا۔ ہمایوں یہاں پہلے سے آیا تھا۔ اہل قلعہ نے غدر کرکے اُس کو اندر آنے نہیں دیا تھا۔ ہمایوں نے دیکھا کہ قلعہ میں آدمی بے سرے ہیں کہیں خزانوں کو نہ لوٹ لیں اُس نے خزانوں کے برآمد کی راہ بند کی اور میرے آنے تک چپکا بیٹھا رہا۔

بکرماجیت ہندو کہ گوالیار کا راجہ تھا۔ سو برس سے زیادہ ولایت گوالیار میں اُس کے باپ دادا راج کرتے چلے آئے تھے۔ سکندر کئی سال تک رہا اور گوالیار کی فتح میں کوشش کرتا رہا۔ بعد ازاں سلطان ابراہیم کی سلطنت میں اعظم ہمایوں شروانی نے کچھ مدت تک اس کا محاصرہ کیا۔ اس پر کئی حملے کیے آخر کو صلح کرکے اُس کو لے لیا شمس آباد بکرماجیت کو دیا گیا۔ وہ سلطان ابراہیم کے ہمراہ ہو کر بابر سے لڑا اور مارا گیا۔ اُس کے اہل و عیال و خیلخانہ آگرہ میں تھا

جب ہمایوں آیا تو بکرماجیت کے آدمیوں نے بھاگنے کا ارادہ کیا مگر ہمایوں کے آدمیوں نے اُن کو گرفتار کر لیا۔ ہمایوں نے اُن کے لوٹنے کی اجازت نہیں دی۔ اُنھوں نے اپنی خوشی سے بہت سے جواہر پیشکش میں دیئے۔ اُن میں ایک نامور ہیرا تھا جس کو سلطان علاء الدین لایا تھا ایسا مشہور ہی کہ ایک جوہری نے اُس کی قیمت کا تخمینہ کیا تھا کہ جتنا روپیہ سارے عالم کا ایک روز کے خرچ میں صرف ہوتا ہی اُس سے آدھی اُس کی قیمت ہی۔ اُس کا وزن آٹھ مثقال کا تھا۔ ہمایوں نے میری نذر کیا میں نے اوسے ہی پھر دیدیا (یہ ہیرا کوہ نور ہے جس نے بہت سے اپنے مالکوں کو تباہ کیا ہے۔ اب وہ جناب قیصر ہند کے تاج میں چمکتا ہی۔ اوسٹے وزیر نے اُس کی قیمت کا تخمینہ ۰۰۰۰۰ ۸ پونڈ کیا ہی)

قلعے کے اندر جو سپاہی تھے اُن میں دانا مرد یہ تھے ملک داد کرانی ہیں سور۔ فیروز خاں میواتی اُنھوں نے کچھ حیلے حوالے کیے تھے اُن کی سیاست کے واسطے آدمی بھیجے گئے۔ ملک داد کرانی اور بعض اوروں نے مجھ سے ملنے کی استدعا کی چار پانچ روز کے اندر میں نے اُن کی استدعا کے موافق عنایت و شفقت کی اور سب قصور اُن کے معاف کر دیئے۔ ابراہیم کی ماں کو سات لاکھ ٹنکہ کی جاگیر دی۔ اُس کے ہمراہی امرا میں سے ہر ایک کو پرگنے دیئے۔ آگرہ سے ایک کوس پر ایک محل میں اُس کو بھجوا دیا۔ دوشنبہ، ۲۰ رجب کو آگرہ میں ظہر کی نماز پڑھی اور سلطان ابراہیم کے محل میں اترا

جب میں نے ۹۱۰ھ میں ولایت کابل کو فتح کیا تھا تب سے ہندوستان کے فتح کرنے میں رات دن میرا خیال لگا رہتا تھا۔ کبھی امیروں کی سُست رائی اور کبھی بھائیوں کی ہمتائی سے نہ ہندوستان پر یورش میسر ہوئی نہ اُس کے ممالک مسخر ہوئے۔ آخر کو یہ سب موانع رفع ہوئے۔ کوئی چھوٹا بڑا امیر ایسا نہ رہا کہ میرے اس مقصود کے خلاف کوئی بات کہتا ۹۲۵ھ میں لشکر کشی کر کے قلعہ بجور کو دو تین گھڑی میں فتح کر لیا۔ قلعے کے آدمیوں کا قتل عام کیا۔ بھیرہ میں آیا۔ اُس کو تاخت و تاراج نہیں کیا۔ نقد و جنس چار لاکھ شاہرخی کا وہاں کے آدمیوں سے لیکر لشکر میں تقسیم کر دیا اور کابل میں مراجعت کی۔ اس تاریخ سے تاریخ ۹۳۲ھ تک سات آٹھ سال میں پانچ دفعہ ہندوستان پر لشکر کشی۔ پانچویں دفعہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سلطان ابراہیم جیسے غنیم کو ابتر و مقہور کیا۔ ہندوستان جیسا ملک مسخر و میسر ہوا۔ حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم

کے عہد سے اس تاریخ تک اس طرف کے بادشاہوں میں سے تین بادشاہ ولایت ہندوستان
پر مسلط ہوئے ہیں اور اُنھوں نے سلطنت کی ہی۔ ایک سلطان محمود غزنوی نے اُس کی اولاد
ہندوستان کی مملکت کے تخت پر مدت مدید تک بیٹھی رہی۔ دوم سلطان شہاب الدین غوری
اور اُس کے غلاموں اور توابع نے بہت برسوں اس ملک میں بادشاہی کی ہی۔ سوم میں ہوں
مگر میرا کام ان بادشاہوں کے کاموں سے مشابہت نہیں رکھتا اس لیے کہ سلطان محمود نے جب
ہندوستان کو مسخر کیا تو خراسان کا تخت اُس کے تحت میں تھا سلاطین خوارزم و دار المرز اُس کے
مطیع و منقاد تھے سمرقند کا بادشاہ اس کا زیر دست تھا اگر اس کا لشکر دو لاکھ نہ تھا۔ تو ایک لاکھ
ضرور تھا۔ اس ملک میں راے راجہ بہت سے راج کرتے تھے۔ تمام ہندوستان کا ایک
بادشاہ نہ تھا۔ دوم سلطان شہاب الدین غوری اگرچہ خراسان کی سلطنت نہ رکھتا تھا۔ مگر اس کا
بڑا بھائی سلطان غیاث الدین غوری یہ سلطنت رکھتا تھا۔ طبقات ناصری میں لکھا ہی کہ وہ ایک دفعہ
ایک لاکھ بیس ہزار لشکر لیکر آیا۔ اس کے غنیم بہیں کے رائے راجہ تھے۔ تمام ہندوستان
میں ایک بادشاہ نہ تھا۔ میں جب بھیرہ میں آیا تو پندرہ سو غایت دو ہزار آدمی میرے ساتھ تھے۔
پانچویں مرتبہ میں جو سلطان ابراہیم کو میں نے زیر کیا اور ممالک ہندوستان کو فتح کیا تو میرے ہمراہ
جو لشکر تھا اُس میں نوکر و سوداگر و چاکر سب ملکر کل بارہ ہزار قلم بند ہوئے تھے۔ کبھی ہندوستان کے
فتح کرنے کو اس قدر کم لشکر نہیں آیا۔ میرے پاس جو ملک تھا وہ بدخشاں و قندہار و کابل و قندز
تھا اور ان سے کوئی نفع معتد بہ نہیں ہوتا تھا بلکہ اُن کی مدد عظیم کرنی لازم تھی غنیم بغل میں موجود تھا
ماوراء النہر کی تمام ولایات اوزبک خوانین و سلاطین کے تصرف میں تھیں جن کے لشکر کا تخمینہ ایک
لاکھ ہوتا تھا۔ وہ میرے قدیمی دشمن تھے۔ مملکت ہندوستان بھیرہ سے لیکر بہار تک افغان بادشاہ
کے تصرف میں تھی اُس کا بادشاہ سلطان ابراہیم تھا جس کے لشکر کا حساب پانچ لاکھ آدمیوں کا
کرنا چاہیے۔ اس وقت بعض امراء پورب اس کی مخالفت کر رہے تھے اس کا حاضر لشکر کا تخمینہ ایک لاکھ
تھا۔ خود اور اُس کے امراء کے ہاتھی ہزار کے قریب تھے۔ میں نے توکل کرکے اوزبک جیسے
لاکھ پُرانے باغی پس پشت چھوڑے اور سلطان ابراہیم جیسے صاحب لشکر اور ممالک ملک سلیمان کے روبرو
آیا اس توکل کے سبب سے خدا تعالیٰ نے میری محنت و مشقت کو ضائع نہیں کیا۔ غنیم کو جو روبرو آیا

مغلوب کرایا اور ہندوستان جیسی وسیع مملکت کو مفتوح۔ یہ دولت مجھے اپنی قوت و زور سے نہیں
حاصل ہوئی اور یہ سعادت اپنی سعی و ہمت سے نہیں ملی بلکہ محض عنایت و کرم الٰہی سے ملی ہو۔
غرض بابر نے اپنی اس فتح کا حال اس طرح بیان کیا ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کو
سلطان محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری کی فتوح سے بہتر سمجھتا تھا۔ اگرچہ ان چند ابتر
صوبوں کی فتح کو جو سلطان ابراہیم کے قبضے میں تھے۔ سارے ہندوستان کی فتح سمجھنا یا سلطان
محمود غزنوی اور سلطان شہاب الدین کی فتوح کی برابر جاننا بجا نہیں معلوم ہوتا۔ مگر جب اس
فتح کی خصوصیات پر غور کیا جائے وہ ایک کار عظیم معلوم ہوتا ہو اور اُس کے نتائج پہلے فتوح سے
زیادہ عظمت و وقعت رکھتے ہیں۔ یہ فتوح ایسے بادشاہوں کی سلطنت کی بانی مبانی ہوئی
کہ جن کے عہد میں ہندوستان کا ملک غایت شادابی اور نہایت آبادی کو پہنچا۔ گو جس قدر
حکومتیں کہ آج کل ہندوستان میں قائم ہیں وہ انھیں بادشاہوں کی تباہی کے نتیجے اور بربادی
کے نمونے ہیں۔

بابر لکھتا ہو کہ ہندوستان کے ممالک وسیع و پر مردم و سیر حاصل ہیں مشرقی و جنوبی بلکہ غربی حدود
دریائے محیط پر ختم ہوئی ہیں۔ اُس کے شمال میں ایک پہاڑ ہو جس سے کوہ ہندوکش و کافرستان
و کوہستان کشمیر پیوستہ ہیں۔ مغرب شمال میں اُس کے کابل و غزنی و قندہار واقع ہیں پائے تخت
اس کا دہلی ہو۔ سلطان شہاب الدین غوری کے عہد سے سلطان فیروز شاہ کے عہد تک اکثر سلاطین
دہلی کے تحت و تصرف میں ہندوستان رہا اور اس تاریخ کہ میں نے ہندوستان فتح کیا پانچ
مسلمان بادشاہ اور دو ہندو راجہ ہندوستان میں سلطنت کرتے تھے۔ اگرچہ اور
رائے راجہ چھوٹے چھوٹے بہت سے پہاڑوں اور جنگلوں میں راج کرتے تھے۔ مگر ان میں معتبر
و مستقل سات ہی تھے۔ اول ان سلطنتوں میں سے افغانوں کی بادشاہت تھی۔ اُن کی حکومت
بھیرہ سے بہار تک تھی اور اس میں دار السلطنت دہلی شامل تھا۔ افغانوں سے پہلے جونپور
سلطان حسین شرقی قابض تھا۔ اُس کے باپ دادا فیروز شاہ تغلق اور اور تغلق بادشاہوں
کے ہاں شاقی تھے۔ فیروز شاہ کے بعد اس ملک پر قابض ہوئے۔ جس وقت کہ دہلی میں
سلطان علاء الدین بادشاہ تھا۔ وہ سیدوں کے خاندان میں تھا جس کے باپ دادا کو امیر تیمور

سنے دہلی کی سلطنت عنایت کی تھی اُس نے سلطان بہلول اور سلطان سکندر کے پایۂ تخت دہلی سے پایۂ تخت جونپور تک قبضہ کر لیا۔ اور دونوں سلطنتوں کو ایک کر دیا ان کا بادشاہ ایک ہونے لگا۔ دوم گجرات اس میں سلطان مظفر بادشاہ تھا۔ وہ سلطان ابراہیم کی شکست سے کچھ دنوں پہلے اس دنیا سے چل بسا تھا۔ وہ طالب العلم تھا۔ حدیث پڑھا کرتا تھا۔ قرآن شریف لکھا کرتا تھا۔ اس کے خاندان کو ٹانگ کہتے ہیں اُس کے باپ دادا سلطان فیروز شاہ اور اُسکے خاندان کے شراب دار تھے۔ فیروز شاہ کے بعد وہ گجرات پر قابض ہوئے تھے۔ سوم دکن بہمنوں کا خاندان فرمانروائی کرتا تھا۔ اس زمانہ میں سلاطین دکن کے ہاتھ میں اختیار اور اقتدار نہیں رہا تھا۔ اُن کی ولائتوں کو اُن کے امرا دبا بیٹھے تھے۔ یہاں بادشاہ ہر کام میں ان امیروں کے محتاج ہو گئے تھے۔ چہارم مالوہ جسے مانڈو بھی کہتے ہیں۔ یہاں محمود بادشاہ تھا جس کے خاندان کا نام خلجی تھا۔ اس کے باپ دادا بھی سلطان فیروز شاہ ہی کے تربیت یافتہ تھے۔ اس کے بعد وہ ولایت مالوہ پر قابض ہوئے تھے۔ اس وقت اُس میں ضعف آگیا تھا۔ رانا سنگا نے اس کا ملک بہت دبا لیا تھا۔ پنجم بنگالہ اسمیں نصرت شاہ بادشاہ تھا جس کو سلطنت وراثت میں ہاتھ آئی تھی۔ اس کا باپ بنگالہ میں بادشاہ ہوا تھا۔ وہ سید تھا اور اُس کا لقب سلطان علاء الدین تھا۔ بنگالہ میں یہ عجب رسم ہے کہ سلطنت میراث میں کمتر ملتی ہے۔ بادشاہ کے واسطے ایک تخت اور امرا و وزرا و صاحب منصبوں میں سے ہر شخص کے لیے ایک جگہ مقرر ہے۔ اہل بنگالہ اس تخت اور جگہ کو معتبر سمجھتے ہیں۔ ہر جگہ کے واسطے نوکر چاکروں کی ایک جماعت معین ہے جب بادشاہ کسی عہدہ دار کا عزل و نصب کرتا ہے تو سب نوکر چاکر تابعین کا وہ عہدہ دار ہی مختار ہوتا ہے۔ بادشاہ کے تخت میں بھی یہ خاصیت ہے کہ جب کوئی شخص بادشاہ کو مار کر تخت پر بیٹھتا ہے اُس کو سب بادشاہ مانتے ہیں امرا و وزرا۔ سپاہ و رعیت سب اسکی اطاعت کرتے ہیں اور اسکو سابق بادشاہ کی طرح فرمانروا جانتے ہیں۔ اہل بنگالہ کا قول یہ ہے کہ ہم تخت کے نمک حلال ہوا خواہ ہیں جو شخص تخت پر بیٹھتا ہے ہم اُس کے مطیع و منقاد ہوتے ہیں جیسے کہ سلطان علاء الدین پدر نصرت شاہ سے پہلے ایک حبشی (مظفر شاہ حبشی) بادشاہ کو مار کر بادشاہ ہوا تھا اُس نے مدت تک سلطنت کی۔ اس حبشی کو سلطان علاء الدین مار کر یکایک بادشاہ ہو گیا۔ اب اُس کا بیٹا بادشاہ بطریق ارث بادشاہ ہوا ہے ایک اور رسم بنگالہ میں یہ رسم ہے کہ جو نیا بادشاہ ہو وہ ضرور ہے ایک نیا خزانہ جمع کرے۔ بادشاہ کا خزانہ جمع کرنا اُس کے

فخر و مباہات کا سبب ہوتا ہے۔ ایک اور رسم یہ ہے کہ پایگاہ (اصطبل) خزانہ کل بیوتات سلاطین کے خرچ اُٹھانے کے لیے قدیم زمانہ سے پرگنے مقرر ہیں اُن کی آمدنی کے سوا کسی اور طرح سے انکا خرچ نہیں اُٹھایا جاتا۔ یہ پانچ بادشاہ جو اوپر بیان ہوئے ہیں بڑے صاحب لشکر اور امیر مسلمان ہیں۔ ہندؤں میں باعتبار ملک اور لشکر کے دو بڑے راجہ ہیں ایک راجہ بیجانگر ہے دوسرا رانا سنگا ہے جو زمانہ حال میں اپنی جرأت و شمشیر کے زور سے بڑا صاحب قدرت راجہ ہوگیا اصل ولایت اُس کی چتوڑ ہے جب سلاطین اسلام کی سلطنت میں خلل پڑا ہے تو اُس نے مانڈو کی سلطنت میں سے بہت سے ملک دبا لیے جیسے کہ رنتھنبور۔ سارنگ پور بھیلسا چندیری ۹۳۴ھ میں عنایت الٰہی سے میں نے دو گھڑی میں چندیری کو بزور لے لیا۔ وہاں کے کافروں کو قتل عام کیا اور اُس کو دار الاسلام بنایا اس کا مفصل ذکر آگے آئیگا۔ چند سال سے چندیری دار الحرب ہوئی تھی۔ اور وہاں میدانی رائے راج کرتا تھا۔ جو رانا سنگا کے نہایت معتبر اور معزز امیروں میں سے تھا۔ ملک ہندوستان کی جوانب و اطراف میں اور بہت سے راجا اور رائے ہیں بعض اُن میں سے مطیع الاسلام ہیں اور بعض اُن میں سے اسلام کے بادشاہوں کے مطیع اس سبب سے نہیں رہے کہ اُن کے ملک دشوار گذار اور نہایت بعید فاصلہ پر واقع ہیں۔ بھیرہ سے بہار تک جو ملک میرے قبضہ و تصرف میں تھا اُس کا سالانہ خراج یعنی آمدنی زمین باون کروڑ تنکہ تھی جس کی تفصیل ذیل میں ہے اس آمدنی میں سے یہاں کے رایوں اور راجاؤں اور راناؤں کو پہلے بادشاہوں نے مدت سے اُن کی اطاعت اور فرمانبرداری کے سبب سے آٹھ نو کروڑ تنکہ کی جاگیریں دے رکھی تھیں۔ اگرچہ تزک بابری کے فارسی ترجمہ میں یہ نقشہ آمدنی نہیں ہے لیکن چغتائی ترجمہ میں یہ لکھا ہے کہ دریائے سندھ کے اس طرف جو ملک بابر کی حکومت کے اندر ہیں اُن کی آمدنی یہ ہے۔

نام ملک	آمدنی تنکوں میں
۱۔ سرکار جو ستلج سے اس طرف ہے بھیرہ۔ لاہور۔ سیالکوٹ۔ دیبال پور اور بعض اور ملک	۳۶۳۱۵۹۸۹
۲۔ سرہند مع مضافات	۱۲۹۳۱۹۸۵
۳۔ حصار فیروزہ	۱۳۰۷۵۱۰۴
۴۔ دار الملک دہلی کے ممالک اور دوآبہ	۳۶۹۵۰۲۵۴

نام ملک	آمدنی ٹنکوں میں
۵ - میوات جو سکندر لودی کے زمانہ میں سلطنت کا حصہ نہ تھا	۱۶۹۸۱۰۰۰
۶ - بیانہ	۱۴۴۱۴۹۳۰
۷ آگرہ	۲۹۷۶۹۱۹
۸ (میان ولایت) (شاید دوآبہ کے کسی حصہ سے مراد ہو)	۲۹۱۱۹۰۰۰
۹ گوالیار	۴۲۳۵۷۴۵۰
۱۰ کالپی سنتھندہ۔ گررا	۴۲۸۵۵۹۵۰
۱۱ قنوج	۱۳۹۶۳۲۵۸
۱۲ سنبھل	۱۳۸۴۴۰۰۰
۱۳ لکھنو ولکھنو و نگیسر	۱۳۹۸۲۴۳۳
۱۴ خیرآباد	۱۲۶۵۰۰۰
۱۵ اودھ و بہرائچ	۱۱۷۲۱۳۶۹
۱۶ جونپور	۴۰۰۸۸۳۳۳
۱۷ کڑامانک پور	۱۸۳۲۷۲۸۰
۱۸ بہار	۴۰۵۶۰۰۰۰
۱۹ سرورہی	½۱۵۵۱۷۵۰۶
۲۰ سارن	۱۱۰۱۸۶۷۹
۲۱ جڑپارہ (چنپارن)	۱۹۰۸۶۸۶۰۹
۲۲ گونڈہ	۴۳۳۰۳۰۰
راجہ مثانہ۔ راجہ ادب بدن (نرائن) چاندی کا ٹنکہ	۲۵۵۰۰
سیاہ ٹنکہ	۲۷ لاکھ پچاس ہزار
مشتبہ	۲۰۰۰۰۰۰

ناگور۔ ربہ بکرماجیت۔ رنتھنبور۔ راجہ کلنجری۔ راجہ سنگھ دیو۔ راجہ بکرم دیو۔ راجہ بکرم چند

جو رقمیں دیتے تھے وہ مشتبہ ہیں

۲۳ ترہٹ خدمتانہ راجہ ترہٹ . . . . ۲۵۰ ٹنکہ نقرہ و . . . . ۲۷۵ ٹنکہ سیاہ

۲۴ رنتھنبور ۲۰۰۰۰۰۹

۲۵ ناگور ۱۳۰۰۰۰۰

۲۶ راجہ بکرماجیت راٹھور
۲۷ راجہ کالنجری
۲۸ راجہ نرسنگہ دیو
۲۹ راجہ بھیکم دیو
۳۰ راجہ بھیکم چند

یہ سب ملکر ۴۳۴۷۸۲۴۵ ۴ ٹنکہ دیتے تھے

ترہٹ کی سیاہ ٹنکہ ۲۷۵

کل ۵۷۴۴۳۵۶۴۴۴ ٹنکہ

اس کے علاوہ . . . . . ۲۵ نقرہ ٹنکہ ترہٹی خدمتانہ ہو اور بہت سے راجاؤں کا خراج نامعلوم ہو۔

طبقات بابری میں ہندوستان کا جغرافیہ بابر نے نہایت عمدہ لکھا ہو اور اُسمیں ہندوستان کی بہت چیزوں کا بیان ہو۔ مگر اُس نے ترکی زبان میں اپنے اہل ملک کی فہمائش کے لیے لکھا تھا۔ اُنمیں سے بہت سی چیزوں کا بیان کرنا ضرور نہیں ہو اس لیے کہ ہم اُن کو روز دیکھتے ہیں جیسے کہ رہٹ کا چلنا۔ گھرنی پہ چرسوں کا کھینچنا۔ چرندوں۔ پرندوں۔ درندوں کی صورتیں و عادتیں۔ ہم صرف وہی باتیں لکھتے ہیں جو اُن سے ہندوستان کی نسبت وہ لکھی ہیں جن کے پڑھنے سے ہم کو دلچسپ آگاہی ہو۔ وہ لکھتا ہو کہ ہندوستان عجب جگہ واقع ہو کہ چاروں اقلیم اول و دوم و سوم و چہارم میں اپنا حصہ رکھتا ہو۔ کشمیر کی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتا ہے کہ کوہستان کشمیر میں جو لوگ بستے ہیں اُن کو کسیا کہتے ہیں اور میر سنسکرت میں پہاڑ کو کہتے ہیں۔ پس کسیا کا کش ہوگیا اور میر باقی رہا جس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ پہاڑ جس پہ کسیا رہیں۔ وہ لکھتا ہو کہ اس ملک کا عالم ہمارے ملک کے عالم سے ہی نرالا ہو۔ کوہ و دریا و جنگل و صحرا و حیوانات و نباتات و مردم و زبان و باد و باران اس کے اور ہی رنگ ڈھنگ رکھتے ہیں۔ کابل کے توابع میں سے گرم سیر ہندوستان سے بعض چیزوں میں مشابہت رکھتا ہو اور بعض میں نہیں آب سندھ سے گزرتے ہی آب و درخت و ملک و ایل و الوس و راہ و رسم تمام اُس کے بطریق ہندوستان ہیں۔ پہاڑوں دریاؤں کا بیان اُس نے ایسا ہی لکھا ہو جیسا کہ آج کل جغرافیوں میں لکھا جاتا ہے۔ وہ اس

ہندوستان کا جغرافیہ جو بابر نے طبقات بابری میں لکھا

ملک میں یہ عیب بتاتا ہی کہ سوا دریاؤں کے اور آب رواں یعنی نہریں نہیں ہیں ہندوستان میں لائیٹیں اور شہر
بے صفا ہیں۔ تمام زمینیں ایک وضع کی ہیں اس کے باغوں میں دیوار نہیں ہوتی اس میں اکثر میدان چٹیل ہیں اور
بعض میدانوں میں گھاس ہی دریا و ندیاں برسات کے مینہ سے بھر جاتی ہیں کہ ہر جگہ عبور و مرور متعذر ہوتا ہی
شہر کے آدمی تالابوں سے جن میں برسات میں پانی بھر جاتا ہی اور کنوؤں سے پانی پیتے ہیں۔ وہ لکھتا ہی کہ
ہندوستان میں دیہات و شہروںکا آباد اور ویران ہونا تھوڑے عرصہ میں واقع ہوتا ہی بڑے بڑے شہر جو مدتوں سے
آباد ہیں جب ان میں بھگڈر پڑ جاتی ہی تو ایک آدہ روز میں ایسے ویران ہو جاتے ہیں کہ کوئی آثار و علامت اُن
کی باقی نہیں رہتی اگر وہ پھر آباد ہوتے ہیں تو کسی ندی کھودنے اور بندہ باندھنے کی ضرورت نہیں ہوتی کوئی
حوض یا کنواں کھود لیا۔ بانس پھونس اور لکڑیوں کے مکان بنا لیے درختوں کی کثرت ہی لکڑیاں آسانی سے
ملتی ہیں یوں فوراً شہر اور گانو آباد ہو جاتا تھا۔ ہندوستان کے مخصوص جانوروں میں سے اُسنے ہاتھی کا
بیان دلچسپ لکھا ہی۔ جس ارابہ کو چار پانچ سو آدمی کھینچیں اس کو ایک دو ہاتھی آسانی سے کھینچ سکتے ہیں۔ پھر
گینڈے کی کیفیت لکھی ہی۔ پھر اور جانوروںکا حال لکھا ہی جس کو ہم سب بغیر پڑھے جانتے ہیں پھر نباتات کا
ذکر کرتا ہی جس میں آموںکا بیان خوب لکھا ہی ہندوستان کی فصلوںکا اور اُن کی پیداوار کا ذکر کیا ہی۔ یہاں کی
اوقات و اعداد کا بیان کیا ہی وہ لکھتا ہی کہ اکثر ہندو مسئلہ تناسخ کے قائل ہیں اور اپنے اپنے قبیلہ کا نام جدا جدا
رکھتے ہیں۔ اہل حرفہ اپنے باپ دادا ہی کا کام کرتے ہیں۔ ہندوستان میں لطافت کم ہی اُس کے آدمیوں میں
حسن نہیں حسن اختلاط و آمیزش آمد و رفت نہیں ادراک نہیں ادب نہیں کرم و مروت نہیں شہر اور گانو میں باغ
نہیں گلی کوچوں میں صفائی نہیں۔ گھوڑا خوب نہیں گوشت اچھا نہیں انگور و خربزے و میوے خوب نہیں۔
یخ و آب سرد نہیں بازاروں میں نہ طعام خوب ہی نہ نان خوب نہ حمام نہ مدرسے نہ شمع نہ مشعل نہ
شمعدان۔ ڈیوٹ ہوتا ہی اس کو چراغدان پر رکھتے ہیں اور بتی جلاتے ہیں اور کُپی سے اس میں تیل ڈالتے
ہیں۔ یہ ڈیوٹ سیکڑوں ہوتے ہیں بجائے شمع و مشعل کے کام میں لاتے ہیں بادشاہوں اور امیروں کو
اگر رات کو کام شمع سے پڑے تو اس کے سامنے یہی ڈیوٹ چیکٹ بھرا آتا ہی۔ عمارتوں اور باغوں
میں آبہائے رواں نہیں اُن کی عمارات میں نہ صفائی ہی نہ ہوا کا سیاق اچھا ہی۔ رعیت اور چھوٹے
آدمی سب ننگے پانوں پھرتے ہیں لنگوٹی و لنگوٹہ باندھتے ہیں۔ عورتیں دھوتی آدھی ٹانگوں میں اور
آدھی سارے بدن پر اوڑھتی ہیں پس ہندوستان کی یہی لطافت ہی کہ بڑی ولایت ہی۔ طلا و زر بہت ہی

ہوائے برشگال اس کی خوب ہوتی ہے (بابر شراب پیتا تھا اس لیے اُس کو برسات کی ہوا خوب معلوم ہوتی ہوگی) مینہ خوب برستے ہیں جہاں پانی نہیں ہوتا وہاں بھی پانی کی سبیلیں بہنے لگتی ہیں۔ بارش میں ہوائیں خوب ہوتی ہیں اُن میں اعتدال اور لطافت ہوتی ہے اُن میں عیب یہ ہوتا ہے کہ وہ تر و نم ایسی ہوتی ہیں کہ ہماری ولایت کی کمانوں سے تیر اس موسم میں نہیں چھوٹ سکتا۔ کمان ہی کا حال یہ نہیں ہوتا بلکہ جبہ و کتاب و درخت و متاع میں اس کا اثر ہوتا ہے۔ عمارت بھی بہت دیرپا نہیں ہوتی سوائے برسات کے جاڑے اور گرمی میں اچھی ہوائیں چلتی ہیں مگر آندھیاں بھی آتی ہیں جن میں وہ خاک ہوتی ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو نہیں دیکھ سکتا۔ دوسری لطافت اس ملک میں یہ ہے کہ ہر صنعت و ہر حرفہ کے آدمی بے حد و نہایت موجود ہیں۔ ہر کار و ہر چیز کے واسطے آدمی معین ہیں کہ وہ باپ دادا سے ایک ہی کام کرتے چلے آتے ہیں۔ چنانچہ ملا یزدی نے ظفر نامہ میں لکھا ہے کہ آذربائیجان و فارس و ہندوستان اور ممالک کے سنگ تراش دو سو سمرقند کی مسجد میں کام بناتے تھے۔ اب یہاں آگرہ میں ہر روز میری عمارات چھ سو اسی سنگ تراش بناتے ہیں۔ یہی حال ہر پیشہ و حرفہ کا ہے۔ بابر کو یہاں تین چیزیں بڑی ناپسند تھیں۔ گرمی۔ گرد۔ آندھی۔ آب رواں کا نہ ہونا۔ اس لیے اس نے آگرہ میں چار باغ لگائے اور آب رواں جاری کیے جو مدتوں تک اس کی یاد دلاتے رہے۔

بابر لکھتا ہے کہ ۲۹ رجب سنہ ۹۳۲ھ کو خزانہ کے دیکھنے و بخشنے کا انتظام ہوا۔ ہمایوں کو ستر لاکھ خزانہ سے دے گئے اور ایک اور خزانہ جس کا روپیہ تحقیق نہیں کہ کتنا تھا ہمایوں کو انعام میں دیدیا۔ کسی امیر کو دس لاکھ تنکہ کسی کو آٹھ لاکھ کسی کو سات لاکھ کسی کو چھ لاکھ دیئے اور لشکر کے آدمیوں میں سے افغانوں و اہل ہزارہ و عرب و بلوچ اور ہر جماعت کو حسب حیثیت اسکے خزانہ سے نقد انعام دیا گیا۔ ہر سوداگر و ہر طالب علم کو بلکہ ہر شخص کو کہ اس لشکر میں ہمراہ تھا انعام و بخشش میں روپے دیے۔ کامران کو ۱۷ لاکھ۔ محمد زماں مرزا کو ۱۵ لاکھ۔ عسکری و ہندال بلکہ جمیع خویشوں و عزیزوں چھوٹے بڑوں کو بہت سی اشرفیاں روپے اسباب جواہر و بردہ و سوغاتیں دی گئیں۔ سپاہیوں نے بھی روپیہ پاکر بہت سوغاتیں سمرقند و خراسان و کاشغر و عراق کو اپنے خویشوں و عزیزوں کے پاس بھیجیں۔ خراسان و سمرقند میں جو مشائخ تھے ان کو نذریں بھیجیں

تقسیم خزانہ

گئیں بلکہ لاکھہ بدریاں روانہ ہوئیں ۔ ولایت کابل وچندہ ورشک میں ہر مرد وزن وبندہ وآزاد وبالغ ونابالغ کو ایک شاہرخی دی گئی ۔ بعض مورخ لکھتے ہیں جو سلطان ابراہیم نے اپنی خست سے اور اور بادشاہوں نے برسوں میں جمع کیا تھا وہ بابر نے ایک دن کی مجلس میں بانٹ چونٹ برابر کیا اور سب کو معلوم ہوگیا کہ بابر کا لقب قلندر اسی سبب سے ہی کہ وہ کچھہ دولت وخزانہ کی پروا نہیں کرتا ۔ ادہر تیغ سے لیا ادہر بیدریغ دیا ۔

بابر لکھتا ہی کہ جب میں آگرہ میں آیا تو میرے آدمیوں اور ہندوستانیوں میں عجب مغائرت ومنافرت تھی میرے آدمیوں کی آواز سے رعیت وسپاہی دور دور بھاگتے تھے ۔ بعد ازاں سوا دہلی وآگرہ کے باقی سب جگہ کے قلعہ داروں نے اپنے قلعوں کو خوب مضبوط کیا اور اطاعت نہ کی مخالفت پر کمر باندھی ۔ قائم خاں نے حصار سنبھل سنبھالا ۔ نظام خاں نے بیانہ میں اپنا انتظام جمایا ۔ راجہ حسن خاں نے میوات میں علم مخاصمت بلند کیا ۔ یہ مردود ملحد سب شروں وفسادوں کی جڑ تھا دہول پور میں محمد زیتون نے منازعت اختیار کی ۔ گوالیار کو تاتار خاں سارنگ خاں نے مستحکم کیا رابری میں حسین خاں لوحانی نے اور اٹاوہ میں قطب خاں نے کالپی میں عالم خاں (عالی خاں) نے مخالفت کی ۔ قنوج اور دریائے گنگ کے اس طرف کا ملک مخالف افغانوں کے پاس تھا مثل ناصر خاں لوحانی ۔ معروف فرملی اور امرا بھی جو سلطان ابراہیم کے مرنے سے دو تین برس پہلے باغی ہورہے تھے ۔ جب میں نے ابراہیم کو زیر کیا تو انہوں نے اس طرف کا اور ملک بھی دبا لیا تھا ۔ اور قنوج سے دو تین کوچ ادہر آنکر ہو بیٹھے ۔ بہار خاں پسر دریا خاں کو اپنا بادشاہ بنایا ۔ سلطان محمد خطاب دیا ۔ مہابن میں سلطان ابراہیم کا غلام مرغوب مالک بنا ہوا تھا ۔ اگرچہ مجھہ سے اس قدر قریب تھا مگر چند مدت تک میرے پاس نہ آیا ۔ جب میں آگرہ میں آیا تو گرمی کا موسم تھا خلقت کو ایسا توہم عام ہوا کہ وہ سب بھاگ گئی ۔ اب یہاں سپاہیوں کو اجناس کھانے پینے کی نہیں ملتی تھیں نہ گھوڑوں کو دانہ گھاس ملتا ۔ مغائرت ومنافرت کے سبب سے دہاقین نے رہزنی ودزدی اختیار کی ۔ اس لوٹ مار سے راہیں بند ہوگئیں خزانہ تقسیم کرنے کے بعد مجھے اتنی فرصت نہ ملی کہ پرگنات اور مقامات میں مضبوط آدمی انتظام کے لیے متعین کرتا ۔ یہ مشکلیں تو تھیں اُن پر یہ اور اضافہ ہوا کہ گرمی بڑی شدت کی پڑی اور میرے بہت سے آدمی لوؤں سے مر گئے ۔

اس سبب سے بہت سے اچھے اچھے امرا اور جوانوں کے دل چھوٹ گئے اور وہ ہندوستان کے رہنے پر راضی نہ ہوئے۔ اور واپس جانے کی تیاری کی۔ اگر امرائے کہن سال اور تجربہ کار باتیں بناتے تو کچھ عجب نتھا مگر وہ چھوٹے چھوٹے آدمی طنز آمیز باتیں بنانے لگے کہ جن میں عقل و ہوش اتنا نہ تھا کہ تقریر کرنے کے بعد وہ اپنی فلاح و فساد میں اور نیک و بد میں فرق کر سکتے۔ ایک بیہودہ چال تھی جو ایک نے کہا دوسرے نے اس کا اعادہ کیا جس میں کچھ مزا نہ تھا۔ ان چھوٹے آدمیوں کی رائیں بے مزہ اور بے وجہ تھیں اور تعجب یہ تھا کہ اس دفعہ جو میں کابل سے روانہ ہوا تھا اور بہت سے چھوٹے چھوٹے آدمی میرے ساتھ تھے جن میں سے میں نے چند کو امارت پر پہنچا دیا تھا اور سب مجھے اُن سے امید یہ تھی کہ اگر میں آب و آتش میں جاؤنگا تو میرے ساتھ جائیں گے اور جب میں اس سے نکلونگا تو میرے ہمراہ نکلیں گے۔ اور میں جس طرف ہونگا اُسطرف وہ ہونگے۔ وہی آدمی میرے مقصود کے خلاف باتیں کرتے تھے۔ میں نے ہر کار اور ہر مہم کو مشورہ و اتفاق سے کیا۔ مگر اب وہ سب اپنی باتوں سے پھر گئے۔ احمدی پروانچی و ولی خاں کا حال سب میں بدتر تھا۔ ابراہیم کے زیر کرنے میں اور آگرہ کے لینے میں خواجہ کلاں نے خوب خوب کام کیے مردانہ باتیں کہتا تھا اور صاحب ہمتوں کی سی رائے دیتا تھا لیکن آگرہ کے لینے کے بعد چند روز میں اس کی ساری رائیں کچھ اور ہی ہو گئیں۔ سب سے زیادہ وہی جانے پر بجد تھا۔ جب مجھے آدمیوں کی یہ بد دلی معلوم ہوئی تو مجلس شورہ کو جمع کر کے میں نے کہا کہ جہانگیری و سلطنت بے اسباب و آلات کے ہاتھ نہیں لگتی۔ بادشاہی و امیری بے نوکر اور ولایت کے ممکن نہیں کتنے برسوں محنت اُٹھائی کن مشقتوں سے دراز راہ کو طے کیا لشکر کشیوں میں اپنے تئیں اور لشکروں کو حرب و قتال کے مخاطروں میں ڈالا۔ عنایت الٰہی سے اس قدر باغیوں کو زیر کیا۔ ایسے وسیع ولایتوں اور ملکوں کو تسخیر کیا۔ اب کون سی ایسی مصیبت اور آفت ہم پر آئی کہ ان ممالک مقبوضہ کو جنپر ہزاروں جانیں ہم نے کھوئی ہیں چھوڑ کر کابل میں چلے جائیں اور تنگدستی کی بلا میں مبتلا ہوں۔ پس جو شخص دولت خواہ ہو وہ ایسی باتیں پھر نہ کہے۔ جس شخص میں یہاں رہنے کی طاقت نہو اور وہ جانے کا ارادہ کر چکا ہو وہ چلا جائے۔ یہ معقول اور موجہ باتیں میں نے اُن کے خاطر نشین کیں تو خواہی نخواہی اُن کے دل سے وہ غدغہ جاتا رہا۔ خواجہ کلاں کا دل یہاں رہنے کو نہیں چاہتا تھا اس لیے یہ ٹھیرا کہ اُن کو بہت سی سوغاتیں دی جائیں اور بہت آدمی اُسکے

بابر کے ساتھیوں کی بے ہمتی اور مصیبت اور ان کی خودسری

ساتھ جائیں اور وہ غزنی و کرویز ہزارہ کا جا کر انتظام کرے وہاں کوئی منتظم نہیں ہے۔ یہ سب ولائتیں اس کو میں نے دیدیں اور ہندوستان میں پرگنہ کہرام میں کہ جس کی جمع تین چار لاکھ ہے اس کو دی اور خواجہ میر میراں کو اس کے ساتھ کیا۔ خواجہ ہندوستان سے ایسا متنفر تھا کہ چلنے کے وقت دہلی کی عمارتوں کی دیوار پر یہ شعر لکھہ گیا ؎

اگر بخیر و سلامت گذر ز سند کنم　　　سیاہ روے شوم گر ہوائے ہند کنم

جب تک میں ہندوستان میں ہوں اس ظرافت آمیز بیت کے کہنے اور لکھنے سے کیا فائدہ تھا اس کے جانے سے میرے دل میں ایک کدورت پیدا ہوئی تھی اور اس طرح کی ظرافت سے ایک اور کدورت پیدا ہوئی۔ میں نے بھی ایک رباعی بدیہہ کہی۔

الفنسٹن صاحب لکھتے ہیں کہ بابر کے اس مستقل ارادہ کا اثر جیسا کہ اس کے دوستوں پر ہوا ایسا ہی اس کے دشمنوں پر بھی اثر ہوا یعنی وہ دشمن جو اس امید پر مخالف ہو رہے تھے کہ بابر اپنے دادا تیمور کی طرح ممالک مقبوضہ کو چھوڑ چھاڑ چلا جائے گا اب اُنہوں نے اس کا جماؤ دیکھہ لیا تو وہ بابر پاس آنے شروع ہوئے اور چار مہینے کے اندر جو سلطان ابراہیم شاہ کے قبضہ میں ملک تھا وہ اور اُوسکے سوا وہ تمام صوبے جو ابراہیم کے قبضہ سے نکل گئے تھے جونپور کی سلطنت سمیت بابر کے قبضہ میں آگئے۔ جس کا بیان آگے طبقات بابری سے نقل ہوتا ہے۔ مُلّا اپاق کہ پہلے کمتر درجہ کا آدمی تھا اُس نے دو تین سال ہوئے کہ اپنے بھائی بندوں کو جمع کرکے جمعیت بہم پہنچائی تھی اس کو اور کرنی اور بعض افغانوں کو ساتھ کرکے کول بھیجا اور اس نواح کے ترکش بندوں اور سپاہیوں کی استمالت کے فرمان لکھکر بھیجے۔ شیخ گوزن نے (گہورن) اخلاص و اعتقاد کے ساتھ ملازمت کی اور میان دوآب کے ترکش بندوں میں سے دو تین ہزار آدمیوں کو نوکر رکھا دیا۔ ہمایوں سے یونس علی جب راہ بھولکر جدا ہوا تھا تو اس سے پسر علی خاں فرملی اور اس کے خویش دہلی اور آگرہ کے درمیان مقابل ہوئے۔ یونس علی نے کچھہ لڑکر ان کو زیر کیا اور علی خاں کے بیٹوں کو قید کر لیا۔ اس تقریب سے پسر دولت قدم مرزا مغول کو قید بیٹوں میں سے ایک بیٹے کو ساتھ کرکے علیخاں پاس بھیجا اور وہ ان ایام فتور میں میوات میں آگیا تھا۔ اور اس پاس فرمان استمالت بھی بھیجا گیا وہ چلا آیا اس کی میں نے پرورش کی کہ اس جگہہ کے پرگنے پچیس لاکہہ کے اس کو دیدیے۔ سلطان ابراہیم نے مصطفیٰ فرملی اور فیروز خاں سارنگ خانی کو چند امرا کے ساتھ پوربیا کے باغیوں سے لڑنے

کے لیے بھیجا ۔ ان امرا یاغی سے مصطفٰے نے خوب خوب حرب ضرب کی اور چند مرتبے
باغیوں کو زیر کرکے شکست دی ۔ ابراہیم و مصطفٰے مرگئے ۔ مصطفٰے کے چھوٹے بھائی بایزید نے اپنے بھائی
کے آدمیوں کو سربراہ کیا ۔ سرفراز خاں و شیخ بایزید و محمود خاں لوحانی اور قاضی ضیا نے میری
بندگی اختیار کی ۔ اُن کی بھی میں نے اُن کے مدعا سے زیادہ رعایت کی ۔ جونپور میں سے ایک
کروڑ کی جاگیر فیروز خاں کو اور ایک کروڑ کی شیخ بایزید کو اور تیس لاکھ کی قاضی ضیاء کو
اور غازیپور میں سے پونے دو لاکھ کی محمود خاں کو عنایت کی عید شوال کے بعد چند روز حرم سرائے
کے گنبد ایوان ستون سنگ میں بڑی مجلس ہوئی اور ہمایوں اور امرا کو امارات عنایت ہوئے ۔
محمد گوکل تاش کو سامانہ عنایت ہوا ۔ ہندو بیگ و کتہ بیگ و ملک قاسم بابا قشقال کو مع اسکے
بھائیوں اور خویشوں کے اور ملا آپاق کو میان دوآب کے ترکشوں کے ہمراہ بطور ایلغار کے
سنبھل بھیجا ۔ قاسم سنبلی نے تین چار دفعہ آدمی بھیجکر اطلاع دی تھی کہ بتن نے سنبل کو قتل کیا
اور ہم کو عاجز کیا ایلغار کے طور پر آئے تو بہتر ہوگا ۔ بتن نے اس شوق میں اپنی اس بہیات
سے گرمی سے بھاگ کر دامنہ کوہ کو گھیر لیا تھا ۔ اور پریشان اور گریختہ افغانوں کو جمع کرکے اور
ان فتوروں کے زمانہ میں میدان خالی دیکھکر سنبھل کو قتل کیا ۔ ہندو بیگ و کتہ بیگ جو
ایلغار گئے تھے وہ گھاٹوں سے اُترتے تھے ۔ ملک قاسم اور بابا قشقال مع اپنے بھائیوں
کے آگے جدا ہوکر چلا گیا تھا ۔ جب وہ دریا سے گذرا تو سو ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ تیز چلکر
ظہر کی نماز کے وقت سنبل میں پہنچا ۔ بتن بھی درست ہوکر لشکر سمیت لڑنے آیا ۔ ملک قاسم
قلعہ کو پس پشت رکھکر جنگ میں مشغول ہوا ۔ بتن اس کے سامنے نہ کھڑا رہ سکا بھاگ گیا ۔
ایک جماعت نے اس کے آدمیوں کو مار کر سر کاٹ لیے ۔ تھوڑے ہاتھی بہت سے گھوڑے
اور اسباب غنیمت میں ہاتھ لگا ۔ شیخ کو اور امرا بھی گئے ۔ قاسم سنبلی اُن سے ملا ۔ اس کو
قلعہ سپرد کرنا ناگوار تھا اس کے دینے میں حیلے حوالے کیے ۔ ایک دن شیخ گورن نے
ہندو بیگ سے باتیں کرکے ایک بہانہ سے قاسم سنبلی کو ان امرا کے آگے بلایا اور اپنے
آدمیوں کو قلعہ سنبل میں داخل کیا قاسم سنبلی کی بیویوں اور متعلقوں کو سلامت و سالم نکال کر
بھیجدیا ۔ بیانہ میں قلندر پیادہ کو بھیجا اور وعدہ وعید کے فرمان اسکے ہاتھ نظام خاں پاس

بھیجے اور یہ قطعہ بھی بدیہ گفتہ کر روانہ کیا۔ قطعہ

باترک ستیزہ مکن اے میر بیانہ | چالاکی و مردانگی ترک عیان است
گر زود نیائی و نصیحت نہ کنی گوش | آنرا کہ عیان ست چہ حاجت بیان است

ہندوستان کے مشہور قلعوں میں سے قلعہ بیانہ ہے نظام خاں نے اپنے قلعہ کی مضبوطی پر تکیہ کر کے اپنے حوصلے سے زیادہ استدعا کی۔ اُسنے جو آدمی بھیجا تھا اُسکو خوب جواب باصواب نہ دیا گیا قلعہ گیری کی تیاری کی محمد زیتون (حاکم دھولپور) پاس وعدہ وعید کے فرمان باقلی کے ہاتھ بھیجے گئے اُس نے بھی حیلے وعذر کیے میں جب کابل میں تھا تو رانا سنگا نے ایلچی بھیجا تھا اور دولتخواہی کا اظہار کیا تھا اور یہ اقرار کیا تھا کہ اگر بادشاہ اس طرف سے تو اح دہلی تک آئے گا تو میں آگرہ پر روانہ ہونگا۔ میں نے دہلی کو زیر کر لیا اور آگرہ کو لے لیا اس وقت تک رانا نے کوئی حرکت نہ کی بعد ازیں اُس نے آکر گندھار (مضبوط قلعہ رنتھنبور سے مشرق سے چند میل پر ہے) کا محاصرہ کیا یہ قلعہ حسن پسر مکن کے تصرف میں تھا حسن مکن نے چند مرتبہ آدمی میرے پاس بھیجے تھے۔ لیکن مجھ سے ابھی ملا نہ تھا۔ گرد کے قلعے مثل اٹاوہ و دھولپور و گوالیار و بیانہ میرے قبضے میں ابھی تک نہیں آئے تھے۔ شرق کی طرف پوربیوں نے سرکشی و عناد پر کمر باندھی تھی۔ قنوج سے دو تین منزل آگرہ کی طرف آگئے تھے اور یہاں لشکرگاہ اپنا بنایا تھا۔ میں اپنے ملک سے خاطر جمع نہ تھا۔ حسن مکن کی اعانت و کمک کے لیے کیسے سپاہ کو جدا کرسکتا تھا۔ دو تین مہینے کے بعد حسن کو کچھ بن نہ پڑا عہد کر کے قلعہ گندھار دیدیا۔ رانا سنگا نے جو بابر کے ساتھ خط و کتابت کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دہلی کے بادشاہوں کے ساتھ قاطبۃً دشمنی رکھتا تھا۔ جب دہلی کا بادشاہ سلطان ابراہیم تھا تو وہ اُسکی بیخ کنی میں ساعی تھا۔ اور اب دہلی کا بادشاہ بابر ہوا اُسکی جان کا عدو ہوا۔

رابری میں حسین خاں لوحانی تھا اُس کو ایسا توہم ہوا کہ وہ رابری چھوڑ کر چلا گیا۔ محمد علی جنگ جنگ کو رابری میں نے دیدی۔ اٹاوہ میں قطب خاں لوحانی تھا کئی بار اُسکو وعدہ وعید کے فرمان بھیجے گئے کہ آکر ملازمت کرے وہ بھی قلعہ اٹاوہ کو چھوڑ کر نکل آیا میں نے اٹاوہ مہدی خواجہ کو عنایت کیا۔ اور محمد سلطان مرزا و سلطان محمد دولدی کے ہمراہ محمد علی جنگ جنگ اور عبدالعزیز میر آخور اور بعض اور امرا کو بہت سے سپاہ دیکر اٹاوہ کی راہ پر بھیجا۔ قنوج سلطان محمد دولدی کو دی اور

فیروز خاں و محمود خاں و شیخ بایزید و قاضی ضیا اور اُنکے ہمراہی امرا کو بہت رعایت کے ساتھ پورب
کی طرف پرگنے دیئے انکو بھی اٹاوہ کی چڑھائی پر متعین کیا۔ دھولپور میں محمد زیتون بیٹھا ہوا حیلے کر رہا تھا
اور آیا نہ تھا۔ دھولپور سلطان جنید برلاس کو عنایت کیا۔ اور عادل سلطان۔ محمدی کوکلتاش۔ شاہ منصور
و تغلق قدم۔ ولی جان بیگ۔ عبداللہ ببر قلی۔ شاہ حسین بار بکی کو تعین کیا کہ دھولپور کو بزور لیکر سلطان
جنید برلاس کو حوالہ کریں اور پھر بیانہ جائیں۔ ان سپاہیوں کے متعین کرنیکے بعد امرا ترک و امرا ہند
کو طلب کر کے مشورہ کیا گیا کہ پورب میں امرا باغی نصیر خان لوحانی و معروف فرملی اور اُسکے ہمراہی ہیں۔
چالیس پچاس ہزار آدمیوں کے ساتھ دریا گنگ سے گذر کر قنوج کے اسطرف دو تین منزل آگئے ہیں رانا
سنگا نے کندہار کو فتح کر لیا اور فتنہ و فساد مچا رہا ہے اور اب برسات بھی ختم ہونے کو ہے اب کیا کرنا واجب لازم ہے
باغیوں کے سر پر جانا یا کافر کے سر پر چڑھنا۔ گرد و نواح کے قلعوں کا کام سہل ہے۔ ان غنیموں کے رفع
کرنے کے بعد اور غنیم کہاں جائیں گے۔ رانا سنگا کا قصور باغیوں کے برابر نہیں ہے۔ سب نے متفق الکلمہ ہو کر
عرض کیا کہ رانا سنگا بہت دور ہے معلوم نہیں کہ نزدیک آسکے۔ یہ باغی سب نزدیک ہیں ان کا
دفع کرنا اولے ہے۔ میں ان دشمنوں سے لڑنے کے لیے سوار ہوتا تھا کہ ہمایوں نے یہ عرض کیا کہ بادشاہ
کے سوار ہونے کی حاجت کیا ہے اس خدمت کو میں بجا لاتا ہوں۔ یہ بات سب کو پسند آئی
امرائے ترک و ہند نے بھی اس رائے کو پسند کیا۔ ہمایوں کو پورب میں متعین کیا جو لشکر کہ
دھولپور روانہ ہو لیے تھے اُن پاس احمد قاسم کو دوڑا کر حکم بھیجا کہ وہ چندوار میں ہمایوں کے ہمراہ
ہوں اور مہدی خواجہ و محمد سلطان جو اٹاوہ پر لشکر لے کر گئے تھے اُن کو بھی حکم ہوا کہ ہمایوں کے ہمراہ
ہوں روز پنجشنبہ ۱۳۔ ذیقعدہ ۹۳۲ھ کو ہمایوں سفر کر کے جلیسر میں آیا۔ یہ ایک گاؤں آگرہ سے
تین کوس ہے۔ وہاں ایک روز توقف کیا۔ پھر وہاں سے کوچ پر کوچ کیا۔ جب ہمایوں سوار ہوا ہے
تو جاج مئو میں نصیر خاں لوحانی و معروف فرملی و امرائے باغی کی جمعیت جمع تھی ہمایوں نے
پندرہ کوس سے مومن اتکہ کو خبر کے لیے بھیجا۔ جب باغیوں کو مومن اتکہ کی خبر ہوئی تو باغی وہاں
سے بھاگ گئے۔ جب اسکی خبر ہمایوں پاس آئی تو اُس نے جا کر جاج مئو کو لے لیا۔ جب وہ نواحی
دلمو میں آیا تو فتح خاں شروانی ہمایوں سے ملنے آیا۔ اُس نے مہدی خواجہ و محمد سلطان کے ہمراہ
میرے پاس اُس کو بھیجدیا۔ جب وہ میرے پاس آیا تو اُس کے باپ اعظم ہمایوں کی جاگیر میں سے

دیدی اور اُس پر اور ولایتوں کی زیادتی ہوئی۔ ایک کڑوڑ ساٹھ لاکھ کی جاگیر اُسکو عنایت کی
ہندوستان میں جن امرا کے ساتھ بڑی رعایت کی جاتی ہے۔ اُن کے خطاب بھی مقرر
ہوتے ہیں۔ ایک خطاب اعظم ہمایوں دوسرا خانجہاں تیسرا خانخاناں ہو۔ میں فتح خاں کو
اُس کے باپ کا خطاب اعظم ہمایوں تو دے نہیں سکتا تھا اس لیے ہمایوں خود موجود تھا۔
میں نے خانجہاں کا خطاب اُس کو دیا۔ ۸ صفر ۹۳۲ھ کو ایک دربار میں یہ خطاب دیکر اُس کو اپنی
ولایت میں رخصت کیا اور یہ قرار پایا کہ اس کا بیٹا محمود خاں ہمیشہ بادشاہ کی ملازمت میں رہے۔ ہمایوں
نے پورب میں باغیوں کے سر پر چڑھ کے جونپور کو فتح کرلیا اور غازی پور میں وہ نصیر خاں سے لڑنے
گیا وہ آب سرد (گھاگرہ) سے پار اُتر گیا سپاہ جو آگے بڑھی وہ ملک کو لوٹ مار کر اُلٹی چلی آئی۔ میں نے
جو ہمایوں کو انتظام بتایا تھا وہ کیا۔ شاہ میر حسین و سلطان جنید کو خوب جوانوں کی ایک جمعیت کے
ساتھ جونپور میں معیّن کیا۔ شیخ بایزید اور قاضی ضیا کو بھی یہاں مقرر کیا۔ ہمایوں مہمات کا ضبط و
سرانجام کر کے کڑہ و مانک پور کی نواح میں ہوکر گنگا پار ہوکر کالپی میں آیا۔ عالم خاں جلال خاں جگہت
کالپی میں تھے۔ اُن کی عرضداشتیں آتی تھیں۔ جب ہمایوں کالپی کی برابر آیا تو اُس نے انکا دغدغہ
دور کیا اور ہمراہ لیکر روز یکشنبہ ۳۔ ربیع الاول ۹۳۳ھ کو باغ ہشت بہشت میں میری خدمت میں آیا

روز چہارشنبہ ۲۴ محرم کو محمد علی حیدر رکابدار کو ہمایوں پاس میں نے اس غرض کے لیے بھیجا
کہ باغیوں کے لشکر کو جونپور میں شکست ہوگئی ہے وہاں چند مناسب امیروں کو مقرر کرکے خود لشکر لیکر
میرے پاس آؤ کہ رانا سنگا نزدیک آگیا ہے۔

جب لشکر پورب بھیجا تھا تو اُس کے بعد تردی بیگ و قوج بیگ اور اُسکے چھوٹے بھائی شیر افگن
کو اور بعض اور امیروں کو بھیجا تھا کہ وہ بیانہ کی نواح میں جاکر ملک کو تاراج کریں اور اگر قلعہ کے
اندر کے آدمیوں کو وعدہ و استمالت سے میرے پاس لاسکیں تو لائیں ورنہ تاخت و تاراج کر کے
غنیم کو عاجز کریں۔ نظام خاں حاکم بیانہ کا بڑا بھائی عالم خاں قلعہ تھنگر میں تھا اُس کے آدمی بار بار
آکر بندگی اور دولت خواہی کا اظہار کرتے تھے۔ عالم خاں نے اپنے ذمہ یہ کام لیا کہ بادشاہ ایک فوج
تعین کر دے بیانہ کے تمام سرکش ہندوؤں کو وعدہ و استمالت سے قلعہ بیانہ سے لے آنا میرا کام ہے۔ ان جوانوں
کو کہ تردی بیگ کے ہمراہ گئے تھے حکم ہوا کہ عالم خاں مرد زمیندار ہے اور اس طرح کی بندگی اور خدمتگذاری

کو اپنے ذمہ لیتا ہی۔ بیانہ کے لیے بھی مصلحت ہی کہ اُسکی صلاح وصواب دید پر عمل ہو۔ ہندوستان کے آدمی شمشیر زنی کرتے ہیں مگر سپاہی گری و قائم وقتل کی راہ و روش سے عاری و بے بہرہ ہیں۔ عالم خاں بڑی جماعت ایلغار کے ہمراہ ہوا۔ اور کسیکی بات کو نہ سنا اور نیک و بدکا ملاحظہ نہ کیا۔ وہ اس سپاہ ایلغار کو بیانہ کے نزدیک لے گیا۔ میرے لشکر میں ترک ڈھائی تین سو کے قریب تھے اور ہندوستانی اور اطرافی لشکر دو ہزار سے کچھ زیادہ تھا۔ نظام خاں کے پاس افغان اور سپاہی بیانہ کے چار ہزار سے زیادہ اور پیادہ دو ہزار سے زیادہ تھے۔ میرے اُسقدر سوار و پیادہ دیکھ کر دیدہ و دانستہ اُنپر نظام خاں چڑھ آیا۔ اگرچہ وہ بہت آدمی تھے مگر لشکر ایلغار نے تیر پھینک کر اور گھوڑے دوڑا کر اُن کو بھگایا۔ عالم خاں تھیکری نے اُتر کر پانچ چھ آدمی گرفتار کیے اور ہر تال کا ایک حصّہ لے لیا باوجود اس حرکت کے وعدہ استمالت کر کے نظام خاں کے سابق ولاحق جرائم میں نے معاف کر دیے اور فرمان بھیجے۔ جب اُسنے رانا سنگا کے آنیکی خبر تیز سُنی تو کچھ اُسکو چارہ نہ تھا۔ سید رفیع کو طلب کر کے اُسکے توسط سے قلعہ میرے آدمیوں کے حوالے کیا اور سید کے ساتھ میرے پاس آیا میتے دو آب میں بیس لاکھ کی جاگیر اُسکو عنایت کی۔ دوست ایشک آقا کو بیانہ میں عارضیتا بھیجدیا۔ بعد ازاں مہدی خواجہ کو بیانہ عنایت کیا۔ ستر لاکھ کی جاگیر دیکر بیانہ روانہ کیا۔

فتح بیانہ

تاتار خاں سارنگ خانی کہ گوالیار میں تھا ہمیشہ اُسکا آدمی آکر بندگی اور دولتخواہی کا اظہار کرتے تھے جب رانا سنگا نے کندھار لے لیا۔ اور بیانہ کے نزدیک آگیا تو گوالیار کے راجاؤں میں سے ایک اجہ درمنکت دوسرے خان جہان گوالیار کی نواح میں آکر قلعہ کی طمع میں گفتگو وفتنہ انگیزی کرنے لگے تاتار خاں نے تنگ آکر قلعہ کے سپرد کرنے کا ارادہ کیا۔ امراء مقرب واکثر خوب جوان تمام لشکروں میں ہر طرف ایلغار کو گئے ہوئے تھے میں نے رحیم داد خاں کے ساتھ بھیرہ کی اور لاہوری جماعت کو گوالیار اور اُسکے پرگنوں میں متعین کیا اور شیخ گورن کو بھیجا کہ وہ گوالیار میں رحیم داد خان کو بٹھا کر چلا آئے جب یہ لوگ گوالیار کے نزدیک پہنچے تو تاتار خاں کی رائے بدل گئی۔ اُسنے اُنکو قلعہ کے اندر نہ آنے دیا۔ اس اثنا میں شیخ محمد غوث کہ بڑے درویش تھے اور اُنکے مرید اور اصحاب بھی بہت تھے اُنھوں نے قلعہ کے اندر سے اپنا آدمی رحیم داد خاں پاس بھیجکر اطلاع دی کہ تم سے جس طرح سے ہوسکے اپنے گروہ کو قلعہ کے اندر داخل کرو تاتار خاں نے اپنی پہلی رائے کو بدل ڈالا ہی اور خیال فاسد رکھتا ہی۔ جب رحیم داد خاں پاس یہ خبر آئی تو اُسنے آدمی بھیجکر تاتار خاں سے کہا کہ مجھے قلعہ سے باہر کافروں کا بہت خطرہ ہی مجھے چند ہمراہیوں کے ساتھ قلعہ کے اندر آنے دیجیے باقی اور

فتح قلعہ گوالیار

سب آدمی قلعہ سے باہر ہنینگے۔ بہت مبالغہ کے بعد تاتار خاں اُسپر راضی ہوا جب تھوڑے سے آدمی قلعہ
کے اندر آگئے تو اُس نے کہا کہ ایک دروازہ بھی مجھے دو کہ میں اپنے آدمی اُسپر مقرر کروں۔ ہتیا پول
کا دروازہ اُسکو حوالہ کیا گیا۔ اُس رات کو اُس دروازہ سے اُسنے اپنے سپاہیوں کو قلعہ کے اندر داخل کیا
صبح کو جب تاتار خاں نے یہ حال دیکھا تو اُسکو اور کچھ نہ بن پڑا خواہی نخواہی قلعہ رحیم داد خاں کو سپرد کر کے
وہ آگرہ میں میرے پاس آیا۔ بیس لاکھ کا پرگنہ اُسکو جاگیر میں دیا۔ محمد زیتون کو بھی کوئی اور چارہ اُسکے سوا نہ
بنا کہ دھولپور اُس نے حوالہ کیا اور میری ملازمت کے لیے آیا دھولپور کو خالصہ کر کے اُسکی شقداری ابوالفتح
ترکمان کو دیکر اوسکو وہاں بھیجدیا۔

نواحی حصار فیروزہ میں حمید خاں سارنگ خانی نے اور بہی افغانوں اور اور افغانوں نے پانچ چار ہزار
آدمیوں کی جمعیت بہم پہنچا کر ایک فتنہ و شور مچایا۔ روز چارشنبہ ۱۵ صفر کو چین تیمور سلطان احمدی اور امیروں
کو ان افغانوں کی سرکوبی کے لیے مقرر کیا۔ اُنھوں نے جاکر ان افغانوں کو خوب زیر کیا اور اُنکے بہت سے
آدمیوں کو مار کر اکثر کے سر میرے پاس بھیجے۔

روز جمعہ ۱۶۔ ماہ ربیع الاول کو عجب واقعہ پیش آیا جسکو مفصل خط میں لکھکر کابل بھیجا تھا اُسکو میں یہاں نقل کرتا
ہوں۔ ابراہیم لودی کی ماں نے سنا تھا کہ میں ہندوستانیوں کے ہاتھ کی پکائی ہوئی چیزیں کھاتا ہوں اُسکا حال
یہ تھا کہ اس تاریخ سے تین چار مہینے پیشتر اس سبب سے کہ میں نے ہندوستانی آشنیں نہیں دیکھی تھیں ابراہیم کے باورچیوں
کو بلایا اور ۵۰ یا ۶۰ باورچیوں میں سے چار کو نوکر رکھا احمد چاشنی گیر (بکاول تھا) اس کیفیت کو ابراہیم کی ماں نے سنکر احمد چاشنی
گیر کو اٹاوہ آدمی بھیجکر اپنے پاس بلالیا۔ اور ایک دائی کے ہاتھ کاغذ کی چار پڑیوں میں ایک تولہ زہر بند کر کے
احمد چاشنی گیر اور ہمارا احمد باورچی کے پاس بھیجا اور چار پرگنوں کے دینے کا وعدہ کیا کہ جس طور سے ہوسکے
میرے طعام میں زہر کو ڈال دیں۔ پیچھے ایک اور دائی کو اُس نے اس خبر کے لیے بھیجا کہ وہ مجھے زہر
دیتا ہی یا نہیں۔ یہ خوب ہوا کہ اُس نے زہر دیگ میں نہیں ڈالا بلکہ میری رکابی میں ڈالا۔ اور
دیگ میں اس سبب سے نہیں ڈال سکا کہ بکاولوں کو میں نے تاکید کر دی تھی کہ جو ہندوستانی حاضر
ہوں اُن کو کھانے پکانے کے بعد دیگ میں سے کھانا چکھایا جایا کرے۔ جسوقت کھانا چُنا گیا تو میرے
بدنصیب بکاول غافل ہوگئے کہ قلیہ خرگوش و خشکہ کے اوپر زہر ڈال دیا۔ اور جمعہ کو ظہر کی نماز
کے بعد میں کھانا کھانے بیٹھا تو کھانا بدمزہ معلوم ہوا تے ایک دفعہ آنے کو ہوئی مگر رک گئی پھر دل

گھبرایا اور قے آنے کو ہوئی میں گھبرا کر آب خانہ میں گیا وہاں بہت دفعہ قے آئی مجھے کھانے کے بعد
کبھی قے نہیں آئی تھی بلکہ شراب پینے میں بھی میں قے نہیں کرتا تھا اس سبب سے میرے دل میں شبہ ہوا
باورچی کو پہرہ میں رکھا۔ یہ کھانا کُتّے کو دیا ایک پہر تک یہ کُتّا بے حال رہا ہرچند اُسکو مارا مگر اُس نے ذرا
حرکت نہ کی اور وہ نہ اُٹھا دو پہر تک یہ حال رہا۔ بعد ازاں وہ نہ مرا جیتا اٹھا۔ دو ایک اور آدمیوں نے
بھی یہ کھانا کھایا تھا تو انکا بھی قیئوں کے مارے بُرا حال ہوا مصرع رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت۔ اللہ تعالٰی
نے مجھے ازسرنو جان دی اور اُس دنیا سے پھرآیا۔ ماں نے ابھی مجھے جنا۔ ترکی شعر ہے جسکا ترجمہ یہ ہے۔ ؎

من خستہ مردہ بودم زندہ شدم قدر جاں بالله حالا دانستم ؎

سلطان احمد بخشی کو حکم ہوا کہ باورچی پر خوب پہرہ رکھے۔ روز دوشنبہ کو دیوان (کچہری) فرمایا اکابر
واشراف و امرا و وزرا دیوان میں حاضر ہوئے۔ ان دو مردوں اور دو عورتوں سے حال پوچھا
گیا انھوں نے بیان واقع شرح و بسط سے کہا۔ میں نے چاشنی گیر کے پُرزے اُڑوائے۔ باورچی کی زندہ
کھال کھچوائی۔ ایک عورت کو تفنگ سے مروایا دوسری کو جلوایا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ جان اسقدر عزیز
ہوتی ہے جو مرنے کے قریب ہوتا ہے وہ جان کی قدر جانتا ہے۔ جس وقت یہ ہولناک واقعہ میرے دل میں
آتا ہے بے اختیار میرا حال متغیر ہو جاتا ہے۔ یہ عنایت الٰہی تھی کہ ازسرنو خدا نے مجھے جان بخشی۔
اس کا شکر کس زبان سے ادا کروں ابراہیم کی ماں نے یہ بڑا جرم کیا تھا اس لیے یونس علی خواجہ
نے اُسکو گرفتار کیا اور نقد و جنس و غلام و لونڈی چھین کر اوسکو عبدالرحیم کے سپرد کیا کہ اُس کو خوب
احتیاط سے رکھے۔ پسر ابراہیم کو یہاں رکھنا بعد اس جرم کے مناسب نہ معلوم ہوا اوسکو کابل
میں مرزا کامران کے ہمراہ بھجوا دیا۔

انھیں دنوں میں مہدی خواجہ کے آدمی پے در پے میرے پاس آکر کہتے کہ رانا سنگا کا آنا
تحقیق ہے حسن خاں میواتی بھی رانا سے مل گیا ہے اسکی فکر کرنی چاہیے۔ پہلے اس سے کہ لشکر یہاں آئے
کمک کے طور پر بیانہ میں ایک جماعت آجائے۔ تو میں نے لشکر کے بھیجنے کا عزم جزم کیا اس سے
پیشتر محمد سلطان مرزا۔ یونس علی شاہ منصور برلاس کتہ بیگ کو بطریق ایلغار کے بیانہ بھیجا۔ جنگ
ابراہیم میں حسن خاں میواتی کا بیٹا طاہر خاں ہاتھ آگیا تھا۔ اُسکو بہ طریق گروگان (اول) کے اپنے
پاس رکھا تھا اس سبب سے اُس کا باپ حسن خاں ظاہر میں آمد و رفت رکھتا تھا اور ہمیشہ اپنے بیٹے کو

رانا سنگا سے لڑائی

طلب کرتا تھا۔ میرے بعض امرا کے دل میں آیا کہ حسن خاں کی استمالت کے لیے اگر اُسکے بیٹے کو بھیجدوں
تو وہ مستمال ہو کر خدمتگاری بجا لائیگا۔ طاہر خاں کو خلعت پہنا کر اور اُسکے باپ سے وعدہ کرکے بیٹے کو رخصت کیا
جوں ہی حسن خاں نے بیٹے کی رخصت کی خبر سنی پہلے اس سے کہ وہ اُس پاس پہنچے الور سے نکلکر راناسنگا
سے جا ملا۔ اُسوقت اُسکے بیٹے کا رخصت کرنا بیموقع تھا۔ انھیں دنوں میں بارش خوب ہوئی۔ خوب
شراب کی صحبتیں ہوئیں۔ ہمایوں جسکو شراب سے نفرت تھی شراب پلائی گئی۔ روز دوشنبہ ۹ جمادی الاول
سنہ ۹۳۳ کو میں نے راناسنگا سے لڑنے کے قصد سے سفر کیا۔ محلوں سے نکلکر میدان میں آیا۔ تین چار روز
لشکر کے جمع کرنے کے لیے اور توزک کے واسطے قیام کیا۔ چونکہ ہندوستانی آدمیوں پر چنداں اعتماد نہ تھا
اس لیے امرار ہندوستان کو ہر طرف کے فرمان بھیجے گئے۔ گوالیار میں عالم خاں کو حکم بھیجا گیا کہ جاکر رحیم داد کی
کمک کرے۔ بیّن و قاسم سنبھلی و حامد اور اُس کے بھائیوں اور محمد زیتون کو سنبھل میں احکام بھیجے گئے۔ انہیں
دنوں میں خبر آئی کہ راناسنگا مع تمام اپنے لشکر کے بیانہ کے نزدیک آگیا ہے اور تاخت و تاراج کرتا ہے۔ جو
فوج پہلے بھیجی گئی تھی وہ قلعہ بیانہ تک نہ پہنچ سکی بلکہ اپنے آنے کی خبر تک قلعہ میں نہ پہنچا سکی۔ قلعہ کے
آدمی باہر نکل کر قلعہ سے دور بیہودہ طور پر جا پڑے۔ بہت جلد غنیم نے اُن کو شکست دیدی اور
زیر کیا۔ لنگر خاں جنجوعہ شہید ہوا۔ کتہ بیگ زخمی ہوا۔ لڑائی میں پھر وہ شریک نہ ہو سکا۔ قسمی
دشاہ منصور برلاس و ہر شخص جو بیانہ سے آتا تھا میں نہیں جانتا تھا کہ وہ خود ڈر کے مارے آتا ہے یا
اور آدمیوں کو خوف دلانے کے لیے آتا ہے۔ دشمن کے لشکر کی خبر کہ کہاں ہے ہادی لایا اُسکی
بہت ستایش و تعریف ہوئی۔ اس منزل سے میں نے سفر کیا۔ قاسم میرآخور کو بیلداروں کے
ساتھ بھیجا کہ پرگنہ مندھاپور میں جہاں لشکر اُترے گا بہت سے کنوئیں کھودے۔ ۱۴۔ جمادی الاول روز
چہارشنبہ کو نواحی آگرہ سے کوچ کرکے اُس منزل میں پہنچا جہاں کنوئے کھدوائے تھے صبح کو یہاں
سے بھی کوچ کیا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اس نواح میں ایسی جگہ جہاں پانی بہت ہو اور
وہ لشکر کو کفایت کرے سوائے سیکری کے کوئی اور جگہ نہیں ہے۔ یہ احتمال ہے کہ رانا نے اسجگہ
کو نہ لے لیا ہو۔ اسلیے میں برانغار وجرانغار قول لیا دل کو درست کرکے سیکری کی طرف چلا
درویش محمد ساربان کو قسمی کے ساتھ جو بیانہ میں گیا تھا اور ہر طرف اسکی دیدہ و دانستہ تھی
پہلے سے کول سیکری کے کنارے پر بھیجا۔ اور میں نے منزل میں اُتر کر مہدی خواجہ و جماعت کو کہ

بیانہ میں تھے آدمی بھیجکر کہلا بھجوایا کہ بے توقف آکر ہمراہ ہو ہمایوں بیگ کا نوکر میرک مغول چند جوانوں کے ساتھ رانا کے لشکر کی خبر لینے کے لیے بھیجا۔ وہ رات کو جاکر صبح یہ خبر لایا کہ غنیم کا لشکر بسا در سے ایک کوس آگے بڑھا ہے آج ہی مہدی سلطان سلطان مرزا و مردم ایلغار کہ بیانہ گئے تھے آکر ہمراہ ہوئے۔ میں نے حکم دیا کہ قراولی کا اہتمام باری باری سے مختلف امرا کریں عبدالعزیز کی باری کا روز تھا اُس نے آگا دیکھا نہ پیچھا کنواہ (خانوہ) میں کہ سیکری سے پانچ کوس ہی آگے بڑھ گیا۔ رانا کا لشکر آگے بڑھ آیا تھا۔ جب اُسکو میری سپاہ کے بے طور آنیکی خبر ہوئی تو اُس نے چار پانچ ہزار آدمیوں کا لشکر بھیجا۔ اس لشکر کے آتے ہی عبدالعزیز و ملا اپاق کے لشکر کو جمیں پندرہ سو آدمی تخمیناً ہونگے آکر گھیر لیا۔ عبدالعزیز نے غنیم کے لشکر کا کچھ تخمینہ نہ کیا اور جنگ میں مشغول ہوا۔ اول ہی حملہ میں رانا کا لشکر بہت سے آدمیوں کو قید کر کے لے گیا۔ جس دم میرے پاس یہ خبر آئی تو میں نے کمکوں کا ایک تار باندہ دیا۔ محبت علی خلیفہ کو مع اُس کے نوکروں کے بھیجا اُسکے پیچھے ملا حسین اور بعض اور امیروں کو بعد ازاں محمد علی جنگ جنگ کو بھیجا۔ مگر پہلی کمک کو جس میں محبت علی خلیفہ اور اُس کے نوکر تھے پہنچتے پہنچتے عبدالعزیز اور اُس کے ہمراہی بے دست و پا ہو گئے تھے۔ تو غ انکا چھن گیا تھا۔ وہ خود اور ملا نعمت و ملا داؤد و ملا اپاق کا چھوٹا بھائی قید ہو کر قتل ہوئے۔ بمجرد پہلی کمک پہنچنے کے طاہر پری طغائی۔ محب علی نے تاخت کی مگر اُس کو کمک نہ پہنچ سکی وہ دشمنوں میں جا کر پھنس گیا۔ محب علی بھی جنگ میں گرا مگر بالتو نے پیچھے سے حملہ کر کے اُسکو باہر نکالا۔ دشمن نے ایک کوس تک اُنکا تعاقب کیا مگر جب اُس کو محمد علی جنگ جنگ کی سپاہ دکھائی دی تو وہ پھر آگے نہ بڑھا۔

میرے پاس پیاپے خبر آئی کہ غنیم کے سپاہ نزدیک آئی ہے۔ میں نے بھی جیبہ پہنا اور گھوڑوں کی ساز ڈالا۔ اور ہتیار باندھے اور سوار ہوا اور حکم دیا کہ ارابوں کو کھینچ کر لائیں۔ ایک کوس میں آیا مگر غنیم کا لشکر اُلٹا چلا گیا تھا۔ ہمارے پہلو میں ایک بڑا کول تھا اس لیے پانی کی مصلحت کے سبب سے یہیں ہم اُترے ارابوں کو پہلے سے مضبوط کر کے زنجیروں سے مضبوط کیا تھا۔ دو ارابوں کے بیچ میں سات آٹھ گز کا فاصلہ تھا۔ وہ زنجیرہ کر کے بیچھے گئے مصطفےٰ رومی نے بدستور روم ارابوں کو لگایا تھا وہ بہت چست و چالاک ہوشیار اور توپخانہ کے انتظام سے ماہر تھا۔ استاد علی قلی اُس سے ضد و حسد رکھتا تھا۔ اسواسطے مصطفےٰ کو برانغار میں آگے ہمایوں کے متعین کیا۔ جس جگہ ار ابے

نہیں پہنچ سکتے تھے خراسانی وہندوستانی بیلداروں سے خندق کندہ کرائی۔ راناکے اسطرح تیز وتند آنے سے اور بیانہ کی جنگ سے اور بیانہ سے آنکر شاہ منصور اور قیسمی نے جو اسکے لشکر کی تعریف کی ان سب باتوں نے میرے لشکر کے آدمیوں میں بیدلی پیدا کی اور عبدالعزیز کے زیر ہونے سے پہلے ہی خودسری پہلی آدمیوں کے اطمینان خاطر کے لیے اور لشکر کے استحکام ظاہری کے واسطے جن جگہوں پر ارابے نہیں پہنچتے تھے وہاں لکڑی کے سہارے لگواکے انمیں سات آٹھ گز کا فاصلہ رکھا اور انکو گائے کے چمڑوں کے رسوں سے مضبوط ومربوط کرادیا۔ ان اسباب وآلات کے مہیا وکمل ہونے میں پچیس روز لگے۔ انہیں ایام میں کابل سے ایک ایک دو دو آدمی کرکے پانچسو آدمی آئے ہونگے سب کے ہمراہ محمد شریف منجم شوم نفس بھی آیا۔ بابا دوست سرجی بھی جو شراب کے لیے کابل گیا تھا آیا۔ تین قطار اونٹوں کی شراب سوجہ غزنی کی لایا۔ اسی حال میں کہ پریشان باتوں سے جنکا اوپر مذکور ہوا لشکر کو یوں تردد وتوہم بہت تھا محمد شریف منجم جس شخص سے ملاقات ہوتی یہ مبالغہ کے ساتھ کہتا کہ ان ایام میں مریخ مغرب میں ہی جو شخص اس طرف سے جنگ کرے گا مغلوب ہوگا اگرچہ اسکا یارا ایسا نہ تھا کہ میرے سامنے یہ بات کہتا۔ مگر اوروں کے سامنے اس کہنے سے لشکر اور زیادہ بے دل ہوا۔ میں نے ایسی پریشان باتوں کو کچھ نہ سنا جو کام کرنے کے لایق تھے وہ میں نے کیے مہم جنگ میں مصاف کرنے میں مستعد ہوکر روز یکشنبہ ۲۱۔ کو شیخ جمالی کو بھیجا کہ دوآب دہلی کے ترکش بندوں میں سے جسقدر آدمی جمع کرسکے جمع کرکے مواضع میوات کو تاخت وتاراج کرے۔ جب تک اس طرف کوئی خدشہ ہو لوٹ مار سے ہاتھ نہ اٹھائے۔ ملا ترک علی بھی کابل سے آیا تھا اس کو بھی فرمان ہوا کہ شیخ جمالی کے ہمراہ ہوکر میوات ویران کرنے اور تاراج کرنے میں تقصیر نہ کرے۔

روز سہ شنبہ جمادی الاول ۹۳۳ھ کو میں سیر کرنے کے لیے سوار ہوا تھا اثنائے سیر میں میرے دل میں آیا کہ مجھے توبہ کا دغدغہ ہمیشہ رہتا تھا امر نامشروع کے کرنے سے میرا دل مکدر ہوتا تھا میں نے کہا کہ اے نفس کب تک گناہ کرے گا۔ مرنا آنکھوں کے سامنے ہی۔ جو شخص اپنے مرنے کا جزم کرے گا وہ اس حال میں تو جانتا ہی کیا رہے گا۔ بیت

دور ساز از جملہ مناہی خود را | پاک ساز از ہمہ گناہے خود را

اس خیال سے خوش ہو کر میں نے شراب پینے سے توبہ کی اور سونے چاندی کی صراحی و پیالہ تمام آلات مجلس شراب اسوقت منگا کر سب کو توڑ ڈالا۔ اور اُس کو مستحقوں اور درویشوں میں تقسیم کر دیا۔ اور شراب کو چھوڑ کر دل کو آسودہ کیا۔ اس توبہ کی موافقت میں میرے ساتھ اوّل عسس تھا اُس نے ڈاڑھی منڈانے اور رکھنے میں بھی میرے ساتھ موافقت کی تھی اس رات اور صبح میں امراء مقربوں میں سے اور سپاہیوں وغیرہ سپاہیوں میں سے تین سو آدمیوں نے توبہ کی۔ جو شراب موجود تھی اُسے پھینک دیا۔ بابا دوست جو شراب لایا تھا اُس کو حکم دیا کہ نمک ڈالکر سرکہ بنا دے جسجگہ کہ شراب پھینکی گئی تھی وہ کھودی جائے اور پتھر لگا کر وہ جگہ اونچی کی جائے اور اُس پر کچھ کھودا جائے میں نے یہ منت مانی تھی کہ اگر رانا سنگا پر ظفر پاؤنگا تو مسلمانوں کو تمغا بخش دونگا (تمغا سوا زمین کے محصول کے اور تمام محصولوں کو کہتے ہیں) جب میں تین ماہ بعد ۹۳۵ھ میں گوالیار کی سیر کر کے دھولپور کی راہ سے سیکری میں آیا تھا کہ راہ میں وہ جگہ آئی جہاں شراب کے دہانے کی جگہ پتھر لگائے گئے تھے تو درویش محمد ساربان و شیخ زین نے تمغے کی بخشش کو یاد دلایا میں نے کہا کہ یہ بات تمنے خوب یاد دلائی میں نے منشیوں کو بلا کر حکم دیا کہ ان دو امر عظیم الشان کے لیے جو واقع ہوئے ہیں فرمان لکھے جائیں شیخ زین نے اپنی قلم سے فرمان لکھے اور تمام قلمرو میں بھیجے۔ فرمان کی عبارت کا مختصر ترجمہ یہ ہے فرمان ظہیر الدین محمد بابر اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ وَنَشْكُرُ هَادِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَيَغْفِرُ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ وَنُصَلِّيْ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ۔ ارباب آرائے جو صور اسباب کے محاسن و صدق و صواب کو خوب سمجھتے ہیں وہ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ طبیعت انسانی بمقتضائے فطرت لذات نفسانی پر مائل ہے اور منہیات کا ترک کرنا توفیق یزدانی و تائید آسمانی پر موقوف ہے نفس بشر کا شر سے میل کرنا کچھ و جود نہیں ہے غرض اس مقال کی تصویر اور اس مقولہ کی تقریر سے یہ ہے کہ بمقتضائے بشریت بادشاہوں کی مراسم اور بادشاہی لوازم کے موافق اور حسب جاہوں کی عادت کے مطابق خواہ وہ بادشاہ ہوں یا سپاہ عنفوان ایام شباب میں بعض مناہی و ملاہی کا میں مرتکب ہوا۔ بعد چند روز کے مجھے اس سے ندامت و حسرت حاصل ہوئی۔ ان مناہی میں سے میں نے ایک ایک کو ترک کیا اور توبۃ النصوح سے اُس کی طرف رجوع کا دروازہ بند ہوا مگر شراب کی توبہ کہ اہم مطالب اس مقصد کا اور اعظم مارب اس مقصود کا ہے۔ الامور مرہون باوقاتہا کے حجاب میں ایسا محجوب رہا کہ اپنا منہ نہیں دکھاتا تھا۔ یہاں تک اِن

مبارک اوقات اور سانحات میں کہ جد تمام سے جہاد کا احرام کرکے عساکر اسلام کے ساتھ کفار کے
مقابلہ میں مقاتلہ کے لیے بیٹھا ملہم غیبی و ہاتف لاریبی سے میں نے اسباب معصیت کو مٹایا توبہ کا دامن
پکڑا۔ کفار کے ساتھ جہاد کا آغاز جہاد اکبر سے کیا جسکے معنی مخالفت نفس ہیں۔ شراب کی توبہ کا میرے
دل میں بہت دنوں سے ارادہ تھا اب میں نے اُسکو پورا کیا اور صراحی و جام و تمام آلات نقرہ کہ
میری مجلس کو ایسی زینت دیتے تھے جیسے کہ آسمان کو کواکب اُن کو زمین پر ذلت و خواری کے ساتھ
دے ٹپکا اور انشاء اللہ تعالیٰ جیسے کہ بتوں کے توڑنے کا ارادہ ہے اُن کو پارہ پارہ کیا اور ہر پارہ
ایک مسکین بیچارہ کو دیدیا۔ اس میرے انابت قریب الاجابت سے میرے بہت سے مقربوں کے
بمقتضائے الناس علےٰ دین ملوکہم توبہ کی اور شرب و خمر کو تکلف سے چھوڑا۔ اور ابھی بہت سے
آدمی اوامر و نواہی کے مطیع ہوکر سعادتمند ہوتے جاتے ہیں اور امید ہے کہ بمقتضائے الدال علے
الخیر کفاعلہ۔ اس توبہ کا ثواب میرے نامۂ اعمال میں لکھا جائیگا۔ اور بعد اس فرمان جاری کرنے
کے میں نے حکم دیدیا کہ کوئی شخص نہ شراب پیے نہ اُسکی تحصیل میں کوشش کرے۔ نہ شراب بنائے نہ بیچے نہ خریدے
نہ رکھے اور میں نے جمیع ممالک میں مسلمانوں کو تمغا معاف کر دیا جس کا حاصل بہت ہی کچھ تھا۔ باوجودیکہ سلاطین
سابق ضوابط شریعت کے خلاف مدتوں سے اُسے لیتے تھے میں نے فرمان صادر کیا کہ کسی شہر و بلدہ میں اُ
گذر و معبر پر تمغا کسی مسلمان سے نہ لیں اور اس حکم میں تغیر و تبدل کو راہ نہ دیں اور میرے حکم کی تعمیل کریں۔

انہیں ایام میں واقعات گذشتہ سے جنکا اوپر ذکر ہوا لشکر کے سب چھوٹے بڑے گھبرا کر عالم
تحیر میں ڈوب۔ سارے لشکر میں ایک آدمی ایسا نہ تھا جسکے مُنہ سے کوئی بات مردانہ اور کوئی رائے
دلیرانہ سُننے میں آتی۔ مقرر وزیر و مدبر امیر جنھوں نے اس ملک کی دولت کے مزے اُڑائے تھے
نہ اُنکی باتیں مردانہ تھیں اور نہ اُن کی تدبیر تقریر صاحب ہمتانہ تھیں۔ اس یورش میں خلیفہ نے
خوب خوب کام کیے تھے اور اُس نے ضبط و استحکام میں اور جد و اہتمام میں کوئی تقصیر نہیں کی
جب میں نے آدمیوں کی یہ بیدلی اور اس طرح کی سُستی دیکھی تو میرے دل میں یہ تدبیر آئی کہ
میں نے امرا اور جوانوں کو طلب کرکے کہا کہ اے امرا و جوانو۔

ہر کہ آمد بجہاں زاہل فنا خواہد بود | آنکہ پائندہ و باقی ست خدا خواہد بود

جو شخص مجلس حیات میں آتا ہے وہ آخر کو پیمانہ اجل پیتا ہے اور جو زندگی کی منزل میں آتا ہے وہ دنیا

کے نم خانہ سے باہر جاتا ہی- بدنامی کے جینے سے نیکنامی کے ساتھ مرنا بہتر ہی- س

بنام نکو گر بمیرم رواست   مرا نام باید کہ تن مرگ راست

خدائے تعالی نے یہ سعادت ہمکو نصیب کی ہی اور ایسی دولت قریب کی ہی کہ جو مرتا ہی وہ شہید ہوتا ہی اور جو مارتا ہی وہ غازی ہوتا ہی سبکو کلام الہی پر قسم کھانی چاہیے کہ کوئی شخص قتال سے روگردانی کا خیال نہ کریگا اور جب تک جان تن سے مفارقت نکرے وہ اس محاربہ و مقابلے سے جدا نہ ہو یہ سنکر صاحب و نوکر خورد و کلاں سبنے رغبت سے قرآن شریف کو ہاتھ میں لیا- سب عہد و پیمان اوپر کے مضمون کے موافق کیے یہ میری تدبیر اس طور کی تھی کہ دور کے آدمی سننے سے اور پاس کے آدمی دیکھنے سے دوست دشمن سبکو پسند آئی-

انہیں دنوں میں سب جگہ ایک آفت و شورش برپا ہوئی حسین خاں نے آنکر رابری کو لے لیا (یہ ایک قلعہ دوآبہ میں چندوار سے نیچے ہی) قطب خاں کے آدمیوں نے چندوار کو دبالیا (یہ قلعہ آگرہ کے نیچے جمنا پر واقع ہی) رستم خاں نے دوآبہ کے ترکش داروں کو جمع کرکے کول کو آنکر لے لیا- کچک علی کو قید کر لیا- سنداہد خاں بمجبوری سنبھل کو چھوڑ کر میرے پاس چلا آیا- سلطان محمد دولدی قنوج کو چھوڑ کر چلا آیا- گوالیار کے قلعہ کو اس نواح کے ہندوؤں نے گھیر لیا- اس قلعہ کے بچانے کے لیے عالم خاں کو بھیجا گیا تھا وہ اپنی ولایت کو گوالیار سے پھر کر چلا گیا- ہر روز میرے پاس ہر طرف سے ایک ناخوش خبر آتی تھی لشکر سے بعض ہندوستانی بھاگنے لگے ہیبت خاں کرگ انداز سنبھل کو بھاگ گیا- حسن خاں باری وال دشمنوں سے جا ملا- مینے انکی کچھ پروا نہ کی فقط اپنی سپاہ پر بھروسہ کرکے کارزار پر متوجہ ہوا- ارابوں اور سرپاے غلطکدار کو اور اس تمام اسباب آلات کو جو تیار ہوا تھا لیکر روز سہ شنبہ جمادی الآخر ۹۳۳ھ کو نوروز کے روز کوچ کیا- جرانغار و قول و یسال کو درست کیا اپنے آگے ارابے و سرپاے غلطکدار روانہ کیے اسکے پیچھے علی قلی کو اور تمام تفنگ اندازوں کو تعین کیا کہ وہ پیادوں کو ارابوں کے عقب سے جدا نہ ہونے دے تاکہ یسال بستہ ہو جب یسال آگیا اور ہر شخص اپنی جگہ پر قائم ہوا تو میں نے امرا اور قول و برانغار و جرانغار کے جوانوں کی دلدہی کی اور بتایا کہ ہر جماعت کو یہاں کھڑا رہنا چاہیے اور کسی دشمن کو کس طور سے مارنا چاہیے کس طریقہ سے لڑنا چاہیے- غرض سب کیواسطے یہ آئین معین و مقرر کیے- میں ایک کوس چلکر اترا رانا کا لشکر بھی میرے لشکر کی حرکت سے واقف ہوا- اور اس نے جماعتیں درست کیں اور مقابلہ کے

لیے سامنے آیا۔ لشکر کے آنے کے بعد ارابہ و خندق لشکر کے آگے درست کی گئیں۔ اُس دن لڑائی کا
کچھ خیال نہ تھا تھوڑے سے آدمی آگے بڑھ کر غنیم سے لڑے اور لڑائی کا شگون گیا چند ہندوؤں کو پکڑا اور
اُنکا سر کاٹ کر لائے۔ ملک قاسم چند سر کاٹ کر لایا تھا اُسنے یہ خوب کیا۔ اس سے لشکر کے آدمیوں کا دل
قوی ہوا۔ اور اُنکو اپنے اوپر بھروسہ ہوا صبح یہاں سے کوچ کرکے لڑائی کا خیال تھا کہ خلیفہ نے اور بعض
دولتخواہوں نے مجھ سے عرض کیا کہ جو منزل لشکر کے اترنے کے لیے مقرر ہوئی وہ نزدیک ہے اسلیے خندق
کندہ کرکے مضبوط کرکے کوچ کیا جائے تو مناسب ہے۔ اس خندق کے بنانے کے لیے خلیفہ سوار
ہوا اُس نے خندق کی کئی جگہوں پر بیلدار اور اُنکے منتظم مقرر کیے اور پھر وہ ہم سے آن ملا۔

روز شنبہ ۱۲۔ جمادی الاخری کو ارابوں کو آگے کھینچکر برانغار جبرانغار و قول و یساول ایک
کوس کے قریب آئے اور منزل مقررہ میں اُترے بعضے خیمے کھڑے ہو گئے تھے اور بعضے کھڑے
ہو رہے تھے کہ خبر آئی کہ غنیم کی سپاہ دکھائی دے رہی ہے۔ فی الحال میں نے سوار ہو کر حکم دیا
کہ برانغار میں برانغار اور جرانغار میں جرانغار اور ہر شخص اپنی جگہ پر جاکر ارابوں اور لشکروں کو
مضبوط و مرتب کرے۔ بابر لکھتا ہے کہ زین الدین نے جو اس لڑائی کا فتحنامہ لکھا ہے اُس سے
لشکر اسلام کی کیفیت و خیل کفار کی کمیت و صفوں و یساولوں کا کھڑا ہونا اور اہل اسلام و ہنود
کی لڑائی کا حال مشخص و معلوم ہوتا ہے۔ اس سبب میں نے زین خاں کے فتحنامہ کو بغیر گھٹانے
بڑھانے کے اپنی تزک بابری میں نقل کر دیا ہے وہ یہ ہے۔

جب بابر نے ممالک دہلی و آگرہ و جونپور و بہار وغیرہ تک کو فتح کر لیا تو اکثر طوائف
اقوام ہنود و اسلام نے اطاعت اختیار کی مگر اب اُنھوں نے سرکشی کی۔ ولایت ہند میں رانا
سنگا کا استیلا ایسا ہوا کہ بڑے بڑے راجاؤں نے اس سے مدارا و مواسا کرلی اور بلاد اسلام میں
قریب دو سو شہروں کے اُسکا علم ایسا بلند ہوا کہ اُس نے مساجد و معابد کو خراب کرکے ان شہروں کے
مسلمانوں کے عیال و اطفال کو اسیر کیا۔ دس بڑے بڑے نامی ہندو اُسکے طرفدار تھے جنکی سپاہ کی
تفصیل یہ ہے کہ (۱) صلاح الدین ۳۰ ہزار سوار (۲) راول اودے سنگھ باگری ۱۲ ہزار سوار (۳) میدنی
رائے بارہ ہزار سوار (۴) حسن خاں میواتی بارہ ہزار (۵) بار بل اندری چار ہزار (۶) پرت
ہار و اسات ہزار سوار (۷) سرودی کچی ۶ ہزار سوار (۸) بیرم دیو چار ہزار سوار (۹) بر سنگ دیو

چار ہزار (۱۰) محمود خاں ولد سکندر پاس اگرچہ کوئی ولایت و پرگنہ نہ تھا مگر تخمیناً دس ہزار سوار اُسنے اِس امید پر جمع کیے تھے کہ میں سردار ہو جاؤنگا۔ غرض ولایت و پرگنہ کے قاعدہ کے موافق اِس پاس دو لاکھ ایک ہزار سوار تھے۔ اور ۱۲ - جمادی الاخری ۹۳۳ھ کو موضع خانوہ (کانوہ) میں بادشاہی لشکر آیا۔ غنیم نے لشکر اسلام سے لڑنیکے لیے ہاتھی بھی بہت جمع کیے تھے وارد وسے اسلام سے مقابلہ و کارزار میں آئے۔ لشکر اسلام نے بھی اپنی صف بندی کی اور ترکوں نے سر پر اپنے خودوں کو چمکایا اور بطریق عزات روم تفنگچیوں اور رعد اندازوں کی پناہ کے لیے سپاہ کے آگے ارابوں کی صفیں مرتب ہوئیں۔ میدان جنگ میں طرفین کے لشکر شائستہ آئین کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ بابر نے حکم دیا کہ کوئی شخص بے حکم اپنی جا سے حرکت نہ کرے اور بے اجازت میدان جنگ میں قدم نہ رکھے پہر دن تک آتش جنگ مشتعل ہوئی برانغار و جرانغار میں بہت آدمی قتل ہوئے اور مخالفت کے جرانغار نے بادشاہ کے برانغار کی طرف جنبش کر کے خسرو کوکلتاش و ملک قاسم و بابا قشقہ پر حملہ کیا۔ بابر نے چین تیمور سلطان کو اُس کی کمک کو بھیجا۔ اُس نے مردانہ دستبرد کر کے مخالفوں کو اُن کے قول کے عقب سے ترب پہنچایا جس کے جلد دمیں یہ فتح اُن کے نام پر لکھی گئی۔ مصطفےٰ رومی نے بادشاہ کے لشکر میں سے ارابوں کو آگے لا کر تفنگ و ضرب زن ایسے مخالفوں کی صفوں پر لگائے کہ اُن کو توڑ دیا اور بہت سے مخالفوں کو ہلاک کر کے خاک میں ملایا۔ دشمنوں کی سپاہ پے در پے نئی آتی تھی۔ بابر بھی متواتر چیدہ چیدہ سپاہ کمک کے لیے بھیجتا تھا۔ ایک دفع قاسم حسین سلطان و احمد یوسف و قوام بیگ کو حکم ہوا۔ دوسری دفعہ ہند و بیگ قوچین مامور ہوا۔ تیسری دفعہ محمدی کوکلتاش و خواجگی اسد کو فرمان ہوا۔ بعد ازاں یونس علی و شاہ منصور برلاس و عبداللہ کتابدار اُن کے پیچھے دوست انیشک آقا و محمد خلیل اختہ بیگی کمک کے لیے مامور ہوئے۔ مخالفت کے برانغار نے بار بار بادشاہ کے لشکر جرانغار پر حملہ کیا۔ کبھی تیروں سے کبھی خنجر و شمشیر سے طرفین کے آدمی کام آتے بادشاہ کے حکم سے مومن اتکہ رستم ترکمان دشمن کی سپاہ کے پیچھے جا کر حملہ آور ہوئے۔ خواجہ خلیفہ کے ملازم ملا محمود اور علی اتکہ باشلیق اُن کی کمک کو گئے۔ محمد سلطان مرزا عادل سلطان عبدالعزیز میر آخور قتلق قدم قراول و محمد علی جنگ جنگ و شاہ حسین یارنیگی مغول غانچی۔ نے محاربہ میں دست کشائی کر کے پائے ثبات مستحکم کیا۔ اور خواجہ حسین نو آئینوں کی ایک جماعت

لے کر اُن کی کمک کو گیا۔ طرفین کے بہادروں نے جانستانی میں جانفشانی کی۔ جب کارزار میں دیر ہوئی تو بادشاہ نے اپنے خاص ملازموں کو جو ارابوں کے پیچھے ایسے بیٹھے تھے جیسے کہ شیر زنجیروں میں ہوتا ہی حکم دیا کہ راست چپ قول سے باہر آئیں اور تفنگچیوں کی جگہ بیچ میں چھوڑ دیں اور دونوں طرف سے لڑائی شروع کریں۔ غرض اُنھوں نے داد دلاوری اور دلیری دی۔ تلواروں کی چکاچاک اور تیروں کی شپاشپ کا آوازہ بلند ہوا۔ نادر العصر علی قلی مع اپنے توابع کے لشکر کے آگے کھڑا تھا۔ سنگ اندازی اور ضرب زنی تفنگ چلانے میں کارنامہ دکھا رہا تھا۔ اس اثنا میں بابر نے حکم دیا کہ قول کے آراب آگے روانہ ہوں۔ اور وہ خود لڑائی میں مصروف ہوا اور ایک دفعہ دشمن پر حملہ کیا۔ جب دن چھپنے کو ہوا تو قتال و جدال کی آگ نے خوب اشتعال پایا اور بادشاہ کے میمنہ و میسرہ نے دشمن کے میمنہ و میسرہ کو پرے ہٹا دیا۔ دشمن نے قول شاہی کی چپ و راست پر حملہ کیا اور اُس کے بہت قریب آگیا۔ غرض بادشاہ کی سپاہ نے دشمنوں پر ایسا دلاوری سے حملہ کیا کہ انکا قدم میدان جنگ سے اُکھڑ گیا اور وہ بھاگ گئے۔ حسن خاں میواتی تفنگ کی ضرب سے فنا ہوا۔ راول اُودے سنگہ والی ولایت نگر لپرہ۔ مانک چند چوہان۔ رائے چندر بھان و دلپت رائے و کنگو۔ کرم سنگہ۔ ڈونگرا اور بہت سے بڑے بڑے نامی سردار رانا سنگا کے مارے گئے اور کئی ہزار آدمی زخمی ہوئے۔ بادشاہ نے محمد علی کوکلتاش و عبد العزیز میر آخور و علی خاں اور بعض اور امیر کو رانا سنگا کے تعاقب میں بھیجا۔

بابر نے مخالفوں کو جنگ گاہ سے بھگا کر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اتنے میں رات ہو گئی جو دشمنوں کے لیے روز سیاہ تھا اور دوستوں کے لیے شبستان عشرت تھی۔ بابر اپنی منزل گاہ میں آیا۔ اس فتح کی تاریخ شیخ زین صدر نے فتح بادشاہ اسلام کہی۔ ایک اور شاعر کو بھی اس تاریخ کا توارد ہوا۔ بعد اس فتح کے طغرا میں بابر کے نام کے ساتھ غازی لکھا گیا۔ زین خاں کے فتحنامہ کے نیچے بابر نے ترکی زبان میں ایک رباعی لکھی ہی جسکا مطلب یہ ہی کہ اسلام کے واسطے میں صحرا میں آوارہ ہوا کفار و ہنود سے لڑا میں نے تو عزم جزم یہ کیا تھا کہ شہید ہوں مگر میں غازی ہوا۔

دشمنوں کا لشکر میرے لشکر سے دو کوس تھا میں نے دشمن کے تعاقب میں محمدی و عبد العزیز و علیخاں اور امیروں کو بھیجا۔ مگر مجھے کسی اور پر بھروسہ نکرنا چاہیے تھا بلکہ خود جانا چاہیے تھا محمد شریف منجم بھی جو کیسی بد فالیاں کرتا تھا فتح کی مبارکباد دینے آیا میں نے اُس کو بہت گالیاں دے کر

دل کی بھڑاس نکالی۔ اگرچہ وہ کافر دشمن و شوم نفس اور بہت مغرور و سرکش تھا مگر قدیمی نوکر تھا
ایک لاکھ ٹنکہ انعام دیکر میں نے رخصت کیا اور حکم دیا کہ میری قلمرو میں نہ رہے۔ یہ لڑائی ایک پہاڑی کے پاس
ہوئی تھی میں نے وہاں دشمنوں کی کھوپڑیوں کا مینار یادگار بنوایا۔ جب مجھے فتح ہوئی تو میں نے محمد علی
جنگ جنگ و شیخ گورن اور افسروں کے ساتھ بڑا لشکر الیاس خاں کے مفسدہ کو مٹانے کے
لیے دوآبہ کو روانہ کیا۔ اس الیاس خاں نے دوآبہ میں بڑا غدر و شور مچا رکھا تھا۔ کول پر
قبضہ کیا۔ کچک علی کو قید کیا۔ جب میرا لشکر پہنچا تو الیاس خاں نے جانا کہ اس لشکر کا سامنا
نہ ہوسکے گا چاروں طرف کی راہ لی۔ کوئی ادھر گیا کوئی اُدھر تھوڑے دنوں بعد جب میں آگرہ میں آیا
تو الیاس خاں پکڑا ہوا آیا میں نے اُسکی زندہ کھال کھچوائی۔ میوات کا ملک دہلی کے قریب ہے اور اُسکی
آمدنی تین چار کروڑ ٹنکہ کی تھی۔ حسن خاں میواتی کو ریاست یہاں کی وراثت میں ہاتھ لگی تھی۔ اسی
خاندان میں حکومت دو سو برس سے چلی آتی تھی وہ شاہ دہلی کا مطیع برائے نام تھا۔ سلاطین ہند
کو کبھی پوری حکومت ملک میوات پر میسر نہ ہوئی اسکا سبب یہ ہوا ہوگا کہ میوات کا ملک سنگلاخ تھا۔
پہاڑ اسمیں بہت تھے۔ ان پہاڑوں میں میواتیوں کو پناہ لینے کا خوب موقع ملتا تھا۔ جب میں نے ملک ہند
کو فتح کیا تو سلاطین سابق کے موافق حسن خاں پر میں نے بھی نہایت عنایت کی مگر اس کافر نعمت ناحسان مند
نے میری اس مروت و عنایت کا کچھ خیال نہ کیا۔ اُسکا دل ہندوؤں کی طرف راغب تھا جتنے فساد برپا
ہوئے سب کا بانی مبانی وہی تھا۔ اس لیے میں نے ہندوؤں کا ملک چھوڑ دیا۔ اور اس ملک کی نظم و نسق کا
ارادہ کیا۔ میں چار پانچ کوچ کرکے قلعہ الور کے پاس پہنچا یہ میواتیوں کا دار القرار تھا حسن خاں کے
باپ دادا کا دار السلطنت تجارا تھا۔ ایک شخص کرم چند حسن خاں کے سرداروں میں تھا اور وہ اُسوقت
بھی آگرہ میں آیا تھا کہ حسن خاں کا بیٹا طاہر خاں قید تھا۔ اب اُسنے اس طاہر خاں کی طرف سے مراحم شاہانہ
کی التجا کی میں نے اُسکے ساتھ عبد الرحیم کو بھیجا اور خطوط لکھدیے جس سے طاہر خاں کے دل کو تسلی اور
تسکین ہو۔ اور خوف جاتا رہے اُس پر وہ میرے پاس چلا آیا اور میں نے اُس پر عنایت کی اور
اُس کو ایک پرگنہ لاکھ ٹنکہ کا جاگیر میں دیا۔ اور چین تیمور سلطان کو شہر تجارا دیدیا۔ پھر میں قلعہ الور میں
گیا اور وہاں ایک شب رہا۔ غرض میوات کا انتظام پہلے سے اچھا ہوگیا۔ اور الور کے پاس سے
ممالک کابل کے انتظام کے واسطے شہزادہ ہمایوں کو روانہ کیا۔ وہاں خان مرزا کا انتقال ہوگیا تھا۔

اُسکے ساتھ وہ فریق بھی تھا جنھوں نے کابل جانے کی رخصت اس لڑائی سے پہلے چاہی تھی اور بہت سا
خزانہ اور لشکر ساتھ کر دیا۔ محمد علی جنگ جنگ اور سرداروں کو اس کام پر تعین کیا کہ حسن خاں بالحا
افغان نے جو چندوار اور رابری میں اور قطب خاں نے جو اٹاوہ میں بغاوت اختیار کی ہی اُسکا
انسداد کریں حسن خاں تو بے لڑے میدان سے بھاگا۔ دریا پار جاتا تھا کہ راہ ہی میں دریا رفنا میں ڈوب
گیا۔ دریا خاں کہیں آوارہ ہو کر چلا گیا۔ بتن کا فساد دور کرنے کے واسطے محمد سلطان مرزا قنوج کو روانہ
ہوا۔ وہ خیرآباد کی طرف بھاگ گیا۔ ۲۹۔ ذالحجہ سنہ ۹۳۴ھ / ۱۵۲۸ء کو بادشاہ کول اور سنبھل میں شکار کھیلنے گیا۔ پھر یہ
سیر و تماشا دیکھ کر آگرہ میں آیا۔ غرض جن صوبوں کا انتظام لڑائی کے سبب بگڑ گیا تھا چھ مہینہ میں سب درست
ہو گیے۔ برس دن کے اندر اندر گنگا پار کے ملکوں میں صوبہ اودہ کے سوا بابر کی سلطنت قایم
ہو گئی۔ فقط صوبہ اودہ میں ایک گروہ افغانوں کا باقی تھا۔ اُسکی سرکوبی کیواسطے فوج روانہ کیگئی۔

سنہ ۹۳۴ھ / ۱۵۲۸ء میں بابر نے چندیری پر چڑھائی کی۔ وہ اپنے واقعات میں لکھتا ہی کہ ربیع الاول
کی چودھویں تاریخ دوشنبہ کے دن چندیری فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ اور جلیسر اور کچھوہ
میں ہوتا ہوا چندیری سے تین کوس پر خیمہ ڈالا۔ حصار چندیری پہاڑ پر واقع ہی اور سارا شہر اور قلعہ
پہاڑوں کے ڈھلان پر بنا ہوا ہی۔ پھر آگے بڑھ کر تمام لڑائی اور مورچوں کی تیاری کی اور قلعہ فتح کرنیکا
سب سامان جمع کیا۔ چندیری پہلے مانڈو (مالوہ) سے علاقہ رکھتی تھی۔ سلطان نصیر الدین کی وفات
کے بعد اُس کا ایک بیٹا سلطان محمود مانڈو کا مالک ہوا اور اُس کا دوسرا بیٹا محمد شاہ چندیری پر
قابض ہوا۔ اور سلطان سکندر لودی سے حمایت کا طالب ہوا۔ سلطان سکندر نے اپنے لشکر کو
بھیجکر اُس کی حمایت کی۔ پھر سلطان ابراہیم کے وقت میں محمد شاہ مر گیا۔ اور ایک کم عمر بیٹا احمد شاہ
چھوڑ گیا۔ سلطان ابراہیم نے اس احمد شاہ کا کام تمام کر کے ایک اپنا آدمی وہاں حاکم
بنایا۔ جب رانا سنگا ابراہیم سے لڑنے کے واسطے دھولپور تک آیا۔ تو اُس شاہزادہ کے
امرا اُس کے خلاف ہو گئے۔ غرض رانا سنگا کے ہاتھ چندیری آگئی اُس نے میدنی راے کو بیانگا
راج دیدیا۔ اب اُس وقت وہ یہاں راجہ تھا اور پانچ ہزار سپاہ پاس رکھتا تھا۔ میں نے اُس
پاس پیغام بھیجا کہ چندیری میرے حوالہ کر دے۔ اور اُس کے عوض میں شمس آباد لے لے مگر اُسکے
دو تین صلاح کاروں نے اس صلح کو نہ ہونے دیا۔ غرض میں نے چندیری کا محاصرہ کیا۔ دوسرے

چندیری

دن محصورین مایوس ہو گئے۔ اور وہی کام جو مایوسی کی حالت میں رجپوت کیا کرتے ہیں کیا کہ اپنے جورو بچوں کو قتل کیا اور برہنہ ہو جان لڑانے کے واسطے دوڑے۔ جو مسلمان فصیل پر چڑھے ہوئے تھے اُن کے سامنے آئے اُن کو مار کر بھگا دیا اور فصیل سے کود کر خوب دل کھول کر لڑے۔ اور آخر کو مغلوب ہو کر سب پامال ہو گئے۔ دو تین سو راجپوت میدنی راؤ کے گھر میں گھس گئے اور آپس میں اس طرح قتل ہو گئے کہ ایک آدمی تلوار ہاتھ میں لے کر کھڑا ہوا اور اُس کے گرد سب راجپوت جمع ہوئے اور خوشی خوشی اپنی گردن اُس کی تلوار کے آگے جھکاتے گئے اور سر اُڑواتے گئے۔ اور میدنی راؤ بھی اسی طرح قتل ہو گیا۔ دو تین گھڑی میں یہ مشہور قلعہ خدا کی عنایت سے ہاتھ لگ گیا۔ فتح دار الحرب اس کی تاریخ ہوئی۔ یہاں بھی ایک مینار ہندوؤں کی کھوپریوں کا پہاڑ پر قائم کیا۔ دوسرے دن قلعہ کی بابر نے سیر کی۔ اور ملّو خاں کو یہ قلعہ سپرد کیا۔ اور یہ ارادہ ہوا کہ بھیلسا اور چتوڑ کو فتح کیجیے مگر یہ ارادہ اس سبب سے فسخ ہوا کہ جب چندیری کا محاصرہ ہو رہا تھا تو خلیفہ نے دو ایک خط دیے۔ انکا مضمون یہ تھا کہ پورب کو جو سپاہ روانہ ہوئی تھی وہ بے ترتیب کوچ کر رہی تھی اُس پر افغانوں نے حملہ کیا اور شکست دے کر پریشان اور منتشر کر دیا۔ وہ لکھنؤ کو چھوڑ کر قنوج میں چلی آئی ہے۔ جب چندیری فتح ہو چکی تو بادشاہ نے اِس باب میں صلاح اور مشورہ کیا۔ سب کی مرضی ہوئی کہ پہلے سرکشوں کا سر کاٹنا چاہیئے۔ اس لیے وہ سب منصوبے ممالک ہنود کی فتح کے چھوڑ دیے اور چندیری احمد شاہ کو جو سلطان ناصر الدین کا پوتا تھا سپرد کی اور اُس سے اقرار ٹھیرا لیا کہ پچاس لاکھ ٹنکہ خزانہ شاہی میں سالانہ داخل کیا کرے۔ اور جمادی الاول کی گیارھویں تاریخ اتوار کے دن اس مہم پر بادشاہ روانہ ہوا اور وہاں پہنچا جہاں جمنا اور چنبل ملتے ہیں یہاں اُس پاس خبر آئی کہ جو فوج قنوج میں اُس کی تھی وہ رابری میں ہے۔ اور شمس آباد کا قلعہ جس میں ابو محمد نیزہ باز کی فوج تھی دشمنوں نے حملہ کر کے لے لیا ہے۔ اس خبر کو سنکر بادشاہ جھٹ پٹ دریا کو عبور کر کے قنوج کی طرف روانہ ہوا۔ اور آگے فوج کو دشمنوں کی خبر لانے کے لیے بھیجا جب وہ دو تین منزل پر تھا تو اُس پاس یہ خبر آئی کہ بَن اور شیخ بایزید اور معروف افغانوں کے سردار اُس کے آنے کی خبر سنکر قنوج سے گنگا پار اُتر گئے ہیں اور مشرقی کنارے پر گنگا کے

قنوج کی مہم کا بیان

انھوں نے پڑاؤ ڈالا ہی۔ غرض بابر بھی قنوج میں پہنچا۔ یہاں تیس چالیس کشتیاں جابجا سے جمع کر کے گنگا کا پل باندھنا شروع کیا۔ اور استاد علی قلی نے بھی اپنے توپخانے کو چلانا شروع کیا۔ اور ایک توپ بھی جسکا نام دیگ غازی تھا وہ بھی چلائی گئی۔ غرض اس توپخانہ کی توپیں پہلے دن آٹھ دفعہ اور دوسرے دن سولہ دفعہ چلیں اور اسی طرح پانچ چھ روز تک وہ چلتی رہیں۔ اور پل بنتا رہا۔ جب پل تیار ہو گیا تو سپاہ نے عبور کیا۔ یہاں بابر نوروز اور ایام کے مسعود اور منحوس ہونے کے حساب میں رہا نہیں وہ دشمنوں کا جلد کام تمام کرتا۔ افغان بھی اپنی صفیں باندھ کر اور ہاتھیوں کو سامنے کر کے لڑائی کے میدان میں آئے اور لڑائی ہوئی اور افغان میدان سے بھاگے۔ اور چین تیمور سلطان اُنکے تعاقب میں گیا۔ مگر جو سپاہ اس تعاقب میں گئی اُسنے کچھ کام نہ کیا۔ بابر خود بھی لکھنؤ میں پہنچا اور گومتی کے پار اُترا۔ اور اجودھیا سے دو تین کوس پر پہنچا۔ شیخ بایزید بھی کہیں یہیں تھا۔ بابر کی فوج اُسکے پیچھے روانہ ہوئی تو وہ جنگل میں بھاگ گیا بابر یہاں چند روز مقیم رہا۔ اور اودہ کا خاطر خواہ بند و بست کیا۔ غرض دشمنوں کو گنگا پار اُتار دیا۔ اس سال کا باقی حال واقعات بابری میں نہیں پایا جاتا۔ اب بابر بادشاہ کا ارادہ گوالیار کی سیر کا ہوا۔ جمنا پار ہو کر قلعہ آگرہ میں آیا۔ اور یہاں اسکو بخار آنا شروع ہوا اور اس حالت مرض میں اُس نے خواجہ عبداللہ احرار کے رسالۂ والدیہ کو نظم کیا۔ پھر غسل صحت ہوا اور اُسکا ایک جشن عالیشان ہوا۔ اُسکی عادت تھی کہ مصیبت کے دنوں کو ایسی ایسی دل لگیوں اور شغلوں میں کاٹتا۔

بابر لکھتا ہی رانا سنگا کا ایک بیٹا رانی پدماوتی سے بکرماجیت تھا وہ رنتھنبور میں رہتا تھا ایک بڑا معتبر سردار اُسکا اسوک نامی میرے پاس پیغام لایا کہ راجہ حضور کی فرمانبرداری کے واسطے اور ستر لاکھ ٹنکہ نذرانہ دینے کے لیے موجود ہی میں نے اُسپر کہا کہ مجھکو یہ امر منظور ہی وہ قلعہ رنتھنبور میرے حوالے کر دے میں اُسکو اُسی قدر جاگیر دیدونگا جسقدر وہ مانگتا ہی۔ یہ پیغام لیکر ایلچی واپس گئے اور جب گوالیار میں آیا تو ایک دن ملاقات کا بکرماجیت کے آدمیوں کے ساتھ مقرر کیا۔ مگر اُس روز معین پر کوئی آدمی حاضر نہوا۔ بعد چند روز کے پھر اسوک آیا اُس نے بکرماجیت اور اُس کی ماں کو خود جاکر جو کچھ حال گذرا تھا سنایا۔ یہ ماں بیٹے دونوں بابر کی اطاعت پر راضی ہو گئے جب رانا سنگا نے سلطان محمود کو شکست دی تھی اور قید کیا تھا اُس پاس ایک تاج اور کمر بند بڑا گران بہا تھا۔ رانا نے

جب اُس قیدی کو رہا کیا تو یہ دونوں چیزیں اُس سے لے لیں اب وہ مگر ماحیت پاس تھیں یہ
دونوں بیش بہا تحفے میری پیش کش میں آدمی کے ہاتھ بھیجے اور نقبور کے عوض میں بیانہ مانگا
مگر شمس آباد میں نے اُسکو دیا۔

میں شکار کھیل رہا تھا کہ آگرہ سے خلیفہ نے خط بھیجے اُن میں یہ لکھا تھا کہ شاہ سکندر لودی
کے بیٹے محمود نے بہار کو فتح کر لیا (یہ محمود وہی ہی جو رانا سنگا کے ساتھ بابر سے لڑا تھا) اس خط کو
پڑھتے ہی میں ایک دن میں آگرہ کے اندر آگیا۔ اور مشورہ سے یہ امر قرار پایا کہ ممالک شرقیہ
کی فتح کے واسطے میں خود جاؤں۔ غرض سب سپاہ کا سامان تیار کر کے ۹۳۵ھ (۱۵۲۹ء) میں میں داخل
ہوا دکدکی میں پہنچا یہ مقام پرگنہ کڑہ میں ہی یہاں یہ متواتر خبر آئی کہ سلطان محمود پاس ایک لاکھ
لشکر جمع ہو گیا ہی اور اس نے شیخ بایزید اور بین کو بہت سا لشکر دیکر سرور کی طرف روانہ کیا ہے
اور وہ خود اور فتح خاں گنگا کے کنارہ پر پڑا ہی اور چنار گڈہ پر حملہ کرنے کا ارادہ ہی۔ اور شیر خاں
کو جسپر میں نے بہت سے احسان کیے تھے اور بہت سے پرگنے جاگیر میں دیے تھے۔ اور اس طرف
میں اُسکو حاکم بنایا تھا وہ بھی افغانوں کے ساتھ شریک ہو گیا۔ غرض یہ سب گھمگھٹ بنارس کی
طرف آیا۔ سلطان جلال الدین کے آدمی بنارس کو ان دشمنوں سے نہ بچا سکے بنارس کو چھوڑ
کر چلدیے اور یہ بہانہ بنایا کہ وہاں قلعہ میں ہم آدمی اپنے چھوڑ آئے ہیں کہ وہ اُسکی حفاظت کے
واسطے کافی ہیں۔ اور ہم آگے گنگا کے کنارے پر لڑنے کے لیے چلے آرہے ہیں۔ تھوڑے
دنوں بعد محمد بخشی کشتی میں سوار ہو کر دوسری طرف سے گنگا کے آیا اور یہ خبر لایا کہ محمود خاں
پسر سلطان سکندر لودی جسکو افغانوں نے محمود شاہ بنایا تھا۔ اُس کا یہ حال ہوا کہ جب لشکر نے
چنار گڈہ کا محاصرہ کیا اور انکو میرے پاس جانیکی خبر پہنچی تو اُنکے ہوش اُڑ گئے اور گھبرا کر ادہر اُدہر تتر
بتر ہو گے اور چنار کا محاصرہ اُٹھا لیا۔ اور بنارس پر جو افغان بڑہ آئے تھے وہ بھی اُلٹے ایسے بے سرو
پا بھاگے کہ درمیان میں دو کشتیاں اُنکی ڈوب گئیں۔ اور بہت سے آدمی اُنکے دریا میں خاک کے اندر
مل گئے۔ پھر میں نے جمنا کے کنارے سے کوچ کیا اور چنار کے قلعہ کی سیر کی۔ یہاں باقی خاں خبر لایا
کہ محمود خاں دریا سون کے کنارہ پر پڑا ہوا ہی۔ میں نے امیروں سے صلاح و مشورہ کیا تو یہ
قرار پایا کہ کوچ پر کوچ کر کے جلد غنیم کی خبر لینی چاہیے۔ اس میں توقف نہ کرنا چاہیے۔ غرض میں

بمقام بنگال کی امیروں کا حال

غازیپور میں پہنچا اور چوسہ (چوسر) میں مقام کیا۔ اور اور لشکر نے کرم ناسا پر خیمے ڈالے۔ پورب میں اُسوقت لوحانی اور لودی افغانوں میں آپس میں لڑائی جھگڑے ہو رہے تھے بہت سے طرفدار جلال خاں لوحانی پسر محمد شاہ لوحانی کے ہو رہے تھے۔ اس جلال خاں نے بابر پاس پیغام بھیجا کہ میں حاضر ہوتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ افغانوں کے ہاتھ سے اُس نے صدمہ اُٹھایا تھا۔ اور وہاں سے بھاگ کر بابر پاس آیا تھا۔ اِن باہمی فسادوں ہی نے افغانوں کی قوم کو تمیناس کر دیا۔ اب بہار گنگا کے جنوب میں بابر کے تصرف میں تھا اور شمال میں شاہ بنگال کے قبضہ میں اس بادشاہ پاس بہت سی فوج اب بھی تھی۔ اس کا ارادہ تھا کہ سلطنت دہلی میں سے جسقدر ملک اُسکے قبضہ میں تھا اُسی پر اکتفا کرے۔ اور باقی ملک پر جو لوگ قابض ہیں اُن سے لڑائی جھگڑا نکرے۔ اس نیت سے اُسکا سفیر اسمٰعیل متا بابر کے پاس رہتا تھا۔ بابر نے اِس سفیر کو اور ایک اپنے آدمی کو شاہ بنگال پاس بھیجا اور یہ لکھا کہ وہ اپنی تمام فوج کو اُس ملک سے جہمیں وہ کوچ کر رہا ہی اپنے پاس بلالے۔ اور یہ بھی وعدہ کیا کہ اس سپاہ کو خیر و عافیت سے ترک اُس پاس پہنچا دینگے اور کچھ اُن کو راہ میں تکلیف نہ ہوگی۔ اگر اس امر سے شاہ بنگال انکار کریگا تو خود اپنے پاؤں میں کلھاڑی ماریگا۔ اور جو آفت اُس پر پڑے گی وہ اپنے ہاتھ سے اُس پر آئیگی۔ غرض اِس بات کا جواب نہ آیا۔ اور بابر سے صبر نہ ہوسکا وہ گنگا سے اُتر کر بنگالیوں سے لڑنے لگا۔ اگرچہ بابر گنگا پار اُتر گیا تھا۔ مگر گھاگرا اترنا باقی رہا تھا۔ غنیم وہاں پڑا تھا جہاں گھاگرا اور گنگا یہ دونوں دریا ملتے ہیں۔ مگر بابر پاس کشتیوں کا سامان ایسا اچھا تھا کہ اُس نے بنگالیوں کی کشتیوں کو مار پیٹ کر بھگا دیا۔ اگر یہ صورت پیش نہ آتی تو وہی کشتیاں بابر کے حق میں سنگِ راہ ہوتیں۔ بنگالیوں نے بابر کو اُترنے سے روکا۔ بنگالی توپ چلانے میں بڑے استاد مشہور تھے اس طرف بھی علی قلی توپچی موجود تھا۔ غرض دونوں طرف سے توپوں کی مار شروع ہوئی۔ دریاؤں کے پار جا کر لڑائیاں شروع ہوئیں بابر کی فوج نے بنگالیوں کی فوج کو مار کر بھگا دیا۔ اور بہت سے سپاہیوں کو قید کر لیا۔ پھر شاہ بنگال سے صلح ہوگئی۔ اور جب بابر کا ارادہ آگرہ کا ہوا تو اُس کو یہ خبر ملی کہ بَبن اور بایزید بنگال کی فوج لیکر گھاگرا پار اُتر گئے ہیں اور لکھنؤ پر قبضہ کر لیا ہی۔ یہاں کے قلعہ میں گھاس ایک جگہ بہت سی جمع تھی اُس میں آگ لگ گئی۔ اس آگ کی گرمی سے قلعہ تنور ہوگیا۔ اور اُسکی فصیل پر کھڑے رہ کر لڑنا

دشوار ہو گیا۔ اور اُسکے پیچھے جو لشکر روانہ ہوا اُس نے اُنکو بندیل کھنڈ میں گنگا جمنا وار پار پراگندہ کر دیا۔ اب برسات آگئی۔ بادشاہ آگرہ میں آگیا۔ اور باغ بہشت میں مزے اُڑانے لگا اور بنگالہ سلطان جنید برلاس کے سپرد کر دیا اب آگے اس سے واقعات بابری میں کچھ نہیں لکھا اسی بیان پر اُس کا خاتمہ ہو گیا۔

اب اس گل کی بھی خزاں آگئی۔ مرنے سے پندرہ مہینے پیشتر بیشتر مزاج کچھ نہ کچھ مرض میں مبتلا رہتا تھا۔ اپنی واقعات میں بھی اس زمانہ کا کچھ حال نہیں لکھا ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ قلم کا زور بھی ہاتھ سے جاتا رہا تھا۔ اور سستی اور کاہلی نے چستی و چالاکی کی جگہ لے لی تھی۔ ہمایوں بغیر اُس کی اجازت کے کابل سے چلا آیا۔ ہمایوں کا حال یہ ہی کہ بابر ممالک کابل و بدخشاں کے انتظام و استحکام کو اپنے ذمّے واجب جانتا تھا۔ اس نے ۹۱۶ھ میں جب خان مرزا کا انتقال ہو گیا تو ہمایوں کو بدخشاں مرحمت کیا اور اُسکو بہت ملازموں کے ہمراہ ۹۔ رجب کو ۹۱۷ھ کو وہاں روانہ کیا۔ جب ۹۱۹ھ میں بدخشاں سے قاصد خبر لائے کہ ہمایوں نے چالیس پچاس ہزار سپاہ جمع کر کے ثمرقند کے فتح کرنے کا ارادہ کیا ہی اور حرف صلح بھی درمیان ہی۔ بابر نے اُسی وقت ہمایوں کو منشور لکھا کہ اگر کار مصالحت سے باہر نہ ہو گیا ہو تو جب تک ہم ہندوستان صاف نہ ہو صلح رکھنی چاہیے۔ انشاء اللہ تعالےٰ کار ہندوستان جو قریب الاختتام ہی تمام کر کے میں خود وہاں آؤں گا۔

بدخشاں میں ہمایوں کا جانا

ہمایوں ایک سال تک بدخشاں میں عشرت پیرا رہا کہ یکبارگی باپ کے دیکھنے کا شوق ایسا دامنگیر ہوا کہ بدخشاں پر سلطان ویس کو جسکا داماد میرزا سلیمان تھا حوالہ کر کے قبلہ و کعبہ کی طرف چلا ایک روز میں کابل آیا۔ میرزا کامران قندھار سے کابل میں آیا ہوا تھا۔ عیدگاہ میں دونوں بھائیوں میں ملاقات ہوئی۔ میرزا کامران نے حیران ہو کر بھائی سے پوچھا کہ کیوں جاتے ہو فرمایا کہ باپ کا اشتیاق کشاں کشاں مجھے لیے جاتا ہی مرزا ہندال کو کابل سے بدخشاں کی حراست کے لیے بھیجا۔ اور تھوڑے دنوں میں باپ کے پاس دار الخلافت آگرہ میں پہنچا۔ میرزا حیدر نے اپنی تاریخ رشیدی میں یہ لکھا ہی کہ ۹۳۵ھ میں بابر نے ہمایوں مرزا کو طلب کیا۔ اور یہ واقعہ اس طرح ہی کہ میرزا خان ابن سلطان محمود مرزا ابن ابو سعید مرزا نے جو بدخشاں میں تھا وفات

ہمایوں کا بدخشاں سے باپ کے پاس آنا

پائی تو اس کا ایک بیٹا سلیمان تھا اُسکو بابر نے اپنے پاس بلا لیا اور اپنے سب بڑے بیٹے ہمایوں مرزا کو بدخشاں بھیجا۔

سنہ ۹۲۶ھ سے سنہ ۹۳۲ھ تک ہمایوں مرزا بدخشاں میں باپ کے ساتھ تھا جب ہندوستان فتح ہوا تو اُسوقت بادشاہ کے دو بیٹے حد شباب کو پہنچے تھے اُن میں سے ایک ہمایوں مرزا کو اپنے پاس بلا لیا اس لیے کہ فرزندوں میں سے ایک اپنے پاس رہے۔ اگر واقعہ ناگزیر پیش آئے تو جانشین پاس ہو۔ ان وجوہ سے بادشاہ نے ہمایوں مرزا کو ہندوستان میں طلب کیا۔ اہل بدخشاں نے ہمایوں مرزا سے عرض کیا کہ بدخشاں کے پیچھے اوزبک لگے ہوئے ہیں اور قدیم کینہ ہم سے رکھتے ہیں آپ تو ہندوستان جاتے ہیں بدخشاں کی حفاظت امرا سے نہیں ہو سکے گی۔ ہمایوں مرزا نے جواب دیا کہ جو کچھ تم کہتے ہو صحیح ہی مگر میں باپ کے حکم سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ میں بہت جلد کسی اپنے بھائی کو بھیجدیتا ہوں۔ آدمیوں کو اس طرح تسلی دیکر اُس نے ہندوستان کی راہ لی۔ اہل بدخشاں مایوس ہوئے۔ ہمایوں ہندوستان میں آیا۔ فقیر علی کو بدخشاں میں اُس نے مقرر کیا۔ ہمایوں باپ کے پاس مدتوں تک رہا تھا اور باپ اُسکے ساتھ مصاحبانہ سلوک کرتا تھا اور بارہا کہا کرتا تھا کہ ہمایوں مصاحب بے بدل ہی۔ جب ہمایوں بدخشاں سے چلا آیا تو سلطان سعید خاں کاشغر کے خوانین میں سے تھا اور نسبت خویشی کی بابر کے ساتھ رکھتا تھا رشید خاں کو یارکند میں چھوڑ کر بدخشاں کی طرف متوجہ ہوا۔ سلطان ویس کو طلب کیا۔ پہلے اس سے کہ وہ بدخشاں میں پہنچے مرزا ہندال بدخشاں میں آگیا تھا اور قلعہ ظفر کو اپنا عشرتکدہ بنایا تھا ملک میں امن امان تھا۔ سعید خاں نے تین مہینہ قلعہ کا محاصرہ کیا مگر بے بہرہ کاشغر کو اُلٹا گیا تھا۔ ہندوستان میں بابر سے یہ کہا گیا کہ کاشغریوں نے بدخشاں لے لیا۔ بابر نے بدخشاں کی مہام کے انتظام کے لیے خواجہ خلیفہ کو جانے کا حکم دیا۔ خواجہ نے اپنے معاملہ نافہمی سے جانے میں تقاعد کیا بادشاہ نے ہمایوں سے کہا کہ تم جانے میں اپنی کیا صلاح جانتے ہو تو اُس نے عرض کیا کہ جب حضور کی ملازمت سے دور ہوا تھا تو مجھے اسقدر آزار و گزند پہنچا کہ میں نے قسم کھائی ہی کہ میں اپنے اختیار سے حضور کے قدموں سے جدا نہ ہونگا آگے حضور مالک ہیں بندہ فرمانبردار ہی۔ اسواسطے مرزا سلیمان کو بدخشاں اُس نے رخصت کیا۔ اور سلطان وانیال کو لکھا کہ ہم مرزا سلیمان کو بھیجتے ہیں اُسکو مناسب ہی کہ

بدخشاں حوالہ کر دے۔ ہم نے وارث کو میراث سپرد کی ہو آیندہ تمکو اختیار ہی۔ ہم نے پہلے لکھا تھا کہ بدخشاں میں امن امان ہو گیا تھا۔ مرزا ہندال نے مرزا سلیمان کو بدخشاں حوالہ کر دیا اور خود ہندوستان کی طرف چلا۔

بابر نے کچھ دنوں بعد ہمایوں کو سنبھل میں کہ اُسکی جاگیر تھا بھیجدیا تھا۔ چھ مہینے تک رہا یہاں عیش و عشرت میں مصروف رہا کہ یکایک بخار چڑھا۔ رفتہ رفتہ وہ بڑھتا گیا۔ جب بادشاہ کو یہ خبر جانکاہ پہنچی تو اُس نے بیقرار و بے تاب ہو کر حکم دیا کہ ہمایوں کو دہلی لے جائیں اور وہاں سے کشتی میں بیٹھا کر آگرہ روانہ کریں تاکہ میری آنکھوں کے سامنے حاذق طبیب معالجہ کریں۔ اور اطبا کی جماعت کثیر جو میرے پاس ہی وہ اُسکے علاج میں صحیح تدبیرات کریں دریا کی راہ سے تھوڑے دنوں میں ہمایوں آگرہ میں آگیا۔ ہرچند اطبا نے علاج میں سر مارا اور صحیح تدبیرات کیں مگر کچھ افاقہ و صحت کی صورت نظر نہ آئی۔ جب ساری طبابت ختم ہو چکی تو ایک روز جمنا کے کنارے پر بادشاہ بیٹھا بیٹھا طبیبوں کے ساتھ معالجہ کے باب میں اندیشہ کر رہا تھا کہ میر ابوالبقا کہ اس زمانہ کے اعاظم افاضل میں سے تھا اُس نے عرض کیا کہ پہلے عاقل بزرگوں سے سنتے چلے آتے ہیں کہ اس طرح کے امور میں جب اطبا ظاہری معالجہ میں عاجز ہوں تو چارہ کار یہ ہی کہ جو چیز سب سے زیادہ بہتر اور عزیز ہو اُس کو تصدق کرتے ہیں اور خدا سے دعا مانگتے ہیں۔ اُسوقت بابر نے فرمایا کہ میرے لخت جگر ہمایوں کے نزدیک سب سے بہتر عزیز شے میں ہوں اور اُس کے پاس کوئی چیز مجھ سے زیادہ بہتر و شریف تر نہیں ہی میں اپنے تئیں اُس پر فدا کرتا ہوں خدا قبول کرے خواجہ خلیفہ اور اور مقربین درگاہ نے عرض کیا کہ حضور یہ کیا فرماتے ہیں ہمایوں عنایت الٰہی سے صحت کامل پائیگا اور عمر طبیعی کو پہنچے گا۔ جو پہلے بزرگوں نے صدقہ کے باب میں ارشاد کیا ہی اُسکا مطلب یہ ہی کہ مال دنیا میں جو بہتر ہو وہ تصدق کیجیے پس وہ الماس بے بہا جو جنگ ابراہیم میں ہاتھ لگا ہی وہ ہمایوں کو دیدیجیے کہ اپنے اوپر سے صدقہ اُتاریں۔ اُس پر بابر نے فرمایا کہ دنیا کا مال کیا قیمت رکھتا ہی اور وہ ہمایوں کا عوض کس طرح ہو سکتا ہی میں خود اپنے تئیں اُسپر فدا کرتا ہوں اُسکا حال ایسا غیر ہو گیا ہی کہ میں اُسکو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا۔ بعد ازاں اُس نے خلوت میں جا کر اپنے خاص طریقہ سے مناجات کی اور تین دفعہ ہمایوں کے گرد صدقہ پھرا۔ اُسکی دعا قبول ہوئی۔ طبیعت پر گرانی شروع ہوئی تو

ہمایوں کی بیماری

اُس نے کہا کہ میں نے ہمایوں کی بلا لے لی لے لی۔ فی الفور بادشاہ کو بخار چڑھ آیا اور ہمایوں کے بخار میں خفت شروع ہوئی اور تھوڑے دنوں میں صحت کامل عطا ہوئی۔ اور بابر کی طبیعت اور زیادہ بگڑنی شروع ہوئی۔ اُس کے حال سے رحلت و انتقال کی نشانیاں ظاہر ہونے لگیں تو بابر نے ارکان دولت اور اعیان مملکت کو بلایا۔ ہمایوں کے ہاتھ پر اُس نے بیعت خلافت کرائی اور اپنا جانشین اور ولیعہد مقرر کیا اور تخت خلافت پر اُسکو بٹھایا اور خود پایہ تخت کے نیچے صاحب فراش پڑا رہا۔ خواجہ خلیفہ و قنبر علی بیگ و تردی بیگ و ہندو بیگ اور ایک جماعت اُسوقت موجود تھی۔ اُن کے روبرو ہمایوں کو یہ نصائح فرمائیں کہ داد و دہش عدل و احسان تحصیل رضائے الٰہی۔ رعایت رعایا۔ نگہبانی خلائق تقصیر والوں کا عذر قبول کرنا۔ گنہگاروں کے جرائم کا بخشنا۔ کار آگہوں کے جرم کی رعایت کرنی۔ سرکشوں کو پامال کرنا۔ ستمگاروں کو ہدایت کرنا۔ ان سب باتوں میں اہتمام کرنا اور سب سے زیادہ یہ میری نصیحت یاد رکھنا کہ بھائیوں کا قصد نکرنا گو وہ اُسکے سزاوار ہوں۔ ہمایوں نے باپ کی اس نصیحت و وصیت پر پورا پورا عمل کیا۔ بھائیوں نے کیا کیا جفائیں اُس پر کیں مگر اُس نے کبھی انتقام لینے کا قصد نہیں کیا مگر اُسوقت خلیفہ نظام الدین کو دل میں ہمایوں کی طرف سے کچھ وہم اور خوف پیدا ہوا اُس نے اپنی کوتاہ اندیشی سے یہ چاہا کہ مہدی خواجہ بادشاہ کا داماد بادشاہ ہو۔ یہ بات لوگوں کو معلوم ہو گئی تھی اور دربار اُس کا لگنے لگا تھا۔ اور خواجہ مہدی کو بھی یقین اپنے بادشاہ ہونے کا ہو گیا تھا۔ یہ شاہزادہ نوجوان مزاج کا لاابالی تھا۔ اس لیے میر خلیفہ جانتا تھا کہ وہ میرا ہمیشہ محکوم رہے گا۔ اور میں سلطنت کے مزے اڑاؤنگا مگر خواجہ مہدی سے ایک کام ایسا سرزد ہو گیا کہ وزیر اپنی امید سے ناامید ہوا اور اُسکا حال طبقات اکبری میں یوں لکھا ہے کہ ایک روز خواجہ مہدی کے مکان پر خلیفہ ملنے گیا اور محمد مقیم مصنف طبقات اکبری کا باپ اُسکے ہمراہ تھا کہ اتنے میں اُسکے لیے آدمی دوڑے آئے کہ چلو بادشاہ کا دم ہونٹوں پر ہے خلیفہ جب اُٹھا تو مہدی خواجہ تعظیماً دروازہ تک پہنچانے گیا۔ اور محمد مقیم پیچھے رہ گیا۔ تعظیم کے سبب آگے تقدیم کا سلسلہ خلیفہ جب ورنکل گیا تو مہدی خواجہ اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرنے لگا کہ خدا چاہے تو عنقریب اس پیر نابالغ کی کھال کھنچواتا ہوں کر جب پیچھے مڑا تو محمد مقیم کو دیکھا کہ وہ دروازہ سے نکل رہا تھا تو اُسکے اوسان خطا ہوئے مگر اُسنے محمد مقیم کے کان پکڑ کر خوب اینٹھے اور میاں تاجیک یہ مصرع پڑھا کہ ع زبان سرخ سر سبز میدہد برباد محمد مقیم نے یہ داستان خلیفہ کو سنائی اور سمجھایا کہ اے خلیفہ یہ کیا تیری ناعاقبت اندیشی ہے کہ تو

ہمایوں جیسے دانشمند تجربہ کار اور اُسکے لائق بھائیوں کو چھوڑکر اس سفلہ مزاج کا حامی ہوتا ہے
اور سلطنت کو بابر کی نسل سے دوسرے خاندان میں منتقل کرتا ہے۔ اس فہمایش پر وہ اپنے خیال باطل
سے باز آیا۔ اور راہ راست پر آیا۔ اور ہمایوں کا دوست بنا۔ اور خواجہ کے واسطے بادشاہ
کے نام سے حکم دیدیا کہ وہ دربار میں آنے نہ پائے اور نہ کوئی اُس پاس جائے غرض ۵ جمادی الاول
۹۳۷ھ ۲۶ دسمبر ۱۵۳۰ء کو اُسی باغ میں جسکو بابر نے جمنا کے کنارہ پر لگایا تھا اُس کی بہار عمر آخر ہوئی اور وصیت
کے موافق لاش کابل بھیجی گئی۔ اُسپر ایک عالیشان مقبرہ جہانگیر نے بنوایا ہے کہ اب بھی سیاح
دنیا کی بے نظیر عمارتوں میں شمار کرتے ہیں "بہشت روزی باد" تاریخ وفات ہے ۔ ۵
ہمایوں بود وارث ملک وے + ہمایوں کے جلوس کی تاریخ ہے بابر کی عمر پچاس برس کی تھی اور
اڑتیس برس اُس نے سلطنت کی خدا کی قدرت ہے یہ امر بعید نہیں ہے کہ بابر کی دعا اور التجا جناب
الٰہی میں مقبول ہوئی ہو۔ جو لوگ تاثیر دعا کے قائل ہیں وہ بابر ہی کی طرح یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ
اس نے دعا کے لیے کیا ہاتھ اُٹھایا گویا جان ہی سے ہاتھ اُٹھایا تھا۔ مگر جو فقط عقل کے پابند ہیں
وہ اس رائے کے دینے میں سنگدلی کرتے ہیں کہ مے نوشی کی کثرت نے بابر کو جلد ضعیف کردیا
آخر عمر میں اکثر مریض رہنے لگا جب اس حالت ضعف میں اپنے لخت جگر کا یہ حال متغیر دیکھا تو دل پر
ایسا صدمہ پہنچا کہ زندہ نہ رہ سکا۔

یہ خلیفہ بابر کے قدیمی رفیقوں میں تھا۔ کیا تعجب کی بات ہے کہ بابر جیسے دانشمند بادشاہ کے
روبرو اور ہمایوں جیسے تجربہ کار وارث کے سامنے اُسکو یہ قدرت اور جرات پیدا ہوئی ہو کہ جو آ
مہدی کے بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا۔ اب اس تعجب پر تعجب یہ ہے کہ آگے چلکر کہیں تاریخ میں
خلیفہ کا نام بھی نہیں آتا نہ اکبرنامہ کچھ اُس کے باب میں بولتا ہے نہ فرشتہ کچھ کہتا ہے معلوم نہیں
بیچ میں کون فرشتہ اُسکو کھا گیا۔

بابر نے سلطنت کو اتنا بڑھا کر دنیا سے آگے قدم بڑھایا کہ ہندوکش سے بدخشاں اور
قندز تک اور دریا سیحوں کے تمام جنوبی اضلاع بلخ کی سرحد تک اور ہندوکش [illegible] جنوب کی
طرف کابل۔ غزنی۔ قندھار۔ ہندوستان میں پنجاب اور کوہ ہمالیہ اور راجپوتانہ کے درمیان
کا حصہ اور بہار کا بڑا حصہ سوائے اُسکے افغانستان کے بہت سے کوہستانی اضلاع ایسے تھے کہ

جنکے اندر اُس کی سلطنت برائے نام تھی۔

بابر کا جو کچھ حال ہمنے لکھا ہی اُستے عادتیں اور خصلتیں اُس کی سمجھدار سمجھ جائینگے مگر جب تک واقعات بابری کا بیان زبان پر نہ آوے بابر کے کمالات اور فضائل پردہ کے اندر ہی رہتے ہیں۔ اس کتاب میں اُس نے سوانح عمری اپنی ۹۲۶ھ ۱۵۲۰ء تک سچی سچی ٹھیٹھ ترکی زبان میں لکھی ہی۔ کہیں کہیں غوطہ بھی لگ گیا ہی ۹۰۸ھ ۱۵۰۳ء سے ۹۲۵ھ ۱۵۱۹ء تک کچھ حال نہیں لکھا۔ اور سوا اسکے اُس کے کہیں اور بھی کسی کسی زمانہ کا حال چھوڑ گیا ہی۔ اکبر کے ۳۴ سنہ جلوس مطابق ۹۹۸ھ ۱۵۸۹ء میں مرزا خانخاناں نے فارسی زبان میں اس کتاب کا ترجمہ کیا ہی۔ اُس میں نہ توزک تیموری کی سی بناوٹ نہ توزک جہانگیری کی سی طمطراق پائی جاتی ہے۔ واقعات کا ایک بے تکلف بیان سادہ اور سچا کرتا جاتا ہی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عجیب غریب کتاب بے نظیر ہی زبان کی فصاحت بیان کی بلاغت اُس کی اہل زبان کے نزدیک مسلّم ہی۔ زبان اسکی ٹھیٹھ ترکی ہی۔ عربی و فارسی الفاظ کا خرچ اُس میں زیادہ نہیں طرز ادا اور انداز بیان وہ غضب کا ہے کہ اگر اُسکو کھول کر پڑھیئے تو کہیں افسانہ کا مزہ آتا ہی۔ کہیں تاریخ کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ کہیں یہ معلوم ہوتا ہی کہ آج کل کے کسی بڑے محقق جغرافیہ داں کا جغرافیہ پڑھ رہے ہیں جو کبھی کسی ایشیا والے کو لکھنا نصیب نہیں ہوا۔ جن ملکوں میں وہ رہا سہا لڑا بھڑا اُن کا حال تو ایسا لکھا ہی کہ تصویر اُس کی آئینہ کے اندر نظر آتی ہی۔ پہاڑوں کا بیان اُن پر برف گرنے کا ڈھنگ اُن پر سپروں کو رکھ رکھ کر کھسلنا۔ سبزہ زاروں کا لہلہانا۔ نہروں کا لہرانا۔ دریاؤں کا بہنا۔ جنگلوں کا گھنا گھنا ہونا غرض کسی بات کو چھوڑا نہیں۔ نباتات اور حیوانات کا حال جو لکھا ہی اور اُس میں ایک ملک کے میووں کی پود دوسرے ملک میں لگانے کی جو حکمتیں اور ایسی ہی اجنبی ملکوں میں جو جانوروں کی پرورش کی ترکیبیں لکھی ہیں اُس سے معلوم ہوتا ہی کہ اُسکو ایک عجیب قدرت خداداد قدرتی اشیا کے بیان کرنے کی حاصل تھی۔ خدا نے اُسکو طبیعت ایسی رنگیں اور شگفتہ بنائی تھی کہ باوجود زمانہ نے اُسکو اسقدر نشیب فراز دکھائے ہیں کبھی تخت پر بٹھایا اور کبھی بوریا بیٹھنے کو نہ دیا۔ مگر اُس کا مزاج اس شاہی اور گدائی میں ایک ہی طرح کا رہا جس حال میں رہا خوش رہا۔ جسوقت کہ سمرقند کی سلطنت سے محروم ہوا

اور چند پھر ریں اُس پاس دہ رہی تو وہ لکھتا ہے کہ آج میں نے پیٹ بھر کے کھانا کھایا اور نیند بھر کے سویا۔ اگر رزم کا بیان ہے تو دلچسپ ہے اور اگر بزم کا ذکر ہے تو دل کش ہے۔ وہ اپنے شراب کے جلسوں کا ذکر جابجا کرتا ہے وہ لکھتا ہے کہ پہلے پہل شراب ہرات میں چچا زاد بھائیوں نے بڑی منت سے پلائی۔ پھر اُس کا چسکا ایسا لگا کہ کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں اُس کا لطف نہ اُٹھاتا یاروں کے چلے جاتا۔ اور خوب شرابیں اُڑاتا۔ ایک سنگ مرمر کا حوض بنوایا اور اُس کو شراب سے لبالب بھروایا۔ اور اُسکے کنارہ پر یہ شعر کندہ کرایا۔

نوروز و نوبہار و مے و دلربا خوش است ٭ بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

دوستوں کو ساتھ لیکر کبھی باغوں کی سیر کرتا۔ کبھی سبز پہاڑوں پر چڑھتا۔ کبھی کشتیوں میں بیٹھتا اور عالم آب کی سیر کرتا۔ کشتیوں کو دوڑاتا۔ آپ گاتا اور اوروں کو گواتا۔ رباب پر ترکی تانوں کو اُڑاتا۔ شراب خود پیتا اور اوروں کو منتیں کر کے پلاتا۔ کبھی کوئی نشہ میں لڑکھڑاتا تو اور یاروں کے ہاتھ اُسے گھر بھجواتا۔ یاروں کے ساتھ دھول دھپا لڑتا۔ خود اُنکو کچھ کہتا اور آپ کچھ سنتا۔ غرض کس کس بات کا بیان کیجیے۔ وہ جن عیبوں کو کرتا ایسے ہنر کے ساتھ کرتا کہ وہ عیب عیب نہ معلوم ہوتے۔ بُرے کاموں میں شہد کی مکھی نہ بنتا کہ جب نکلنے کا قصد کرے پر لوٹ کر وہیں رہ جائے۔ بلکہ وہ مصری کی مکھی بنتا کہ مزا اُٹھاتا اور جب چاہتا اُڑ جاتا۔ ایک جگہ وہ لکھتا ہے کہ نیت ہے چالیس برس کی عمر کے بعد شراب سے توبہ کروں اور پھر اُسے منہ نہ لگاؤں اس لیے اُنتالیسویں برس میں بہت ہی شراب پیتا ہوں۔ مگر یہ عہد اُس کا پورا نہ ہوا ۹۳۳ھ میں اُس نے شراب سے توبہ کی ہے۔ وہ اس بادشاہی پر عمر گذشتہ کا تاسف کیا کرتا تھا۔ اپنے لڑکپن کے دوستوں کی یاد میں پہروں رویا کرتا تھا۔ ماںوں اور عزیز و اقارب کا تذکرہ اس طرح کرتا کہ گویا یہ اُن کی بغل میں بیٹھا ہوا تھا۔ دوست آشناؤں کے سب برے بھلے کاموں کو بے تکلف بیان کرتا۔ خواجہ کلاں اُس کا بڑا دوست تھا۔ کابل میں اسکی نیابت کا کام کرتا تھا۔ اُسکے ایک خط میں اول کچھ کاروبار سلطنت کا ذکر لکھا ہے۔ پھر یہ لکھا ہے کہ اب میں نے شراب سے توبہ کی ہے۔ تم بھی توبہ کر لو۔ شراب پینے کا جب ہی تک لطف تھا کہ ہم سب پرانے یار ایک جگہ بیٹھکر پیتے تھے۔ تنہا شراب پینے میں کیا خاک مزہ ہے۔ صرف دو قدیمی یار حیدر قلی اور شیر احمد تمہارے پاس باقی رہ گئے

ہیں۔ ہائے مجھے کیا رشک اسپر آتا ہی کہ تم کابل کے مزے اُڑا رہے ہو۔ اتفاق سے ایک تربوز میرے پاس آیا۔ اُسے جب تراشا تو مجھے اپنی تنہائی پر کیسا افسوس آیا قتلے تربوز کے مُنہ میں رکھتا جاتا۔ اور آٹھ آٹھ آنسو روتا جاتا تھا۔ یہ سب یارانے کی باتیں لکھکر اُسنے معذرت میں یہ فقرہ لکھا۔ کہ میری اِس تحریر سے تم مجھے احمق نہ سمجھنا۔ جس عمر میں لڑکے سنئے کے گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں اُس عمر میں وہ شہسوار بنکر میدان جنگ میں وہ جید سپاہیوں کے کام کرتا کہ عقل حیران ہوتی تھی گو لڑکپن ہی سے وہ بڑا سپاہی تھا۔ مگر عمدہ سپہ سالار جب ہی بنا کہ بہت سی شکستیں کھائیں اور دیں۔ ہندوستان کے میدانوں میں جو لڑائیاں لڑا اُنسے معلوم ہوتا ہی کہ اُسکو سپہ سالاری کے کام میں بھی پرلے درجہ کا کمال حاصل ہوگیا تھا وہ آزاد منش اور رحم دل تھا۔ بعض مثالیں اُسکے رحم دلی کی واقعات میں قابل یاد رکھنے کے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہی کہ اُس کا ایک دوست شراب کی مجلس میں گر کر مرگیا۔ اُس کے غم میں دس روز تک آنکھ سے آنسو نہ تھما۔ جانوں کی بڑی حفاظت کرتا۔ جن دشمنوں نے اُس کے ساتھ دغا اور فریب بھی کیا۔ اُن کا قصور اُس حالت میں معاف کردیا کہ انتقام لینا اُس کے ہاتھ میں تھا۔ ابراہیم کی ماں کا بیان پڑھ آئے ہو کہ اُس زہر دینے والی عورت کو اُس نے چھوڑ دیا۔ مگر کبھی کبھی تیموری اور چنگیز خانی رگ بھی چڑھ آتی تھی۔ افغانستان اور ہندوستان کی لڑائیوں میں اُس نے قیدیوں کو بڑی بیرحمی سے قتل کیا۔ اور کھوپڑیوں کے مینار کس خوشی اور مسرت سے اپنی آنکھوں کے سامنے چنوائے ایک دفعہ اسقدر قیدی قتل کروائے کہ اُن کا خون اسقدر بہا کہ تین دفعہ خیمہ بادشاہی اس اندیشہ سے اُکھیڑا گیا کہ خون آلودہ نہو۔ اُس کا یہ دستور تھا کہ وہ ایک جگہ پڑا نہ رہتا۔ مرنے سے تھوڑے دنوں پہلے لکھتا ہی کہ گیارہ برس کی عمر سے دو رمضان ایک جگہ نہیں ہوئے کیوں ہوتے جب لڑائی بھڑائی سے فرصت نصیب ہوتی تو سیر و شکار سے رخصت نہ ملتی۔ باوجود علالت مزاج فقط تفریح طبع کے واسطے دو دن میں کالپی سے آگرہ (۱۶۰ میل) گھوڑے پر آگیا۔ دو دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ کشتیاں موجود تھیں مگر وہ گنگا جیسے دریا کو کپڑے اُتار اور ننگے تلوار ہاتھ میں لئے پیر کر پار اُتر گیا۔ وہ لکھتا ہی کہ جو دریا راہ میں آتا اُس سے تیر کر پار اُترتا۔ الحاصل جیسی خدا نے اُسکو جہانبانی اور کشورستانی کے لیے عقل مناسب اور ہمت بلند عطا فرمائی تھی۔ ایسی ہی اُس

کاموں کے واسطے فہم اور سمجھ عنایت کی تھی۔ عمدہ عمدہ باغ لگوائے نہریں تالاب بڑے فائدہ مند کھدوائے۔ بیگانہ ملکوں کے پھول پھلواری میوہ دار درخت لگوائے۔ یہ اُسی کا کام تھا کہ یہ کام اُس وقت کرتا کہ زمانہ اُسکو نیچے گراتا اور مصیبتوں اور آفتوں کو اُس کے سر پر چڑھاتا وہ ان گل بوٹوں اور شعر غزل سے دل بہلاتا۔ سوائے ان واقعات بابری کے اُسکی اور تصنیفات بھی ہیں۔ ایک ترکی زبان میں دیوان ہے متانت اور بلاغت اُس کی مشہور ہے۔ مثنوی مبین اُس کی ایسی مثنوی ہے جس کو سب اُستاد مستند گنتے ہیں۔ ترجمہ رسالہ والدیہ خواجہ احرار کا مطبوع خاص عام ہے۔ اس تمام تصنیفات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عربی۔ فارسی۔ ترکی۔ ہندی زبانوں سے ماہر تھا۔ اور شاعر شیریں کلام تھا۔ علم عروض و قوافی سے بہرا کافی رکھتا تھا وہ اپنی طبقات میں ایک جگہ لکھتا ہے ۹۳۲ھ میں جب ہندوستان کو آتا تھا ایک دن میں کشتی میں سوار تھا اور اُس میں بعض شاعر بھی میرے ساتھ تھے۔ جیسے کہ شیخ ابوالوجد و شیخ زین و ملا علیخاں تردی بیگ اور بعض اور بھی تھے۔ اُس صحبت میں محمد صالح کی اس بیت کا ذکر ہوا سے

محبوبے بے عشوہ گرے را چہ کند کس — جائیکہ تو باشی دگرے را چہ کند کس

میں نے کہا کہ اس زمین میں اشعار کہیں صاحب طبع اس میں مصروف ہوئے۔ ملا علی خاں کے ساتھ مطائبہ کے طور پر بطریق بدیہہ میں نے یہ بیت کہی سے

مانند تو مدہوش گرے را چہ کند کس — زر گاؤ کیے مادہ خرے را چہ کند کس

اس سے پہلے نیک و بد و جد و ہزل جو دل میں آتا تھا بطریق مطائبہ کے کہتا تھا۔ ان ایام میں میں مبین کو نظم کرتا تھا میری خاطر فاتر میں اور دل حزیں میں یہ آیا کہ حیف ہے کہ جس زباں سے میں ایسے الفاظ کو درج کروں۔ پھر اپنا فکر لیے قبیح سخنوں میں خرچ کروں اور افسوس ہے کہ جس دل سے ایسے معانی ظہور میں آئیں پھر اُس کے خیال میں زشت مضامین سمائیں۔ پھر اُس دن سے میں نے شعر و نظم ہزل و ہجو کو چھوڑ دیا۔ مگر بیت مذکور کے کہنے کے وقت مجھے اس اپنی پہلی بات کا خیال نہ رہا۔ بعد ایک دو روز کے جب میں بگرام (پشاور) میں آیا تو لرزہ سے بخار آیا پھر کھانسی ہوئی اس میں خون آنے لگا تو میں نے جانا کہ یہ تنبیہ کیوں ہوئی ہے۔ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا

اشعار ترکی لکھے ہیں جنکا ترجمہ یہ ہی - کہ اے زبان میں تیرا کیا کروں تیرے سبب سے میرا دل تمام خون ہو رہا ہی تو کب تک اس طرح کے شعر کہیگی کہ جنمیں سے ایک فحش ہی اور ایک اُن میں سے دروغ ہی۔ اگر تو یہی کہے تو اُس عرصہ سے اپنی باگ موڑ۔ پھر میں نے از سر نو استغفار مانگی اور اعتذار کیا۔ اور پھر اس اندیشۂ باطل کے سوچ سے اور اس پیشہ نالایق سے دل کو سرد کر قلم کو توڑا -

بابر ہی تھا کہ جس نے ہندوستان میں خاندان مغلیہ کی سلطنت کی بنیاد جمائی۔ تیمور اُس کا دادا اور چنگیز خاں نانا تھا سنہ ۱۴۸۲ء میں پیدا ہوا۔ سنہ ۱۵۳۰ء میں مرگیا۔ گیارہ برس کی عمر میں فرغانہ میں بادشاہ ہوا۔ اڑتیس برس بادشاہ رہا۔ اس چھوٹی سی ریاست کو وراثت میں پاکر اپنا سلطنت کو وسیع کیا کہ ہندوستان کا مالک ہوا۔ دس برس بھائی بندوں سے اور دشمنوں سے لڑتا بھڑتا رہا اور اتنی تھوڑی مدت میں وہ آفتیں اٹھائیں اور مصیبتیں جھیلیں کہ شاید کسی بادشاہ نے کئی کئی پشتوں میں اٹھائی ہونگی۔ کبھی سر پر تاج شاہی ہوتا۔ کبھی قدم رکھنے کو جگہ نہ ملتی۔ جیسا دل کا سخت او طبیعت کا مصیبت پسند تھا۔ ایسا ہی مزاج کا رنگیں تھا۔ رنج اور مصیبت میں عیش و عشرت کرنا اُسی کا کام تھا۔ کوئی مصیبت اُس کے دل کو نہ ہرا سکی۔ ایک ملکہ خداداد اُس کو قدرتی اور فطرتی تماشوں کے سمجھنے کا تھا۔ عربی۔ فارسی۔ ترکی۔ ہندی زبانوں سے خوب ماہر تھا۔ شعر خوب کہتا تھا۔ دشمنوں کے ساتھ سلوک کرنے میں فیاض اور رحم دل تھا۔ اگرچہ کبھی کبھی ایسی حرکتیں کرتا تھا کہ جس سے وہ تیمور کا پوتا معلوم ہوتا تھا۔ مگر ایسے کاموں کا کرنا اُس زمانہ میں بادشاہوں کو سزاوار تھا۔ وطن میں مصیبتوں کے ہاتھ سے تنگ ہو کر بے وطن ہوا۔ اور کابل کا بادشاہ بنا۔ اسوقت ہندوستان میں افغانوں کی سلطنت آپس کی نااتفاقی سے خراب خستہ ہو رہی تھی۔ اُس کو آ کر لے لیا۔ وہ اہل ہند کے ساتھ موانست اور الفت و محبت پیدا کر کے سلطنت قائم کرنے کے لیے آیا تھا۔ جب اُس نے بادشاہ اور حاکم ہو کر محکوموں کے ساتھ محبت پیدا کی تو پھر اُس کا اُکھیڑنا اور ہندوستان سے نکالنا دشمنوں کی حد اختیار سے باہر ہو گیا۔ ایک بڑے زبردست راجہ سے بھی لڑا اور فتحیاب ہوا۔ پھر اپنے عقیدہ کے موافق اپنے بیٹے ہمایوں کی جان کے عوض اپنی جان دی۔ الحاصل الفنسٹن صاحب کی یہ تعریف واقعی

جو سب سے زیادہ تعریف کے لایق ایشیا میں بادشاہ گذرا ہی وہ بابر ہے۔ واقعات بابری خود
اُس نے ایسی لکھی ہی کہ بادشاہوں کا دستورالعمل اور ابنا الشہا کے درست اور فکرہائے صحیح
کی تعلیم کا قانون ہی یہی بادشاہ ہی جس کی نسل میں پانچ متواتر بادشاہ ہمایوں۔ اکبر۔ جہانگیر۔
شاہجہاں۔ اور نگ زیب۔ ایسے ہوئے کہ کبھی ایسے اچھے بادشاہ ایشیا کے کسی ملک میں متواتر
نہیں ہوئے اکثر جگہ میں نے اختصار کی نظر سے اس بادشاہ نام فقط بابر لکھا ہی جن کا دل چاہی
وہ بابر کی جگہ حضرت گیتی ستانی فردوس مکانی ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ غازی پڑھا کریں۔

فقط

شگرف نامہ ہمایوں

باب سوم

حضرت جنت آشیانی نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ غازی

بابر کی جگہہ بادشاہ ہونے کا جو جھگڑا اوٹھا تھا اُس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں خلیفہ نظام الدین کی معاونت سے دار الخلافت آگرہ میں ہمایوں چوبیس برس کی عمر میں نہم جمادی الاول ۹۳۷ھ مطابق ۲۹ر جنوری ۱۵۳۰ء کو تخت خلافت پر جلوس فرما ہوا اور تاریخ جلوس خیر الملوک ہوئی۔ چند روز بعد بادشاہ نے دریا کی سیر کی اور جشن اُڑایا اور اُس دن زر سے پُر ایک کشتی انعام دی اور اِس بخشش کی تاریخ کشتی زر ہوئی۔

اِس بادشاہ کے تین بھائی تھے۔ اُنکا نام مرزا کامران۔ مرزا ہندال۔ مرزا عسکری تھا اور اُس کا بہنوئی محمد زماں مرزا ابن بدیع الزماں مرزا تھا۔ ہمایوں نے باپ کی وصیت کے موافق تقسیم مملکت اِس طرح کی۔ کہ کابل و قندھار مرزا جہانگیر مرزا کامران کو اور سرکار سنبھل مرزا عسکری کو اور سرکار الور مرزا ہندال کو عنایت کی۔ اور مرزا سلیمان کو بدخشاں مرحمت کیا۔ اِس طرح سارا ملک بانٹ بونٹ اپنے واسطے فقط تھوڑا سا وہ ملک رہنے دیا جو ابھی فتح ہوا تھا اور ملکوں کے دیدینے سے تو بڑا حرج نہیں ہوا مگر کابل و قندھار کا ملک کیا ہاتھ سے گیا بہادر جوانمرد سپاہیوں کا کھیت قبضہ سے نکل گیا۔ یہیں کے سپاہی تھے جن سے سارا ملک فتح ہوا تھا اور انہیں کی امداد پر آیندہ فتوح کا مدار تھا۔ مگر اِس سبب سے کہ ابھی بابر کی سپاہ جنگجو اور تجربہ کار زندہ موجود تھی اِسلئے اوّل اوّل ہیں اُس کے بُرے آثار ظہور میں نہیں آئے۔ مگر جب پُرانے سپاہی مرنے لگے اور اُنکی جگہہ نئے خیر خواہ

سپاہی میسر نہوئے تو اوسوقت حقیقت کھُلی کہ اس تقسیم سے کیا کیا خرابیاں پیدا ہوئیں۔ شسھ ۹۳۷ھ میں
پانچ چھ مہینے تک قلعہ کالنجر کے محاصرہ میں بادشاہ مصروف ہوا۔ اس قلعہ کا محاصرہ ایک مہینہ
رہا تھا کہ اہل قلعہ تنگ ہوگئے اور حاکم کالنجر نے اطاعت اختیار کی۔ بارہ من سونا اور بہت سا
اسباب دیکر صلح کرلی۔

کالنجر اور چنار گڈھ و جونپور کی فتح

قلعہ کالنجر کا بادشاہ محاصرہ کرہی رہا تھا کہ سلطان محمود پسر سلطان سکندر لودی نے ملک
بَبَن اور بایزید افغانوں سے اتفاق کرکے جونپور پر قبضہ کرلیا اور اس ملک میں ایک فساد عظیم برپا کیا
ناچار ہمایوں نے راجہ کالنجر سے جھٹ پٹ پیش کش لیکر صلح کرلی اور جونپور کی طرف متوجہ ہوا اور
ان افغانوں کو سخت شکست دی اور سلطان محمود پٹنے کی طرف بھاگ گیا اور پھر سلطنت کرنے کا
ارادہ نہیں کیا اور ۹۴۹ھ میں اپنی موت مرگیا۔ بایزید بھی مارا گیا۔ غرض جونپور پر ہمایوں کا قبضہ ہوگیا
اور بدستور سابق جنید برلاس کو وہ سپرد ہوا بادشاہ نے خود آگرہ کو مراجعت کی اور ایک جشن عظیم
کیا جس میں بارہ ہزار آدمیوں کو خلعت اور انعام ملے اور دو ہزار آدمیوں کو بالاپوشش عنایت
کئے جن میں مرصع تکمے لگے تھے۔ قلعہ چنار گڈھ شیر خاں پاس تھا (یہ شیر خاں وہ ہی جس نے ہمایوں کو
ہندوستان سے نکالکر اپنے تئیں شیر شاہ بنایا اوس کا ذکر آگے آئیگا) اس نے قلعہ دینے سے انکار
کیا اس سبب سے بادشاہ لشکر لیکر قلعہ پر چڑھ آیا مگر اس شرط پر صلح ہوگئی۔ شیر خاں پاس قلعہ چنار گڈھ
رہے اور اوس کا بیٹا عبدالرشید عرف قطب خاں بادشاہ کی ملازمت میں ہمیشہ رہے۔

اس سنہ میں سلطان بہادر فرمانروائے گجرات نے دانشور ایلچیوں کے ہاتھ بادشاہ پاس
تحفے اور ہدیے بھیجے جن کو بادشاہ نے منظور کیا اور اپنے فرمان اور منشور سے اُس کا اطمینان کیا۔

اس سنہ میں دارالملک دہلی میں جمنا کے کنارہ پر بادشاہ نے ایک شہر کی بنیاد رکھی اور اوسکا
نام دین پناہ رکھا۔ ایک فاضل نے اوسکی تاریخ شہر بادشاہ دین پناہ کہی۔

مرزا کامران کا کابل سے پنجاب میں آنا

جب مرزا کامران نے باپ کے مرنے کی خبر اور بھائی کے بادشاہ ہونے کی خبر سُنی تو اوسکے
پیٹ میں چوہے دوڑے قندھار مرزا عسکری کو سپرد کرکے ہندوستان کی طرف روانہ ہوا کہ شاید
شاہی پر کامیاب ہو ان دونوں میں ہمایوں کی طرف سے لاہور میں میر یونس علی حاکم تھا۔ مرزا کامران
مکر اور فریب کی چال یہ چلا کہ اُس نے قراچہ بیگ کو علی الاعلان خوب گالیاں دیں۔ دوسرے دن

قراچہ بیگ اپنے سپاہیوں سمیت مرزا کامران کے لشکر سے بھاگ کر لاہور گیا۔ میر یونس علی نے اُسکے ساتھ نہایت مروت کی اور آدمیت برتی اکثر اوقات اوسکو اپنے گھر بلاتا اور دوستانہ جلسے اُسکے ساتھ ہوتے قراچہ بیگ گھات میں لگا رہتا تھا کہ کب موقع ملے کہ دغا کروں۔ ایک دن مجلس شراب میں جس وقت یونس علی کے عمدہ سپاہی جاگیروں پر گئے ہوئے تھے اوسکو پکڑ بند کر دیا اور قلعہ لاہور کے دروازوں پر اپنے آدمی بٹھا دیے اور جلدی سے مرزا کامران کو بلایا وہ اُس کا منتظر بیٹھا تھا۔ یلغار کر کے لاہور میں داخل ہوا اور شہر پر متصرف ہوا اور میر یونس علی کو بند سے آزاد کر کے عذر خواہی کی اور کہا کہ تم یہاں رہو تو میں تمکو لاہور کا حاکم مقرر کر دونگا۔ میر یونس علی نے اوسکی خدمت کو قبول نکیا رخصت لیکر ہمایوں کی خدمت میں چلا آیا۔ مرزا کامران نے سرکار پنجاب کے پرگنوں میں اپنے آدمی مقرر کر دیے اور ستلج تک ملک پر قبضہ کر لیا۔ مکاری یہ کی کہ بادشاہ پاس دانا ایلچی بھیجے اور ان سے استدعا کی کہ یہ ملک مجھے عنایت ہو۔ ہمایوں کو تو اپنے باپ کی نصیحت پر عمل کرتا تھا کہ بھائیوں سے نہ بگاڑنا۔ یہ ملک اُسے دیدیا مرزا کامران نے اِس عنایت کا شکریہ ادا کیا اور ہمیشہ رسل و رسائل بھیجتا رہا اور ہمایوں کی مدح کرتا رہا۔ یہ ایک عرضی اوس نے لکھ کر بھیجی۔

حسن تو دمبدم افزوں بادا	طالعت فرخ و ہمایوں بادا
ہر غبارے کہ ز راہت خیزد	نور چشم من محزوں بادا
گرد کآن از رہ لیلی آید	جائے او دیدۂ مجنوں بادا
ہر کہ گرد تو چو پرکار نگشت	او ازین دائرہ بیروں بادا
کامران تا کہ جہاں راست بقا	خسرو دہر ہمایوں بادا

اِس غزل کے صلہ میں بادشاہ نے حصار فیروزہ اوسکو اور عنایت کیا۔ مرزا کامران ظاہرا فرمانبرداری کرتا رہا اور ہمایوں اوسپر عنایت کرتا رہا۔

محمد زماں مرزا و محمد سلطان مرزا اور اوسکے بیٹے رفیع مرزا نے بغاوت کا طریقہ اختیار کیا اِس گروہ کی تنبیہ کے لیے بادشاہ بھوجپور کی نواح میں گنگا کے کنارہ پر آیا۔ اور یادگار ناصر مرزا کو لشکر دیکر بھجوایا وہ گنگا پار ان سرکشوں کے سر پر پہنچا وہ لڑکر اُن پر مظفر ہوا اور محمد زماں مرزا اور محمد سلطان مرزا و ولی خوب مرزا کو گرفتار کر لیا۔ محمد زماں مرزا کو مقید کر کے بیانہ بھجوا دیا

اور باقی دو مرزاؤں کی آنکھوں میں سلائی پھیری گئی۔ محمد زماں مرزا قید سے نکلکر گجرات میں سلطان بہادر پاس چلا گیا۔

بادشاہ نے سنہ ۹۴۱ھ میں دیار شرقی کا عزم کیا اور ممالک بنگالہ کی فتح کا ارادہ کیا۔ حدود کالپی قبضہ کنار تک وہ آیا تھا کہ اوس نے سُنا کہ قلعہ چیتور کا محاصرہ سلطان بہادر نے کیا سلطان علاؤالدین کے بیٹے تاتار خاں کے پاس ایک جمع کثیر ہے اور فساد برپا کر رہی ہے گجرات کی سلطنت دہلی سے علحدہ ہوکر ایک بڑی زبردست سلطنت بن گئی تھی اب اِس میں بڑا اولوالعزم اور صاحب حوصلہ و بلند پرواز بادشاہ بہادر شاہ ہوا۔ اُس نے اپنے زور بازو سے اصل سلطنت کو وسعت دی اور خاندیس و احمد نگر و برار کے بادشاہوں نے اُس سے یہ اقرار کر لیا تھا کہ اگر وہ اُنکے ملک کا خواہاں نہوگا تو سب اوسکے ہوا خواہ رہیں گے۔ اِسکے سوا مالوہ کی سلطنت کو اُس نے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔ غرض وہ اور ہمایوں برابر کی ٹکریں تھیں۔ بہادر شاہ نے تو بابر کی لڑائی ابراہیم کے ساتھ دیکھی تھی وہ اس خاندان کے ساتھ لڑنے سے جھجکتا تھا۔ مگر تاتار خاں اوسکو پٹیاں پڑھایا کرتا تھا کہ بادشاہ کی سپاہ کو عیش اور آرام کی خو ہو گئی ہے اوس سے لڑنا کچھہ مشکل نہیں۔ ایکدن بہادر شاہ نے تاتار خاں سے پوست کندہ یہ بات کہدی کہ لشکر گجرات بادشاہ کی سپاہ کا حریف نہیں ہو سکتا تھا مگر اُسکو میں تدبیر و حیل سے اپنا تابع بنا دونگا اور اسی سبب سے اُس نے خزانہ کا منہ کھول رکھا تھا جس کے سبب سے اوسکے دس ہزار ملازم ہو گئے تھے اِسی اثنا میں یادگار طغائی کے نوکروں سے جن کی حراست میں محمد زماں مرزا قید تھا سازش کرکے وہ بھاگ آیا جسکو بہادر شاہ نے بہت غنیمت جانا ہمایوں نے بہادر شاہ کو لکھا کہ جو ہمارے حقوق خدمت کو ترک کرکے آپ کی طرف بھاگتے ہیں اُنکو پکڑکر ہمارے پاس بھیجدو یا اپنے ملک سے باہر نکالدو تاکہ آپکی اور ہماری یکجہتی میں فرق نہ آئے سلطان بہادر نے اوس کا جواب یہ دیا کہ اگر ہماری پناہ میں کوئی بزرگ زادہ آئے اور اوسکے ساتھ ہم کسی قدر رعایت کریں تو وہ ہمارے اور آپ کی محبت و اخلاص کے منافی نہیں ہے اور عہود و مواثیق میں وہ مضرت نہیں پہنچاتا۔ چنانچہ سکندر لودی اور سلطان مظفر کے درمیان موافقت تھی مگر اوسکے بھائی سلطان علاؤالدین اور کئی اور سلاطین زادوں کے گجرات کے آنے سے اور اونکے ساتھ یہاں رعایت اور مروّت

کرنے سے اونکی مودت میں خلل نہیں پڑا۔ ہمایوں نے اس کا جواب دیا کہ عہد و پیمان کے رسوخ
اور ثبات کی علامت سوائے اس کے اور نہیں ہے کہ کوئی امر وہ نہ ظہور میں آنے جو صداقت میں
خلل ڈالے اور یہ دو بیتیں بھی لکھیں۔

اے آنکہ لاف میزنی از دل کہ عاشق ہست — طوطئے لک از زبان تو با دل موافق است
درخت دوستی بنشاں کہ کام دل ببار آرد — نہال دشمنی برکن کہ رنج بے شمار آرد

اب میری نصیحت کو گوش ہوش سے سنئے کہ مرزا کو میرے حوالہ کیجئے یا اوسکو اپنے ملک سے
نکال دیجئے علاء الدین کا قصہ اور تھا اور یہ اور معاملہ ہے اسپر قیاس کرنا یہ قیاس مع الفارق ہی بہادر
شاہ نے ہمایوں کی مرضی کے موافق اسکا جواب نہ دیا۔ بہادر شاہ سے تاتار خاں نے کہا کہ بادشاہ
کے ممالک محروسہ میں مجھے بھوا دیجئے۔ سلطان بہادر نے بھی اوسکی روانگی کا یہ سامان تیار کیا کہ تیس
کروڑ زر قدیم گجرات کہ چالیس کروڑ دہلی کے روپیہ کے برابر ہوتے ہیں قلعہ رنتھنبور میں بھیجا کہ تاتار خاں
سپاہیوں کی تنخواہ میں تقسیم کرے سلطان علاء الدین پدر تاتار خاں کو ایک فوج عظیم کالنجر
جانے کے لئے دی کہ وہاں فساد برپا کرے۔ برہان الملک ملتانی اور گجراتیوں کے ایک انبوہ کو اسلئے
مقرر کیا کہ ناگور میں جا کر پنجاب کو تسخیر کریں۔ اور ہمایوں کے لشکر کے سراسیمہ کرنے کے لئے
اپنے لشکر کو جا بجا بھیجدیا۔ اگرچہ لوگوں نے سمجھایا کہ ایک جگہ لشکروں کو رہنے دیجئے مگر اوسنے
کچھ نہ سُنا اور پیمان شکنی کا کچھ خیال نہ کیا۔ ابراہیم شاہ لودی بادشاہ دہلی اُسکی معاونت
کر چکا تھا اس کے عوض میں وہ لودیوں کی اعانت فرض سمجھتا تھا اور اونکے دعوی سلطنت کو حق
جانتا تھا۔ خود تو چتوڑ کے محاصرہ میں مصروف ہوا اور فتنہ انگیزی کے لئے امیروں کو اِدھر اُدھر
بھیجدیا۔ تاتار خان دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ یہ یاد رہے کہ سلطان علاء الدین کا نام عالم خاں تھا۔
وہ سکندر لودی کا بھائی اور سلطان ابراہیم کا چچا تھا۔ سلطان سکندر کے مرنے کے بعد
سلطان ابراہیم سے سلطان علاؤالدین نے مخالفت کی اور سرہند کی حدود میں دعوی
سلطنت کیا اور سلطان علاؤالدین اپنا خطاب رکھا اور افغانوں کو جمع کرکے سلطان ابراہیم
سے لڑنے کا قصد کیا۔ دونوں کے لشکر موڈل کے نزدیک آئے علاء الدین مقابلہ نہ کر سکا۔
شبخون مارا جس میں ہزیمت پائی۔ کابل گیا پھر بابر کے ساتھ ہو کر ابراہیم سے لڑا۔ جس کا

بادشاہ کا گجرات کی تسخیر کے لئے جانا اور سلطان بہادر کی شکست اور مانڈو اور چانپانیر کا فتح ہونا

حال تمنے پہلے پڑھا۔ ہندوستان سکے فتح ہونے کے بعد بابر نے اوسکو بدخشاں دیدیا۔ وہاںسے افغان سوداگروں کی دستگیری سے بھاگا اور افغانستان و بلوچستان میں ہوتا ہوا گجرات میں آیا۔ تاتارخاں بھاگ کر پہلے ہی گجرات میں آگیا تھا جب فوجیں روانہ ہوئیں تاتارخاں سنے لےنے اپنے خزانہ سے چالیس ہزار سپاہ افغانوں وغیرہ کی جمع کرلی اور ملک بیانہ کو لیلیا۔ بادشاہ جو ممالک شرقیہ کی فتح کو جاتا تھا وہ فوراً الٹا آگرہ میں آیا۔ مرزا عسکری۔ مرزا ہندال۔ یادگار ناصر مرزا اور اور امراء کو اٹھارہ ہزار سپاہ دیکر دشمن کی اس سپاہ کے برباد کرنے کے لئے بھیجا جسکا رخ دہلی کی طرف تھا وہ جانتا تھا کہ اس سپاہ کے برباد ہونے سے باقی اور دو فوجیں جو ہیں وہ خود برباد ہو جائینگی۔ جب یہ سپاہ دشمن کے لشکر کے قریب پہنچی تو اوس کے خوف سے مخالف کا لشکر بھاگنا شروع ہوا اور تین ہزار آدمی رہ گئے۔ مندرایل میں ایک معرکہ اس سے ہوا۔ ہر چند اونہوں نے ہاتھ پاؤں مارے مگر بے دست و پا ہوکر ہارے جب یہ لشکر پراگندہ ہوا اوسکے ساتھ وہ دو نوا در لشکر فتنہ انگیزی کے لئے آمادہ تھے خود بخود تتر بتر ہوگئے۔ اس سے بیانہ اور اوسکے مضافات پر ہمایوں کا قبضہ ہوگیا۔

اس شکست سے بہادر شاہ شکستہ دل ہوا اور ہمایوں کا حوصلہ بڑھا اب ہمایوں کا ارادہ مصمم ہوا کہ بہادر شاہ کو نقض عہد کی خوب سزا دے۔ وہ جمادی الاولی سنہ ۹۴۱ھ کو تسخیر گجرات کے لئے روانہ ہوا۔ جب رائے سین کے قلعہ کے قریب پہنچا تو اہل قلعہ نے عرایض معہ پیشکش کے بھیجیں کہ قلعہ حضور کا ہے ہم بادشاہ کے غلام ہیں۔ بادشاہ کا قصد گجرات کا تھا اوس نے اس قلعہ پر توجہ نہ کی اور مالوہ کی طرف چلا۔ سارنگ پور میں پہونچا تو سلطان بہادر شاہ چتور کے محاصرہ میں ہمہ تن مصروف تھا۔ بادشاہ نے یہ قطعہ بہادر شاہ پاس بھیجا۔

اے کہ ہستی غنیم شہر چتور ۔۔۔ کافران را چہ طور مے گیری
بادشاہے رسید بر سر تو ۔۔۔ تو نشستہ چتور مے گیری

اس قطعہ کے جواب میں بہادر شاہ نے یہ قطعہ لکھا۔

منکہ ہستم غنیم شہر چتور ۔۔۔ کافران را بہ جور مے گیرم
ہر کہ بکشد حمایت چتور ۔۔۔ تو ببیں کش چہ طور مے گیرم

اب بہادر شاہ نے اپنے امیروں کے ساتھ مشورہ کیا ایک جماعت نے مشورہ یہ دیا
کہ قلعہ کی مہم سب وقت میسر ہے اور اہل قلعہ سے کچھ ضرر بھی نہیں پہنچتا۔ مناسب یہی ہے کہ ہم
قلعہ کو موقوف کرکے بادشاہ کے لشکر کے روبرو ہو جئے۔ صدر خاں جو اہل علم وفضل کا صدر
تھا اور سپاہ میں صاحب منصب والا تھا اوس نے اپنی اصابت رائے سے یہ کہا کہ محاصرہ
مدت سے ہو رہا ہے تھوڑے دنوں کا کام اِن میں باقی ہے اوّل اوسکو ختم کرنا مصلحت
ہے ہمایوں دیندار بادشاہ ہے جب تک ہم کفار سے لڑتے ہیں وہ ہم سے لڑنے نہیں آئیگا اگر
آئیگا تو ہمارے لئے ترک جہاد کا عذر معقول میسر ہوگا۔ سلطان بہادر کو یہ رائے پسند آئی اور اسپر
عمل کیا۔ جب ہمایوں کے کان میں یہ خبر پہونچی وہ بہادر شاہ سے جبتک کچھ نہ بولا کہ ۳ رمضان
سنہ ۹۴۱ھ کو اوس نے قلعہ چتوڑ فتح کیا اِس کا سبب کیا اوس کا تساہل تھا یا اسلام کا پاس تھا
قلعہ میں بہادر شاہ کو بہت دولت ہاتھ آئی اور اوس نے وہ سب سپاہیوں میں تقسیم کر دی پھر
وہ بادشاہ کے خیمہ گاہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اوجین میں بادشاہ کا مقام تھا یہاں سے جلد تر وہ
مندسور میں پہنچا جو مالوہ کے مضافات میں سے ہے ایک کولاب پر جو چوڑائی اور لمبائی میں دریا
کی برابر تھا دونوں لشکر اوسکی دو جانبوں میں فرو کش ہوئے۔ دونوں بادشاہوں کے ہراولوں
میں لڑائی ہوئی بادشاہ کی طرف بچکہ بہادر تھا اور بہادر شاہ کی طرف سید علی خاں اور مرزا
مقیم تھے۔ بہادر شاہ کی طرف شکست ہوئی جس سے وہ شکستہ دل ہوا۔ تاج خاں اور صدر خاں
نے نہایت ممتاز افسر بہادر شاہ کے تھے اوسپر زور دیا کہ ہماری سپاہ نے ابھی قلعہ چتوڑ فتح کیا ہے
دل اوسکا بڑھا ہوا ہے۔ مغلوں کی دار و دوش اور حرب وضرب کا تجربہ اونکو نہیں ہوا ہے بہتر
یہی ہے کہ فی الفور دشمن پر حملہ کیا جائے مگر رومی خاں جو توپخانہ کا افسر تھا اور بہادر شاہ کا بڑا
معتبر تھا اوسکی رائے اوسکے برخلاف تھی اوسکے پاس تین سو ترکی گولہ انداز اور اسقدر پرتگیزی اور
اور فرانسیسی گولہ انداز تھے جن کا افسر سان سبے گو تھا جو ہندی پرتگیز تھا اور فرنگی خاں اوسکا
خطاب تھا۔ رومی خاں قسطنطنیہ کا رہنے والا عثمانی ترک تھا۔ اپنے فن کو وطن میں سیکھکر
یہاں آیا تھا۔ وہ توپ خانہ کا اہتمام خوب جانتا تھا اوس کا تجربہ چتوڑ اور اسے سین کے
قلعوں پر ہو چکا تھا اور ساحل بحر پر اوس نے بہت سے پرتگیزوں کے جہاز پکڑ لئے تھے۔

وہ بہادر شاہ سے کہا کرتا تھا کہ میں نے آپ کا توپ خانہ ایسا تیار کر دیا ہے کہ قیصر روم کے
توپ خانہ کے بعد یہی ہے۔ اوس نے کہا کہ جب یہ آتش باری کا سامان ہمارے پاس ہو تو پھر
تلوار سے لڑنے کی کیا ضرورت ہے مناسب یہی ہے کہ رہکلوں کا حصار بنائیں اور اوس کے
گرد خندق کھدوائی اور پھر ان پر توپیں لگائیں۔ مغل جب ہم پر دوڑ کر آئیں تو ان کے ٹکڑے
اوڑائیں اور ایسا انکو گھٹائیں کہ وہ بھاگ جائیں یوں سلاح دور دست سے کام چلائیں شمشیر
اور تیر کی جنگ بجائے خود ہے۔ آخر رومی خاں کی صلاح پر بادشاہ نے عمل کیا۔ مگر یہ ہنرمندی
کسی کام نہ آئی۔ ہمایوں کو اسکی خبر ہو گئی اوس نے اپنی سپاہ کو حکم سنا دیا کہ خبردار توپ خانہ
کی ہوا کے پاس بھی نجانا۔ اور پانچ چار ہزار تیر انداز مقرر کئے کہ چاروں طرف سے دشمنوں کی رسد
کو لوٹا کریں۔ قاعدہ ہے کہ کھلے میدانوں میں اس قسم کی قلعہ بندی کچھ کام نہیں آتی۔ اس قلعہ
بندی سے دشمنوں کو چاروں طرف اپنے تاخت و تاراج کا موقعہ ملتا ہے ہمیشہ ایسے قلعہ نشینوں کو
شکست ہوتی ہے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ہمایوں کے بہادروں و یکہ جوانوں کی بزم بادہ پیمائی گرم
ہوئی اس میں ہر ایک اپنی مردانگی کی شیخی بگھارتا۔ ایک مست بولا کہ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے
غنیم روبرو ہے اپنے عیار کار کو ظاہر کیجئے پچھلی کہانیاں بنانے سے فائدہ کیا ہے۔ لشکر کے
ہوشیاروں کو خبر بھی نہ ہوئی کہ یہ بدمست کہ دو سو کے قریب تھے دشمنوں پر جا پڑے۔ ایک
گجراتی سردار اونے پانچ ہزار سواروں سے خوب لڑا۔ مگر گجراتیوں کو شکست ہوئی اور وہ
اپنے لشکر میں بھاگ گئے یہ اپنے لشکر میں آئے۔ اور اس لڑائی کا نام رزم دوستاں رکھا گیا
سلطان بہادر کے لشکر میں اس دلیری اور دلاوری سے ہل چل پڑی۔ مغل کسی توپ خانہ کی مار
میں نہ آتے اور چاروں طرف سے دشمنوں کی رسد بند کر دی۔ توپ خانہ کا قلعہ غنیم کے لئے
بندی خانہ بن گیا۔ توپ و تفنگ انھیں کے لئے وبال جان ہو گئے۔ اب نہ سپاہ پاس کھانے کو
تھا نہ جانوروں کے لئے گھاس چرنے کو تھی۔ چار پانچ ٹنکہ سیر اناج بکتا تھا۔ گھوڑوں کے گوشت
سے لشکر پیٹ بھرتا تھا اور کوئی اور خوراک نہیں ملتی تھی۔ بادشاہی تیر اندازوں نے سب طرف
سے ایسا انتظام کر کھا تھا کہ جو رسد کی تلاش میں باہر نکلتا طعمہ اجل ہوتا۔ عید رمضان کے دن
محمد زماں میرزا۔ پانچ۔ چھ سو آدمیوں کو ساتھ لیکر لڑنے کے لئے نکلا۔ اس طرف سے بھی ایک

جماعت لڑنے کو کھڑی ہوئی۔ گجراتیوں نے تین دفعہ تیر مارے اور پھر وہ بھاگ گئے اِس حیلہ سے لشکر جو اونکے پیچھے گیا وہ توپ خانہ کی زد میں آیا۔ توپیں دفعۃً چھوڑی گئیں۔ بادشاہی آدمی زخمی اور ہلاک ہوئے۔ سترہ روز بعد بادشاہ نے ایک ساعت مقرر کی تھی کہ سلطان بہادر کے لشکر پر حملہ کیا جائے۔ اِس عرصہ میں روز بروز گجراتیوں کا حال تنگ ہوتا جاتا تھا۔ اتوار کے دن ۲۱ شوال کو بہادر شاہ نے کل توپوں اور ضرب زنوں میں بارود بھروادی اونکی رنجکیں اُڑوائیں جس سے سب توپیں پھٹ گئیں۔ پھر بہادر شاہ نے دکھلایا تو یہ کہ وہ آگرہ جاتا ہے مگر وہ منڈو کو روانہ ہوا۔ صدر خاں و عماد الملک بیس ہزار سوار لیکر سیدھے رستے پر منڈو کو روانہ ہوئے محمد زماں مرزا فتنہ و فساد برپا کرنے کے لئے لاہور روانہ ہوا۔ گجراتیوں کے لشکر میں اُسدن ایک عجیب شور غل غوغا مچا۔ حقیقت حال بادشاہ کو معلوم نہوئی وہ تیس ہزار سپاہ کو مسلح لئے ہوئے رات بھر کھڑا رہا جب پھر دن چڑھا تو معلوم ہوا کہ سلطان بہادر منڈو کی طرف بھاگ گیا۔ بادشاہ کے لشکر نے گجراتیوں کے لشکرگاہ کو خوب لوٹا۔ اسباب و اموال ہاتھی گھوڑے خوب ہاتھ لگے۔ خداوند خاں جو سلطان مظفر کا اوستاد اور وزیر تھا وہ بادشاہ پاس آگیا۔ اُس پر بادشاہ نے بڑی نوازش کی اور یادگار ناصر مرزا و قایم سلطان و میر ہندو بیگ کو دشمن کے لشکر کے پیچھے روانہ کیا۔ قلعہ منڈو میں حیدر خان اور عماد الملک پہونچے۔ بادشاہ بھی اونکے پیچھے آیا اور قلعہ کے پیچھے خیمے ڈالے۔ لشکر مخالف سے رومی خاں بھی بھاگ کر بادشاہ پاس آیا اور شاہی خلعت سے سرفراز ہوا۔ کوئی کہتا ہے کہ سلطان بہادر نے ایک افسر کو حکم دیا تھا کہ رومی خاں کو مار ڈالے اِس افسر نے رومی خاں کو اِس حکم سے اطلاع دی اِسلئے وہ بادشاہ پاس چلا آیا۔ اور کوئی کہتا ہے کہ بادشاہ نے اُس سے سازش کر کے بلا لیا۔ بہادر شاہ یہاں چند روز ٹھیرا۔ اوس کی یہ صلاح ہوئی۔ صلح اِس طرح ہو جاتی کہ منڈو اور اوس کی حدود تو بادشاہ پاس رہیں اور گجرات اور چتوڑ اس پاس رہیں یہ صلح طرفین کو منظور ہوئی۔ سلطان بہادر کی طرف سے صدر خان اور بادشاہ کی طرف سے مولانا محمد پیرعلی صلحنامہ کو مرتب کرنے بیٹھے۔ اُسی رات کے آخر میں قلعہ کے نگہبان محنت سے ہارے تھکے ہوئے تھے کہ قلعہ کے عقب میں بادشاہ کے دو سو سپاہی کچھ زینے چڑھا کر اور کچھ رسیاں لگا کر قلعہ کی دیوار پر چڑھ آئے اور قلعہ کے دروازہ کو جو پاس تھا کھول کر اپنے گھوڑے منگا کر سوار ہوئے

اور سپاہیوں کو اپنے دروازہ پر بلالیا۔ قلعہ کا صاحب مور چل طوخاں تھا کہ قادر شاہ اوسکا خطاب تھا
جب اوس کو خبر ہوئی تو گھوڑے پر سوار ہو کر سلطان بہادر کے پاس گیا وہ ابھی سوتا تھا کہ قادر شاہ
کی آواز سے بیدار ہوا۔ اور خواب و بیداری میں بھاگا۔ تین چار آدمی اوس کے ساتھ تھے۔ اثنا راہ
میں بھوپت رائے ولد سلہدی کہ اوسکی اہل مجلس میں سے تھا بیس سواروں کے ساتھ اُس سے آن ملا۔
اور بیس سوار اور اُس سے آ کر ملے جب وہ میدان میں آیا تو وہ بادشاہ کے دو سو آدمی اوسکے مقابل
آ گئے جس پر سلطان بہادر نے خود حملہ کیا اور اونکے اندر سے وہ صاف نکل گیا اور گجرات کی طرف چلا
کرلوری اوزبک نے جو اُس کا پہلے نوکر تھا اور اب قاسم حسین خاں پاس تھا اوسے پہچان لیا۔
قاسم خاں سے کہا کہ یہ سلطان جاتا ہے مگر قاسم حسین خاں نے اوس کے کہنے کو کچھ نہ سُنا۔
سلطان جان سلامت لے گیا چانپانیر پہنچنے تک اِس پاس پندرہ سو آدمی ہو گئے۔ جب وہ یہاں
کے قلعہ میں آیا تو یہاں کے خزائن اور نفائس جتنے لیجا سکا اون کو بندر دیپ میں بھیجدیا۔
بادشاہ کو اپنے بہادروں کی اِس تیز دستی کی خبر دوسرے روز دو گھنٹے دن چڑھے
ہوئی وہ اِسی وقت سوار قلعہ میں دہلی دروازہ سے داخل ہوا۔ صدر خاں یہاں لڑ رہا تھا۔ اگرچہ
زخمی ہو گیا تھا مگر پائے ثبات محکم تھا۔ آخر کو بعض افسر اوسکو سونگر میں لے گئے۔ اور منڈو سے
بھاگ کر بہت آدمی اوس کے ساتھ جا کر اِس قلعہ میں متحصن ہوا ئے۔ اور سلطان عالم بھی اوس
پاس چلا گیا۔ یہاں بادشاہ کی سپاہ تین روز تک دشمنوں کے گھروں کو لوٹتی رہی۔ پھر بادشاہ
نے سپاہ کو لوٹ سے منع کر دیا اور عالم خاں اور صدر خاں پاس اپنے معتمد بھیجے اور مطمئن کیا
متحصنوں کو اماں دی اور وہ بادشاہ کی خدمت میں آ گئے۔ سلطان عالم چند دفعہ فتنہ برپا کر چکا تھا
اِسلئے اوس کی کوچیں کاٹ کر چھوڑ دیا۔ صدر خاں پر اشفاق خسروانہ ہوئے۔ بادشاہ دس ہزار
سواروں کے ساتھ گجرات کی طرف بطور ایلغار متوجہ ہوا۔ اور باقی لشکر کو حکم دیا کہ منزل بمنزل سفر
کرے۔ جب بادشاہ کا لشکر چانپانیر میں پہنچا تو اوسکی خبر سلطان بہادر کو ہوئی تو وہ دوسرے
دروازہ سے نکلکر کمبایت کی طرف بھاگ گیا اور شہر میں آگ لگانے کا اشارہ کر گیا۔ بادشاہ
شہر میں آیا تو اوس نے اِس آگ کو بجھوایا۔ اور میر ہندو بیگ اور رایک اور جماعت کو چانپانیر
کی حدود میں منتظم مقرر کیا اور خود ایک ہزار سوار ساتھ لیکر بطور ایلغار کے سلطان بہادر کے

پیچھے پڑا۔سلطان کمبایت میں پہونچکر دیپ (دیو) چلا گیا۔ اور سوغراب جنگی کو جو اہل فرنگ کے خیال سے بناتے تھے آگ لگا دی کہ مبادا وہ بادشاہ کے ہاتھ آجائیں اور وہ اوسکا تعاقب کرے۔ بادشاہ نے کمبایت میں سمندر کے کنارہ پر قیام کیا۔ اور سلطان کے تعاقب میں لشکر کو دیو روانہ کیا۔ سلطان دیو میں پہنچگیا اور بادشاہ کا لشکر بہت کچھہ غنائم دیو کے پاس سے لیکر کمبایت میں آئے ۹۴۲ھ میں یوں منڈو اور گجرات فتح ہوئے۔

بادشاہ کے ساتھہ کمبایت میں کم آدمی تھے۔ ملک احمد لاد اور رکن داؤد کہ سلطان بہادر کے اعیان میں سے تھے۔ اور کولی داڑہ کے پاس رہتے تھے۔ اِس سرزمین کے کولیوں اور گنواروں کو مطلع کیا کہ بادشاہ کے ساتھہ آدمی کم ہیں فرصت پاکر اوس پر شبخون مارو۔ وہ مستعد ہو گئے۔ ایک بڑھیا بادشاہ کے خیمے کے پاس آئی اور بادشاہ کے مقربوں میں سے ایک سے کہا کہ مجھے خاص بادشاہ سے ایک بات کہنی ہے۔ اِس بڑھیا کی باتیں ایسی سچی معلوم ہوئیں کہ بادشاہ نے اپنے پاس آنے کی اجازت دی۔ اوس نے بادشاہ کو شبخون کی خبر دی۔ بادشاہ نے بڑھیا سے کہا کہ تجھے کس سبب سے اِس خیرخواہی کی سوجھی۔ اوس نے کہا کہ میرا بیٹا بادشاہ کی قید میں ہے۔ اگر میری بات سچ ہو تو اِس دولت خواہی کے انعام میں وہ رہا ہو اور اگر وہ جھوٹ ہو تو مجھے بیٹے سمیت سیاست ہو۔ بادشاہ نے دونوں کو پہرہ میں رکھا۔ اور رات بھر ہوشیار رہا۔ رات تو خیر سے گذری مگر سحر کو پانچ چھہ ہزار بھیل اور گنوار بادشاہ کے خیمہ گاہوں پر آن پڑے اور سب مال اسباب لوٹ لے گئے۔ اِس لوٹ میں اکثر کتب نفیسہ کہ مصاحب معنوی تھیں اور ساتھ رہتی تھیں وہ بھی لٹ گئیں۔ اِن میں ایک تیمور نامہ بھی تھا جو مُلّا سلطان علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور اوستاد بہزاد کے ہاتھ کی تصویریں اُس میں بنی ہوئی تھیں۔ جب دِن ہوا تو بادشاہی لشکر اِن لٹیروں کے پیچھے پڑا اور بیتروں سے اِن سب کو متفرق اور منہزم کیا پیرزن سرخ رو ہوئی اور اوس کی مقصد برآری ہوئی۔ بادشاہ ایسا غضب میں آیا کہ اوسنے کمبایت کے لوٹنے اور جلانے کا حکم دیدیا۔ سلطان بہادر کے تعاقب سے قطع نظر کرکے وہ جانپانیر میں آیا۔

اختیار خاں کہ سلطان بہادر کا معتمد کارداں تھا۔ اِس قلعہ کا محافظ تھا اور اوسکی نگاہداشت

بادشاہ کے لشکر پر شبخون کا ہونا

میں بہت کوشش کرتا تھا باوجود اس محافظت و احتیاط کے کبھی کبھی دریائے کوہ سے جہاں درختوں اور خارزاروں کی کثرت سے پیادہ کا گذر دشواری سے ہوتا تھا۔ چہ جائیکہ سوار کا بعض ہیزم کش کوہ نوردوں نے اپنے منافع کے لئے ایک منفذ پیدا کیا تھا۔ کہ غلہ اور روغن گراں بیچنے کے لئے قلعہ کے نیچے لاتے اور قلعہ کے آدمی رسیاں لٹکا کر جنس کو اوپر کھینچتے اور قیمت کو نیچے لٹکاتے۔ جب مدت محاصرہ دراز ہوئی تو ایک روز بادشاہ اطراف قلعہ کی سیر کرتا تھا اور لشکر کے اندر جانے کی راہ تلاش کرتا تھا کہ ایک جماعت اوسکو نظر پڑی وہ غلہ اور روغن بیچکر جنگل سے نکلتی تھی حکم ہوا کہ تحقیق کرو کہ یہ جماعت کیا کام کرتی ہے۔ اس جماعت نے کہا کہ ہم ہیزم کش ہیں۔ مگر آلات ہیزم کشی تبر و تیشہ ان کے پاس نہ تھے اسلئے ان کا کہنا سچ نہ معلوم ہوا۔

حکم ہوا۔ کہ جب تک سچ بات نہ بتائیں سیاست سے نجات نہ پائیں ناچار انہوں نے اصل حال تبلادیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس جائے کو لوگ جاکر دیکھیں۔ تو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ جگہہ ساٹھ ستر گز اونچی ہموار بلند ہے اس پر چڑہنا دشوار ہے۔ حکم بادشاہی سے ستر اسی میخیں لگائی گئیں اور وہ چپ و راست گز گز کے فاصلہ پر دیوار کوہ میں ٹھونکی گئیں اور جوانوں کو حکم ہوا کہ اس معراج مردانگی پر چڑھیں اونتالیس آدمی چڑہے تھے کہ پھر بادشاہ نے چڑہنے کا قصد کیا مگر بیرم خاں نے عرض کیا کہ اتنا توقف کیجئے کہ درمیان کے آدمی اوپر چڑھ جائیں۔ یہ کہکر وہ پہلے خود چڑہا اور پھر بادشاہ کا اکتالیسواں نمبر چڑہنے والوں میں تھا۔ خود بادشاہ نے کھڑے رہ کر تین سو آدمیوں کو اس فولادی زینے پر چڑھایا۔ پھر حکم دیا کہ مورچوں میں جو سپاہ متعین ہے وہ قلعہ پر حملہ کرے۔ کہ قلعہ کے اندر کے آدمی باہر کے آدمیوں سے لڑنے میں ایسے مشغول ہوں کہ وہ بادشاہ کے اندر آنے سے غافل رہیں۔ کنگروں سے باہر سر نکالکر وہ باہر کے آدمیوں سے روبرو لڑ رہے تھے کہ ان تین سو جوانوں نے لشکر کو پیچھے سے آن کر تیر لگا کے بے دست و پا کیا مخالف سوراخوں میں چھپنے شروع ہوئے۔ اختیار خاں سرکوبچہ پر جسکو مولیہ کہتے ہیں اوپر چڑھ گیا دوسرے روز اماں دی کر بادشاہ نے بلا لیا۔ وہ مہمات سلطنت کی سربراہی میں دانشمند ہونے کے سوا علوم حکمت سے خصوصاً ہندسہ و ہیائت سے خوب ماہر تھا اور

شعر و معما سے بہرہ مند تھا بادشاہ کی مجلس عالی میں اوسکو بیٹھنے کی اجازت ملی اور عطوفت خسروانہ سے وہ ممتاز ہوا اور مقربان سلطانی میں داخل ہوا۔ اِس واقعہ کی تاریخ کسی فاضل نے اوّل ہفتہ ماہ صفر کہی ہے۔

جس روز یہ فتح ہوئی ہے سلطان بہادر کا ایک نامی سردار عالم خاں بادشاہ پاس آیا بادشاہ نے اوس سے سلطان کے خزانوں کا حال بہت پوچھا مگر اوس نے کچھہ نہ بتلایا تو بعض امیروں نے عرض کیا کہ یہ بہادر شاہ کا بڑا معتمد سردار ہے اِسے ضرور خزانوں کا حال معلوم ہوگا وہ یوں نہیں بتاتا تو اوسکو خوب مارئیے پیٹئے وہ سب بتلا دیگا۔ بادشاہ نے کہا وہ ہمارے پاس خود آیا اوسکو مارنا پیٹنا مناسب نہیں ہے

چو کارے بر آید بلطف و خوشی　　　چہ حاجت بہ تندی و گردن کشی

اوسکو کسی مجلس میں خوب شراب پلا اور سارا حال پوچھ لو۔ یہی کیا گیا کہ ایک مجلس میں پیالہ محبت پلایا گیا۔ جب وہ اوس کے نشہ میں مست ہوا تو اوس سے کہا کہ سلطان بہادر کے خزانے ہاتھ نہیں آتے تو اوس نے کہا کہ اگر اِن خزانوں کو چاہتے ہو تو اِس حوض کے اندر ہیں جس پر تم بیٹھے ہو۔ اُسیوقت حوض ڈولوں سے خالی ہونا شروع ہوا تو عالم خاں نے کہا کہ حوض یوں نہیں خالی ہوگا۔ اِس کی بدرر و کھولدو۔ اِس بدرو کے کھولنے سے حوض سے پانی بالکل نکل گیا تو خزانہ کی جگہہ اوس نے بتلادی وہاں سے وہ خزانہ نکلا کہ سپاہ میں سپروں میں بھر بھر کر تقسیم ہوا۔ ایک کنواں بھی خزانہ سے بھرا ہوا معلوم ہوگیا تھا۔ ہمایوں اپنی فتوح سے متمتع نہوا۔ بلکہ عیش و نشاط میں ڈوب گیا جس سے بُرے نتائج پیدا ہوئے۔ فرمانرہی کی شرایط عظیم میں سے یہ ہے کہ خاص ملازموں اور قریب کے خدمتگاروں کے واسطے چند ضابطے مقرر ہوں اور اون میں سے ہر گروہ پر ایک خردمنش اور احتیاط اندیش افسر مقرر ہو۔ تاکہ وہ ہمیشہ اونکی نشست و برخاست و ماند و بود و آمد و رفت کی خبر رکھے اور صحبت بد سے جو بُرے خیالات کی مائی باپ ہے بچائے علی الخصوص اُسوقت کہ کثرت مشاغل سے بادشاہ سے جزئیات امور مخفی رہتے ہوں اور اِس پر اکتفا نہ کی جائے بلکہ مُنہیاں راست گفتار دُرست کردار مقرر کئے جائیں کہ ہمیشہ حقیقت احوال و مغز مقاصد سے بادشاہ کو مطلع کرتے رہیں ورنہ بہت سے تنگ حوصلہ دوام صحبت کے سبب سے

سطوت بادشاہی کو لحوظ خاطر نہیں رکھتے۔ بادشاہ کے تقرب کے سبب سے وہ ایسے
بدمست ہوجاتے ہیں کہ لغزشیں کرنے لگتے ہیں۔ اور اس بدمستی سے بڑے فساد برپا ہوتے
ہیں۔ چنانچہ ان دنوں میں یہی سانحہ پیش آیا کہ ان فتوحات غیبی کی شادمانی میں بادشاہ
کی بزم ہوئے ہیں ایسے کم حوصلہ اور ناقص نہاد مثل کتابدار و مسلحدار و دوات دار اور مشل
اون کے شریک ہوئے باغستان بالول یا باہول میں جب بزم صراحی و جام مرتب ہوئی اور
عالم مستی میں کہ عقل و ہوش برجا نہیں ہوتے یہ بدمست ظفرنامہ میں پڑھنے لگے کہ جب
امیر تیمور کی سلطنت کی ابتدا تھی اور چالیس جان نثار اوس کے ساتھ تھے اون سے دو دو
تیر لیکر بادشاہ نے ایک مٹھے میں باندھے اور ہر شخص سے کہا کہ توڑو ہر ایک نے زانو پر
رکھ کر زور کیا مگر وہ نہ ٹوٹے اور جب کھولکر الگ الگ تیر دیے تو ہر ایک نے آسانی سے
اوس کو توڑ ڈالا پھر امیر تیمور نے فرمایا کہ ہم چالیس آدمی ہیں اگر اس دستہ تیر کی طرح
یک دل رہیں تو جہاں جائیں گے فتح و ظفر پائیں گے۔ اب سب بے خبر بے خردوں نے اس سر
گذشت کو پڑھ کر یہ خیال کیا کہ ہم چار سو آدمی ہیں اگر ایک دل رہیں گے تو ملک دکن کو فتح
کرلیں گے۔ یہ سوچ کر چلدیے۔ بادشاہ کو دوسرے روز ان نزدیکوں کا پتہ نہ لگا۔ اُن کے
پکڑنے کے واسطے ایک ہزار آدمی متعین کئے۔ وہ ان سب کی گردن پکڑکر بادشاہ پاس لائے
بادشاہ نے سرخ کپڑے مریخ کے رنگ کے پہنے اور کرسی قہر پُر غضب پر بیٹھا اور گناہ گاروں کے
گروہ کے گروہ اوس کے روبرو پیش ہوتے۔ ہر ایک گروہ کو اس طرح سزا دی کہ بعض کے
ہاتھ باندھ ہاتھیوں کے پاؤں تلے ڈالا۔ اور بعض کو جنہوں نے خط ادب سے سر باہر رکھا تھا
اونکے بدن کو سر کے بوجھ سے ہلکا کیا۔ جس جماعت نے خیال فاسد میں دست درازی کی
تھی اونکو بے دست و پا کیا۔ جس فرقہ نے خودبینی سے بادشاہی حکموں پر کان نہیں لگایا تھا
اونکے گوش و بینی القط کئے جس طائفہ نے سر انگشت عزیمت حرف خطا پر رکھا تھا اونکی مشت
میں انگشت باقی نہ رکھی۔ جب یہ قصہ فیصلہ ہوچکا تو شام کی نماز میں امام جو کھڑا ہوا تو اوسنے
سورہ الم ترکیف پڑھی۔ جب بادشاہ نے سلام پھیرا تو حکم دیا کہ امام نے سورہ فیل پڑھ کر
بدفالی کی ہے اور مجھ پر یکنا یہ اعتراض کیا ہے وہ ہاتھی کے پاؤں تلے ڈالا جائے۔ مولانا

محمد پیر علی نے ہر چند سفارش کی کہ امام سورت کے معنی نہیں جانتا۔ مگر بادشاہ کی سورت غضب نے کچھہ نہ سُنا۔ امام بیچارہ مارا گیا۔ مگر جب بادشاہ ہوش میں آیا۔ اور امام کی سادہ لوحی کا یقین ہوا تو نہایت تاسف کیا اور ساری رات روتا رہا ولایت گجرات آب مہندری کے شمال میں ہمایوں کے قبضہ میں تھی مگر بادشاہ کو قلعہ چنپا نیر کی فتح سے وہ اموال و اسباب فراوان ہاتھہ لگا تھا کہ بزم خسروانی سے اشتغال تھا اور لب حوض پر دونوں طرف جشن اُڑتے تھے اور بزم رنگین جمتی تھی۔ ملک کے خراج کی تحصیل کا خیال بھی نہ تھا کہ حاکم مقرر ہوتے اور وہ انتظام کرکے خراج وصول کرتے۔ اِس شورش میں بہادر شاہ کے بھی ملکی اور جنگی افسر چلے گئے تھے۔ زمینداروں اور رعایا نے اپنے تئیں بے سرا دیکھکر بہادر شاہ سے جس سے ابتک اونکو موانست تھی عرضداشت بھیجی کہ کسی عاقل کو آپ مقرر فرمائیں کہ محصول کی تحصیل کے لیئے قیام کرے۔ تو رعایا ادائے مال سے سبک دوش ہو سلطان نے امیروں کو بلاکر رعایا کی عرضداشت پڑھی اور پوچھا کہ کون احمد آباد جاکر تحصیل مال کرنے پر راضی ہوتا ہے۔ سب خاموش رہے۔ مگر عماد الملک نے جرٔت کرکے اِس خدمت کی استدعا کی مگر یہ شرط ٹھیرائی کہ مجکو بالکل یہ اختیار دیا جائے کہ برآمد کار کے لئے جتنا خراج چاہے معاف کردے۔ جتنا چاہے مانگے جس کو چاہے جاگیر دے جس کو چاہے نقد روپیہ دے اُس سے باز پرس نہ کی جائے۔ بہادر شاہ نے یہہ درخواست منظور کی اور وہ دو سو سواروں کے ساتھ احمد آباد روانہ ہوا۔

راہ میں وہ تحصیل مال کے لئے محصل مقرر کرتا گیا اور جن آدمیوں کو وہ اپنے نزدیک معتمد جانتا تھا اور ملک میں وہ معزز تھے اون کو جاگیریں اور مواجب مقرر کرتا تھا۔ وہ معہ اپنے ساتھیوں کے اوس کے ہمراہ ہوتے جاتے تھے۔ سورت اور کاٹھیاواڑ کے زمیندار اسقدر اوسکے ساتھہ ہوگئے کہ احمد آباد پہونچنے تک دس ہزار سوار اس پاس جمع ہوگئے۔ وہ جو محصول جمع کرتا اُسکو فیاضی سے لوگوں میں تقسیم کرتا۔ اسلیئے اوسکی سپاہ تیس ہزار ہوگئی اور مجاہد خاں حاکم جوناگڈھہ دس ہزار سواروں کے ساتھہ اِس سے آن ملا۔

جب ہمایوں کو یہ خبر ہوئی تو اوس نے اپنی مستانہ نوشی چھوڑی اور ہوش میں آیا تردی بیگ کو جانپانیر میں چھوڑا اور خود احمد آباد کی طرف چلا اور لشکر کو پھر غنیمت کا روپیہ

تقسیم کیا اور آب مہندری کے کنارہ پر خیمہ زن ہوا۔عماد الملک بھی دلیری کرکے آگے آیا بادشاہ کے ہر کوچ پر وہ بھی کوچ کرتا تھا۔اس پاس سپاہ پچاس ہزار تھی۔ مرزا عسکری جو چند منزل بادشاہ سے آگے ہراول لشکر کے ساتھ تھا۔اِتن پر زبار اور محمود آباد کے درمیان دوپہر کو نہایت سخت گرمی میں گجراتیوں نے یکایک حملہ کیا اور مرزا کو شکست دی مگر یادگار ناصر مرزا اور ہندو بیگ جو مرزا کے داہنے بائیں طرف ایک میل میں لشکر لئے موجود تھے اوسکی حمایت کو آگئے۔بادشاہ کے لشکر کے آنے کی خبر دشمنوں کو معلوم ہوئی یادگار ناصر کا لشکر آگے تھا اوس سے پہلے لڑائی ہوئی۔ دوسری جانب سے عالم خاں لودی اور چند اور امیروں نے کوشش کی۔ مگر عماد الملک بھاگ نکلگیا۔طبقات اکبری میں یہ لکھا ہے کہ مرزا عسکری کے لشکر پر گجراتیوں نے ایسا جلد حملہ کیا کہ اوسکو فرصت لشکر کے آراستہ کرنے کی نہ ملی وہ چند ہمراہیوں کو ساتھ لیکر چار بند زقوم میں چلا گیا۔ گجراتی کچھہ مرزا کی طرف متوجہ نہوئے بلکہ لوٹ پر پل پڑے اور غنیمت کو لیکر پراگندہ ہوگئے۔اسوقت مرزا یادگار ناصر و میر ہندو بیگ اپنی اپنی فوجیں آراستہ کرکے آئے تو پھر گجراتیوں کو شکست ہوئی اور مرزا عسکری نے بھی چار بند سے باہر آکر اپنا نقارہ بجایا۔اور گجراتیوں کا تعاقب احمد آباد تک کیا۔ دو ہزار آدمی اس معرکہ میں قتل ہوئے مگر اکبرنامہ میں لکھا ہے کہ تین ہزار سے زیادہ اور چار ہزار سے کم مخالفوں کے آدمی مارے گئے بادشاہ بھی یہاں آگیا۔اوس نے خداوند خاں سے پوچھا کہ اب آیندہ احتمال جنگ ہے یا نہیں۔اوس نے جواب دیا کہ وہ غلام مبروص عماد الملک اِس جنگ میں موجود تہا تو جنگ آخر ہے اور اگر وہ نہیں تھا تو پھر اوس کے لڑنے کا احتمال ہے مگر دو زخمیوں کی زبانی تحقیق ہوا کہ اس جنگ کا مہتمم وہی تھا۔بادشاہ نے کوچ کرکے احمد آباد کے نزدیک کانگریہ میں خیمے ڈیرے ڈالے اور مرزا عسکری کو احمد آباد میں توابع عنایت کیا۔ مرزا نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر سارا لشکر شہر میں آئیگا تو عموماً خلایق کو آزار پہونچائیگا۔ بادشاہ نے دروازوں پر پہرے بٹھادیے کہ سوائے مرزا عسکری اور اوسکے آدمیوں کے کسی کو اندر نجانے دیں۔ بادشاہ سرکیج میں آیا۔کہ معمورہ دلکش تھا شہر کی سیر کو گیا۔اور گجرات کے ملک کا یہ انتظام کیا کہ مرزا یادگار ناصر کو پٹن عنایت کیا اور قاسم حسین خاں سلطان کو بڑوچ و نوساری و بندر سورت

دیا۔ اور دوست بیگ آقا کو کنبایت و بڑودہ اور میر موحکہ بہادر کو محمود آباد مرحمت کیا۔ ہندو بیگ کو بہت سا لشکر دیا کہ وہ جسکو کمک کی ضرورت ہو اوسکی مدد کرے۔

بادشاہ کو ہندو بیگ کی صلاح

ہندو بیگ اور بعض اور ارکان دولت نے بادشاہ سے عرض کیا کہ بادشاہ کو فتح و نصرت میسر ہوئی۔ سلطان بہادر بھاگتا پھرتا ہے وہ حضور کا مقابلہ نہیں کرسکتا ہے۔ بندر سورت میں خراب خستہ پڑا ہے پس یہ مناسب ہے کہ جو خزانے ہاتھ لگے ہیں اونہیں سے ایک دو سال کی تنخواہ سپاہیوں کو دیجائے اور باقی بطریق امانت رکھی جائے اور ولایت گجرات سلطان بہادر کو اپنی طرف سے عنایت کی جائے تاکہ آپ کی نیکنامی صفحۂ روزگار پر یادگار رہے۔ قولہ تعالی احسن کما احسن اللہ الیک ان اللہ یحب المحسنین اور خود بدولت آگرہ کو تشریف فرما ہوں کہ وہاں سے پریشان خبریں آرہی ہیں۔ یہ صلاح بڑی نیک ہوتی اگر اوسپر عمل ہوتا۔ مگر بادشاہ اس صلاح کو سنکر خفا ہوا اور کہنے لگا کہ جس ولایت کو ضرب شمشیر سے تسخیر کیا ہو اوس کو رائگاں کھونا نہیں چاہیے۔ اِس ملک کا انتظام میں کرلونگا اور اور ملکوں کا بھی۔

آگرہ و مالوہ سے پریشان خبروں کا آنا

جب گجرات کا بادشاہ نے انتظام کردیا تو وہ بندر دیپ (دیو) کی طرف جہاں بہادر شاہ تھا چلا۔ احمد آباد سے تیس کوس پر دندوقہ سے گذرا تھا کہ دار الخلافہ سے دولت خواہوں کی عرایض آئیں کہ حضور دار الخلافہ سے بہت دور چلے گئے یہاں متمردوں نے تمرد اختیار کیا افغانوں نے بہار میں سر اُٹھایا ہے۔ محمد سلطان مرزا نے اپنے بیٹوں الغ خاں و شاہ مرزا کی مدد سے قنوج سے جونپور تک لیلیا ہے اور خطبہ اپنے نام کا پڑہوایا ہے۔ جمنا کے کنارہ پر جو اضلاع ہیں اون میں اور آگرہ میں بھی سرکشی کے آثار نمودار ہوتے جاتے ہیں مالوہ کی مختلف طرفوں سے اِسی طرح کی خبریں بہت جلد پہنچیں کہ سکندر خاں اور ملو خاں نے سر اوٹھایا ہے اور سرکار ہنڈیہ کے جاگیردار جہتر زنبور کے سر پر چڑھ گئے۔ وہ اپنے اموال کو لیکر اوجین میں چلا آیا اور اِس نواح میں جو بادشاہ کی سپاہ جابجا متعین تھیں۔ وہ سب اوجین میں فراہم ہے اور فتنہ پردازوں کی جماعت کثیر نے اِس شہر کا محاصرہ کیا اور درویش علی کتاب دار حاکم اوجین کو بندوق سے زخمی کیا جس سے وہ مرگیا۔ باقی اہل قلعہ نے امان طلب کی بادشاہ پاس جب یہ

بادشاہ کا منڈو میں آنا۔

پریشان خبریں آئیں تو یہ امرا سنے قرار دیا کہ مالوہ میں جاکر منڈو میں مقیم ہو جس سے ملک مالوہ بھی اہل فساد سے پاک ہو اور گجرات بھی جو ابھی فتح ہوا ہے انتظام پائے اور دارالسلطنت کے قریب جو فتنہ فساد کی آگ بھڑک رہی ہے وہ بجھہ جائے اوس سنے گجرات کو مرزا عسکری اور ایک گروہ امرا کو حوالہ کیا اور خود بڑوچ و سورت ادسیر تیں ہوتا ہوا برہان پور میں آیا اور یہاں سات روز قیام کیا۔ قلعہ آسیر کے پہلو میں سے گذر کر منڈو میں آیا۔ بادشاہ کی معاودت کی خبر سنکر فتنہ پرداز کونوں میں چھپ گئے۔ بادشاہ کو مالوہ کی آب و ہوا ایسی مطبوع مزاج ہوئی کہ اوس سنے اپنے معتمدین کو یہاں جاگیریں دیدیں۔ پھر اوس پر کامرانی اور کام بخشی کے دروازہ کھل گئے۔

بہادر شاہ کا گجرات میں پھر اقبال چمکنا۔

گجرات میں ہمایوں بادشاہ کے اقبال کی ہوا پھر بگڑی۔ گجراتی ان فتح کرنے والوں کو اجنبی اور بیگانہ جانتے تھے۔ ابھی بادشاہ سنے گجرات کی طرف پیٹھہ کی تھی کہ وہاں سرکشی کا بازار گرم ہوا۔ بہادر شاہ سنے پرتگیزوں سے صلح کرلی اونہوں سنے اوسکی کمک کا وعدہ کیا اور اوس سنے پانچ چھہ ہزار حبشیوں کا لشکر جمع کرلیا۔ اوس کے اور طرفدار بھی ملک میں تیار ہو گئے۔ رومی خاں صفر جس سنے سورت کے قلعہ کو بنایا تھا اوس کے اندر ہو بیٹھا اور چاروں طرف سے اوسے بند کرلیا۔ ایک اور افسر سنے دریا تپتی کے دہانہ پر نوساری کے قریب ایک مستحکم حصار میں قیام کیا۔ اور گجراتی جہازوں کی مدد سے اِس مقام کو حملہ آوروں کے ہاتھہ سے بچایا۔ اِن افسروں سنے خان جہاں شیرازی کے ساتھہ اتفاق کر کے عبداللہ خاں حاکم ولایت نوساری کو یہاں سے نکال دیا اور سورت پر قبضہ کیا۔ عبداللہ خاں قاسم حسین خاں اوزبک کا خویش تھا اور وہ اوسکی دارالخلافہ بڑوچ میں چلا گیا۔ خاں جہاں سنے خشکی کی راہ سے بڑوچ کی طرف کوچ کیا۔ اور رومی خاں سنے دریائے نربدا کی راہ سے عرابہائے جنگی میں توپ و تفنگ لگا کر بڑوچ پر چڑہائی کی یہ دیکھکر قاسم حسین خاں کے ہاتھہ پاؤں پھول گئے۔ وہ بھاگ کر چانپانیر میں آیا۔ اور یہاں سے احمد آباد میں گیا اور مرزا عسکری اور ہندو بیگ سے کمک کا طالب ہوا۔ سید اسحاق سنے جسکو بہادر شاہ کی طرف شتاب خانی کا خطاب ملا تھا۔ کمبائت پر تصرف کیا۔ اور سارا ملک گجرات لڑنے پر تیار ہو گیا۔ مرزا عسکری سنے یہ حال دیکھہ یادگار ناصر مرزا کو پٹن سے احمد آباد میں بلا لیا۔ دریا خاں و

حافظ خاں جوراہ بسبیں سے سپاہ سلئے بہادر شاہ پاس دیو جاتے تھے جب اونہوں سنے پٹن کو بادشاہ کی سپاہ سے خالی دیکھا تو اوس پر قبضہ کرلیا اور پھر تو یہ حال ہوگیا کہ امراء شاہی اپنے پانوں میں آپ کلہاڑی مارنے لگے۔ اپنی تنگ حوصلگی سے تھوڑی سی کامیابی پر فاسد اندیشی کرنے لگے اور آپس میں ناشائستہ مخالفت کرنے لگے اور نفاق سے دل مکدر رکھنے لگے۔ تین مہینہ کا عرصہ گذرا تھا کہ ایک دن مرزا عسکری شراب پئے مجلس میں بیٹھا تھا۔ کہنے لگا کہ میں بادشاہ ظل اللہ ہوں۔ اوس پر غضنفر اوس کے کوکا نے چپکے سے کہا کہ ہستی اما خویش نیستی۔ یہ سنکر یاروں نے قہقہہ لگایا۔ مرزا نے پوچھا کہ کیا ہے تو یہ غضنفر کا کہنا معلوم ہوا۔ اوس نے غصہ ہوکر اوسکو قید خانہ میں بھیجدیا۔ وہ اس بند سے نکلکر بندر دیو میں بہادر شاہ پاس پہونچا اور تین سو سواروں کو ساتھ لیگیا۔ اوس نے مغلوں کے سارے منصوبوں اور ارادوں اور تدبیروں پر مطلع کیا اور احمدآباد پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کیا اور کہا کہ وہ سب بھاگنے کے لئے پا بر کاب بیٹھے ہیں مگر کسی بہانہ کے منتظر ہیں اس امر پر اسقدر اصرار کیا کہ آپ مجھے قید رکھئے اگر میری بات میں رائی برابر جھوٹ ہو تو سزا دیجئے۔ اِس کہنے سے بہادر شاہ احمدآباد کی طرف چلا۔ سارا ملک اوس کے ساتھ تھا۔ لشکر اس کا بہت بڑھ گیا اور وہ احمدآباد کے مقابل سرکیج میں خیمہ زن ہوا۔ اِس نازک وقت میں بادشاہ کی سپاہ خطرناک حالت میں تھی۔ سارا ملک اوس کا دشمن تھا ہمایوں کی سپاہ نے سارے شہر سوائے جانپانیر کے چھوڑ دیے تھے۔ سب آنکر مرزا عسکری کے پاس جمع ہوئے تھے۔ ہندو بیگ یادگار ناصر مرزا۔ قاسم حسین سلطان اوزبک اور اور امراء عظیم سرکیج میں نزدیک اساول کے حوالی احمدآباد میں سابرمتی کے بائیں کنارہ پر جمع تھے اور بیس ہزار سوار اُن پاس تھے یہاں مرزا عسکری کو ہندو بیگ نے یہ سمجھایا کہ گجرات پر قبضہ و تصرف رکھنے کا طریقہ سوائے اِس کے نہیں ہے کہ اب اپنے نام کا خطبہ پڑھوانے اور سکہ چلانے تاکہ اہل ملک آپ کو بادشاہ جانیں اور آپ کی اطاعت کریں اور سپاہ آپ کو بادشاہ جان کے خوب جان لڑا کر لڑائی لڑے اور میدان جنگ میں بہادری دکھائے اوس پر مرزا عسکری نے ہندو بیگ کو لعنت ملامت کی مگر اصل حال یہ تھا کہ من چاہے اور منڈیا ہلائے بہادر شاہ کا لشکر بھی سامنے تھا اتفاقاً مرزا عسکری کے خیمہ سے اوس کے خیمہ پر ایک گولہ آنکر لگا اور خیمہ

گر پڑا۔ یہ دیکھ کر وہ بہت گھبرایا اور غضنفر کو بلایا کہ اوس کی سیاست کرے مگر اوس نے کہا کہ جبتک صف آرائی ہو للہ میری سزا سے باز رہیے یقینی آج رات کو مرزا عسکری بھاگ جائیگا۔ تین روز دونوں لشکر مقابلہ میں پڑے رہے۔ آخر کو مرزا عسکری بغیر لڑے جانپانیر کو بھاگا۔ اور ایسا بے سروپا بھاگا کہ اپنے خیمے اور بھاری اسباب کو یہیں چھوڑ گیا۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ اس طرح سوار ہوا کہ لڑائی کو جاتا ہے مگر وہ بھاگنے کا سامان تھا۔

سلطان بہادر نے جسکو سو طرح کے اندیشے تھے دلیر ہو کر اوس کا تعاقب کیا۔ سلطان کا ہراول سید مبارک تھا وہ بادشاہی لشکر کے قریب پہنچا۔ ناصر مرزا چنداول تھا۔ مرزا پھر کر دشمنوں سے خوب مردانہ لڑائی ہوئی سلطان کے ہراول نے بہت آدمیوں کو قتل کیا۔ مرزا کے ہاتھ میں بھی زخم آیا۔ دشمن محمود آباد میں ٹھیر گیا۔ اور مرزا نے اپنے لشکر میں مراجعت کی مرزا عسکری نے آب مہندری سے کہ راہ میں تھا ایسا مضطربانہ عبور کیا کہ بہت سے سپاہی اوس کے دریا میں ڈوب کر مر گئے۔ سلطان بھی اوس کے پیچھے آب مہندری تک آیا جب مرزا عسکری جانپانیر میں پہنچا تو تردی بیگ نے لوازم مہمانداری کا حق ادا کیا اور قلعہ میں چلا گیا۔ دوسرے روز مرزاؤں کے جیوں کی نیت میں فساد آیا اور اونھوں نے تردی بیگ کو پیغام بھیجا کہ ہم پریشان احوال آئے ہیں اور لشکر کا برا حال ہے قلعہ کے خزانوں سے کچھ روپیہ بطور مساعدت کے دے کہ ہم لشکر کو دیں اور اوسان درست کر کے دشمن کے دفع کرنے پر مبادرت کریں۔ کچھ روز میں منڈو قاصد پہونچا ہے عرایض بھیجے ہیں یقین ہے کہ بادشاہ خزانہ ملنے کا حکم دیدے گا۔ تردی بیگ نے اونکی درخواست کو نامنظور کیا مرزاؤں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ تردی بیگ کو گرفتار کر لیں اور تمام خزانوں پر متصرف ہوں اور سلطنت مرزا عسکری کے نام پر مقرر کر دیں۔ اگر بہادر پر ہم فتح پائیں تو بہتر ورنہ بادشاہ کو تو منڈو کی آب و ہوا پسند ہے اور دارالخلافۃ آگرہ کی حدود خالی ہیں اسطرف متوجہ ہوں۔ تردی بیگ قلعہ سے نکلکر مرزاؤں کی خدمت میں جاتا تھا کہ اثناء راہ میں اوسکو یہ خبر ہوئی تو وہ اُلٹا قلعہ کو چلا گیا اور مرزاؤں کے پاس آدمی بھیجا کہ آپ کا میری توپوں کی زد میں ٹھیرنا مناسب نہیں مرزاؤں نے جواب دیا۔ کہ ہم جانتے ہیں تم ذرا ہم سے ملو تو کچھ باتیں کہنی ہیں وہ اون کے منصوبے پر مطلع تھا کب آتا تھا۔ مناسب جواب دیا۔ مرزاؤں نے اپنے خیمے نہیں ہٹائے

سلطان بہادر سے تعاقب کیا

مرزاؤں کا جانپانیر میں جانا اور تردی بیگ کا قلعہ دینے سے انکار ۱۰

تھے اِسلئے اونکے دہمکانیکے لئے تردی بیگ نے صبح کو توپیں اونپر ماریں تو مرزاؤں نے وہاں سے کوچ کیا۔ گھاٹ کرجی کی راہ سے دارالخلافت آگرہ کی طرف بخیال فاسد رواں ہوئے بادشاہ کا لشکر جب تک جانپانیر میں رہا بہادر نے آب مہندری سے جو جانپانیر سے پندرہ کروہ تھا عبور نہیں کیا۔ جب اوسکو آگرہ کی طرف مرزاؤں کے چلے جانے کی اور اونکے خیالات واہیہ کی خبر پہونچی تو وہ دریا سے عبور کرکے جانپانیر میں آیا۔ باوجودیکہ قلعہ مستحکم تھا اور تمام قلعہ داری کے لوازم موجود تھے مگر حالتیں ایسی تھیں کہ بہادر شاہ سے تردی بیگ لڑتا تو قلعہ بھی جاتا اور اوس کا سارا خزانہ بھی۔ اب اوس نے قلعہ حوالہ کردیا اور خود سلامت نکل آیا اور خزانہ جس قدر وہ لے سکا اپنے ساتھ لے لیا۔ اور بادشاہ پاس منڈو پہونچا اور مرزاؤں کے ناصواب ارادوں سے بادشاہ کو مطلع کیا۔ یہ سنکر بادشاہ اس خیال سے بطور ایلغار کے چتوڑ سے روانہ ہوا کہ آگرہ میں مرزا پہلے سے نہ پہونچ جائیں اتفاقات حسنہ سے یہ تھا کہ راہ کے درمیان چیتور کی نواح میں اوسکو مرزا مل گئے۔ ناچار وہ بادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوتے بادشاہ نے اپنی عطوفت ذاتی اور عفو جبلی سے اونکے اعمال ناپسندیدہ پر نظر نہ کی اور اپنے لطف عمیم سے اونکے گناہ معاف کردیے اور عفو کا ضمیمہ فیض احسان کو بنایا اور اون پر عنایت شاہانہ کیں۔

اس ملک سے آگرہ میں بادشاہ کے جانے کا ایک اور سبب یہ بھی تھا کہ محمد سلطان مرزا اور اوس کے بیٹے الغ مرزا نے جو ہمیشہ باغی رہتے تھے اِن دِنوں میں شورش برپا کی۔ پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ بادشاہ نے اونکے نابینا کرنے کا حکم دیا تھا مگر جو لوگ اونکے اندھا کرنے کے لئے مقرر ہوئے تھے شرایط احتیاط نہ بجالائے اور آنکھیں سلامت رہیں اب اونہوں نے قید سے نکلکر پرگنہ بلگرام پر تاخت کی اور قنوج میں گئے خسرو کوکلتاش کے بیٹے یہاں تھے اونہوں نے امان لیکر قنوج اون کو دیدیا اور قنوج کے سامنے بلگرام کو محمد سلطان نے اپنا دارالسلطنت بنایا اور یہاں سے اپنے بیٹے الغ مرزا کو بڑی سپاہ کے ساتھ جونپور کے محاصرہ کرنیکے لئے بھیجا دوسرے بیٹے شاہ مرزا کو کڑہ مانک پور پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔

مرزا ہندال جسکو بادشاہ نے آگرہ میں حاکم مقرر کیا تھا اس سرکشی کے فرو کرنے کے

لے کر روانہ ہوا اور اوس نے فوراً قنوج کو لے لیا۔ جب محمد سلطان مرزا نے سنا کہ مرزا ہندال قریب آگیا ہے تو اوس نے جہاں جہاں فوج بھیجی تھی وہاں سے بلالی۔ شاہ مرزا اوس سے آن ملا اور الغ مرزا نے لکھا کہ جب تک میں نہ آنکر ملوں دشمن سے لڑائی نہ لڑنا۔ سلطان مرزا اور شاہ مرزا دونوں دریا کے کنارہ پر بادشاہی لشکر کو دریا سے اُترنے نہیں دیتے تھے۔ مرزا ہندال یہ چاہتا تھا کہ محمد سلطان مرزا پہلے اوس سے کہ الغ بیگ اس سے آنکر ملے لڑائی لڑے وہ قنوج دس کروہ آگے جاکر گنگا سے جہاں وہ پایاب تھے معہ لشکر اُترا اور دشمن کو یہ حال نہ معلوم ہوا دونوں لشکر مقابل ہوئے اور لڑنے لگے کہ ایک ایسا آندھی کا طوفان آیا کہ دشمنوں کی آنکھوں میں خاک پڑی کہ خاک اون کو نہ سجھائی دیتا تھا۔ بادشاہی لشکر کے پس پشت آندھی کا رُخ تھا گھوڑوں کے سموں کی خاک نے اور آندھی کی گرد نے دشمنوں کو ایسا گھیرا کہ وہ نہ غنیم کے لشکر کو نہ اپنے لشکر کو پہچانتے تھے۔ اونہوں نے شکست پائی۔ جون پور کی طرف الغ مرزا روانہ ہوا۔ مرزا ہندال نے پرگنہ بلگرام کلاں بیگ کو سپرد کیا اور خود مرزا الغ بیگ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اودھ میں اوسکو جالیا یہاں محمد سلطان اور اوس کے بیٹوں کا لشکر آپس میں لگیا تھا۔ اوس کے روکنے کے لئے مرزا ہندال کا لشکر آیا۔ دونوں لشکر دو مہینے تک آمنے سامنے پڑے رہے۔ مرزا ہندال لڑنے کے لئے بے صبری کرتا تھا مگر شیخ پھول کہتا تھا کہ تحمل کرو میں دعوت اسم کر رہا ہوں انشاءاللہ تعالیٰ دشمن خود پریشان ہو جائیں گے۔ مرزا ہندال اس نوید سے خوشحال ہوتا تھا۔ اِس اثنا میں مرزا محمد سلطان کو خبر پہونچی کہ پادشاہ دارالخلافت آگرہ میں آگیا ہے۔ اِسلئے اوس نے فوراً مرزا ہندال پر چڑھائی کی مرزا ہندال نے شیخ پھول سے پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہئے تو اوس نے کہا کہ جب دشمن سر پر آن کھڑا ہو تو ضرور لڑنا چاہئے غرض دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی۔ مرزا ہندال کو فتح ہوئی وزی ہوئی۔ مرزا محمد سلطان تینوں بیٹوں سمیت کوچ بہار کو جو پرنیا کے متصل سرحد بنگالہ پر ہے بھاگ گیا۔ مرزا ہندال نے جون پور تک تعاقب کیا اور یہاں ٹھیر گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ جون پور کو تقسیم کرے کہ اوسکو خبر معلوم ہوئی کہ بادشاہ گجرات سے آگرہ میں آگیا۔ تو وہ سپاہ کو چھوڑ کر بھائی سے ملنے آگرہ چلا آیا۔

مرزا ہندال کی فتح

جب بادشاہ آگرہ کی طرف چلا تو تمام گرد و نواح کے ملک میں اُس کی خبر ہوئی۔ کہ بادشاہ اُلٹا جاتا ہے تو بھوپال رائے بیجا گڈھ سے یہ دیکھا کہ قلعہ منڈو خالی پڑا ہے تو وہ دلیرانہ اُس میں آیا۔ ملوخاں اوس سے آن ملا اور یہاں کے تخت پر بیٹھکر اوس نے اپنا لقب نادر شاہ رکھا اور میران محمد فاروقی برہان پور سے یہاں آیا۔ بادشاہ کی فوج تو یہاں موجود نہ تھی کہ لڑائی ہوتی غرض تمام ملک پر اون کا قبضہ ہو گیا۔ خلاصہ اوپر کے تمام جھگڑوں کا یہ ہے کہ ۹۴۲ھ ۱۵۳۶ء میں بہادر شاہ کو اپنا سارا ملک گجرات اور مالوہ دونو ہاتھ لگ گئے۔ ہمایوں کو یہ دونوں ملک کس محنت اور مشقت سے ہاتھ آئے تھے وہ مفت ہاتھ سے نکل گئے تاریخ گجرات میں ہم باقی حال بہادر شاہ کا لکھیں گے۔

ملک کی حالت جب ہمایوں آگرہ میں آیا

جب بادشاہ گجرات اور مالوہ چھوڑ کر آگرہ میں آیا تو اوس نے ملک کا حال دگرگوں پایا سارے کام ابتر و پریشان ہو گئے تھے۔ جب سے وہ بادشاہ ہوا تھا اوس کی سلطنت کے لئے بہت سے ایسے خوف و خطر درپیش ہوئے کہ اونکے دفع کرنے کے لئے بڑی مردانگی اور فرزانگی کی ضرورت تھی۔ باپ کے زمانہ کے جو امرا ترکی و چغتائی اوسکے ساتھ تھے اون کی خیر خواہی اور دولت خواہی ڈانواں ڈول ہو رہی تھی۔ محمد زماں مرزا۔ ایسے ہی محمد سلطان مرزا اور اوس کے بیٹے گو شکست پا چکے تھے مگر وہ لڑنے کو مستعد تھے اور وہ ایسے ملک میں چلے گئے تھے کہ جہاں کا مقام اونکے ارادوں کا استحکام کرتا تھا۔ کیونکہ یہ ملک ابھی فتح ہوا تھا اور ملک سے فاتح بالکل اجنبی تھے۔ مملکت دہلی چھوٹی چھوٹی ولایتوں میں منقسم تھی جو کم و بیش آزاد تھیں ان میں انتظام رکھنا آسان نہ تھا۔ دوآب اور آگرہ کے ہمسایہ میں بڑے بڑے سرکشوں کے گروہ موجود تھے جنکا حال یہ تھا کہ جہاں ذراسی بھی غفلت اونھوں نے بادشاہ کی طرف دیکھی تو لوٹ مار اونھوں نے شروع کی۔ مالوہ اور گجرات میں ہمایوں کا جانا تھا کہ اونھوں نے شورش اور لوٹ مار مچادی۔ ایسی حالتوں میں بڑے جوانمرد بادشاہ کا کام تھا کہ وہ سلطنت کو سنبھالتا۔

آگرہ میں برس روز تک ہمایوں رہا۔ یہ زمانہ اوس نے عجب طرح بسر کیا۔ کس شان و شکوہ سے اوس نے ملکوں کو فتح کیا تھا مگر وہ سب اوس کے ہاتھ سے نکل گئے تو اوس کا دل

افسردہ آگرہ میں برس روز تک ہمایوں رہا۔ ہوا۔ اب اوس سنے دل کے شگفتہ کرنے کا علاج یہی سوچا کہ محل میں مست پڑا رہتا۔ دربار میں کبھی نہیں آتا۔ کسی سے کچھہ صلاح و مشورہ نہ کرتا ملک کی بدنظمیوں کا علاج کچھہ نہ کرتا۔ افیوں کی پینکوں سے کام تھا اور کسی سے کچھہ سروکار نہ تھا۔

شیرخان کا حال

سنہ ۹۴۳ھ (۱۵۳۶) کو امیر جنید برلاس حاکم جونپور مرگیا۔ یہ امیر اپنی حکمت اور تدابیر اور شمشیر سے افغانان شرقیہ کی سرکوبی کرتا رہتا۔ گجرات اور مالوہ کی مہمات میں بادشاہ مصروف ہوا۔ اس عرصہ میں شیرخاں افغان سنے بہار۔ جون پور۔ قلعہ چنار پر تصرف کرلیا۔ بہت کچھہ سامان جنگ اور لشکر بہم پہنچا لیا۔ بنارس کو تاخت و تاراج کیا۔ گورکھہ پور کا محاصرہ مدتوں تک رکھا۔

شیرخان پر حملہ کی تیاری

جب ہمایوں کو شیرخاں کی اس حال کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنی غفلت سے بیدار ہوا اور اوس سنے بنگالہ کی تسخیر کا ارادہ کیا اور اوس پر حملہ کرنے کے لئے لشکر کی تیاری کا حکم دیا (شیرخاں کا مفصل حال ہم آیندہ اوسکی تاریخ مین لکھیں گے) اول بادشاہ کا ارادہ گجرات پر یورش کرنے کا تھا اسلئے کہ برہان نظام شاہ بادشاہ احمدنگر پر اوس کے دکھنی ہمسایہ والوں سنے حملہ کیا تھا تو اوس سنے ہمایوں کو لکھا تھا کہ اگر آپ گجرات پر حملہ کریں تو میں اس حملہ جدید میں آپ کا معاون ہونگا۔ مگر بادشاہ کو شیرخاں کا بہت خوف تھا اسلئے اوسنے مہم بنگالہ کو مقدم جانا دارالخلافۃ آگرہ کی حکومت میر محمد بخشی کو کہ معتمدین میں سے تھا سپرد کی اور محمد یادگار ناصر مرزا اپنے چچازاد بھائی کو کالپی جو اوس کی جاگیر تھی حوالہ کی اور اوسکو رخصت کیا کہ وہاں جاکر انتظام کرے۔ نورالدین محمد مرزا کو جسکو اوسکی بہن گلرنگ بیگم بیاہی تھی قنوج اور اوس کے نواح کی حراست حوالہ ہوئی اور سنہ ۹۴۳ھ کو خود کشتی میں سوار ہوکر مشرق کی طرف کوچ کیا مرزا عسکری اور مرزا ہندال و بیرام خاں اور امراء عالی قدر ہمراہ تھے لشکر بحر و بر کی راہ سے چلتا تھا اور خود کبھی کشتی میں سوار ہوتا کبھی گھوڑے پر۔ اس طرح بادشاہ چنارگڈہ پہنچا۔ چنارگڈہ کے قریب مرزا محمد زماں گجرات سے چلکر ہمایوں سے آن ملا۔ اس واقعہ کا حال یہ ہے کہ مرزا سنے پہلے اپنے آنے سے اپنی ہمشیرہ عزیزہ معصومہ سلطان بیگم کی معرفت بادشاہ سے عفو تقصیر کی درخواست بھیجی تھی۔ بادشاہ سنے اوس کے جرموں کو معاف کردیا تھا اور اوسکو بلایا تھا۔

جب مرزا لشکر بادشاہی کے قریب آیا تو بادشاہ نے اوس کی بڑی خاطرداری اور تواضع
کی خلعت خاصہ و کمربند و اسپ و شمشیر عنایت کیا۔ ہمایوں کی صفت ذاتی یہ تھی کہ وہ سیات
کی مکافات حسنات سے کیا کرتا تھا۔ جتنا کسی کا جرم و اثم زیادہ ہوتا تھا اوتنا ہی اوسپر لطف و
کرم زیادہ کرتا۔ یہ صفت بادشاہوں میں کمتر ہوتی ہے شیر خاں بڑا عاقبت اندیش تھا اور وہ
اِن سب خطروں سے جو اوسکے آگے پیش آتے تھے پہلے سے واقف ہو جاتا تھا اور اونکی روک
تھام کے واسطے ایسی معقول تدبیریں سوچتا اور عمدہ تجویزیں کرتا کہ اوس کی نظیر ہندوستان میں
نہیں پائی جاتی جب اوسکو ہمایوں کے آنے کی خبر پہونچی تو اوس نے قلعہ چنار گڈھ کو مستحکم کیا
اور قطب خاں اپنے بیٹے کو اوسکی محافظت سپرد کی اور خود بہار کھنڈ یا جہار کھنڈ کو چلا گیا۔ قطب خاں
کو اوس نے مقرر کیا کہ وہ محاصرین کو باہر ستائے اور غازی خاں سور کو قلعہ کے اندر مقرر کیا
کہ دشمنوں سے لڑے۔ ہمایوں نے چنار گڈھ کے پاس مقام کیا اور اِس قلعہ کی تسخیر کا ارادہ کیا
محاصرہ کا اہتمام سار اَرومی خاں کے سپرد کیا۔ یہ رومی خاں وہی ہے جو مندسور کی لڑائی میں
بہادر شاہ بادشاہ گجرات سے جدا ہو کر بادشاہ ہمایوں کی خدمت میں آیا تھا۔ اور امیر آتشی کے
عہدہ پر سرافراز ہوا تھا۔ اوسکو قلعوں کی فتح میں کمال تھا۔ اوس نے قلعہ کا محاصرہ شروع کیا
اور کئی مہینے اِس محاصرہ میں لگ گئے۔ توپوں نے وہ کام محاصرہ میں نہیں کیا جس کی اُمید تھی
تو رومی خاں نے اِس امر کے دریافت کرنے کے لئے کہ قلعہ کی کونسی طرف ضعیف ہے یہ تدبیر
کی کہ اپنے حبشی وفادار کلامات کو ایسا مارا پیٹا کہ اوسکے سارے بدن پر بدھیاں پڑگئیں وہ راتکو
بھاگا اور قلعہ کے اندر داخل ہوا اور وہاں رومی خاں کے ظلم و ستم کا بیان کیا کہ مجھے ناحق مارا
مارا پیٹا ہے کہ دیکھہ لو کہ کوڑوں کے نشان میرے سارے بدن پر موجود ہیں۔ افغانوں نے
اوسکے زخموں کا علاج کیا اور جب اچھا ہو گیا تو اوس نے کہا کہ رومی خاں جیسے اوستاد کا
شاگرد ہوں میں آپ کو ایسے مقامات بتا سکتا ہوں کہ جہاں سے محاصرین کو آپ لوگ بہت حیران
و پریشان کر سکتے ہیں غرض اپنی صداقت اور ہنرمندی کا یقین اہل قلعہ کو ایسا دلایا کہ اُنہوں
نے اپنے قلعہ کے سارے مقامات دکھا دیے۔ یہ غلام چند روز وہاں رہ کر اور سب کچھہ دیکھہ
بھال کر پھر رومی خاں پاس بھاگ آیا اور سارا حال بیان کر دیا جس کے موافق رومی خاں

سے حل کیا۔ رومی خاں نے کشتیوں کے ساباط (مورچے) بنائے تھے اور اُن میں تختہ پر قطعات تختہ میں ایسے مسطح لگائے تھے کہ اونکو دیکھکر ہنرمندوں کی عقل دنگ ہوتی تھی۔ اور سرنگیں وہ لگائیں جنکے اُڑنے سے زمین کے ٹکڑے ہوتے تھے۔ یہ مورچہ رواں دریا کی طرف سے قلعہ کے پاس گیا اور پھر قلعہ پر چاروں طرف سے حملہ ہوا اور قلعہ کی ایک دیوار گری جس میں سے محاصرین نے قلعہ کے اندر جانے کا ارادہ کیا مگر محصورین نے بھی ایسا مقابلہ کیا کہ سات محاصرین کو قتل کیا اور مورچہ رواں بھی توپوں سے آدھا اوڑا دیا۔ دوسرے دن صبحکو کاریگروں نے مورچہ رواں کی مرمت کی اور از سرِ نو حملہ کا ارادہ کیا جب اہل قلعہ نے دیکھا کہ بادشاہ کسی طرح قلعہ کو بغیر فتح کے نہیں چھوڑیگا تو اونہوں نے جان کی اماں مانگ کر اپنے تئیں حوالہ کر دیا۔ اور بادشاہ نے بھی رومی خاں کے کہنے سے اونکو جان کی اماں دیدی مگر موید بیگ دولدی نے دشمن کے تین سو گولہ اندازوں کے ہاتھ کاٹ ڈالے اور جھوٹ موٹ کہدیا کہ یہ بادشاہ کے حکم کے موافق کام کیا ہے۔ رومی خاں نے بادشاہ سے اس عہد شکنی کی شکایت کی جس پر بادشاہ نے موید بیگ کو بڑی لعنت ملامت کی۔ بادشاہ نے رومی خاں سے پوچھا کہ یہ قلعہ کس امیر کو دیا جائے کہ یہاں وہ تیرے ساتھ کام کرے تو اوس نے کہا کہ ان امیروں میں سے تو کوئی اِس قلعہ کے لائق میں نہیں دیکھتا۔ بادشاہ نے رومی خاں کو یہ قلعہ حوالہ کیا مگر اِس کہنے سے امیر اُس سے ایسے ناراض ہوگئے کہ سب نے متفق ہوکر اوسکو وہ زہر کا پیالہ پلایا کہ جس سے پیمانہ عمر اس کا لبریز ہوا۔ اِس محاصرہ کا حال جوہر نے واقعات ہمایونی میں اور طبقات اکبری اور اکبرنامہ اور تاریخ فرشتہ میں اور منتخبات اللباب خانی خاں میں ایسا مختلف لکھا ہے کہ اونمیں مطابقت کرنی دشوار ہے۔

ہمایوں کو چنار کی تسخیر میں چھ مہینے لگے۔ شیرخاں کو یہ فرصت کا وقت خوب بنگالہ میں اپنے کام کرنے کے لئے مل گیا۔ اوس نے بنگالہ کو لے لیا اور گور کے محاصرہ میں مصروف ہوا۔ کبھی وہ خود اور کبھی اوس کا بیٹا جلال خاں اور کبھی اوس کا سپہ سالار خواص خاں لشکر سے کام لیتا ہمایوں چنار کو فتح کرکے بنارس میں آیا۔ یہاں اوس کو معلوم ہوا کہ گور کا محاصرہ کر رہا ہے اور کل مملکت پر قابض ہوگیا ہے اسلئے بادشاہ نے بنگال میں جاکر شیرخاں کی ترقی کو روکنا

بنگالہ میں شیرخاں اور بنارس میں ہمایوں

چاہا وہ دریائے سون کے کنارہ پر پہونچا۔ جہاں اوسکو یہ معلوم ہوا کہ شیر خاں نے گور کو لے لیا۔

محمود شاہ شاہ بنگالہ کا ہمایوں پاس آنا

بہت مہینوں تک شہر گور کا محاصرہ رہا تو وہاں قحط پڑا۔ سید محمود شاہ بادشاہ گور نے دیکھا کہ اب شہر کے بچنے کی امید دشمنوں کے ہاتھ سے نہیں ہے تو ایک کشتی میں وہ سوار ہوکر حاجی پور میں آیا۔ اوس کا تعاقب شیر خاں کے لشکر نے کیا۔ اور اوس کے لشکر کو پریشان کر دیا اور اوسکو خود بھی زخمی کیا تو محمود شاہ بادشاہ بنگالہ نے بادشاہ ہمایوں کی خدمت میں استغاثہ کرنے کا قصد کیا۔ شیر خاں نے گور کو فتح کرکے ملک بنگال اور بہار کے بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا سید محمود شاہ کے زخمی ہونے اور اوس کے ملک بنگال کے چھوڑنے نے بادشاہ کے ارادہ کو بنگالہ کی تسخیر پر اور زیادہ آمادہ کیا اور اوس نے اور زیادہ اوس پر توجہ کی کہ وہ زرخیز ملک بنگالہ پر شیر شاہ کی حکومت کو جمنے نہ دے اسلئے اوس نے قبل حسین ترکمان کو ایلچی بنا کے شیر شاہ پاس یہ فرمان دیکر بھیجا کہ چتر و تخت و خزانے ہمارے پاس بھیجدے اور بنگالہ اور رہتاس کو خالی کرکے ہمارے بندگان درگاہ کو سپرد کر دے۔ اس کے عوض میں قلعہ چنار گڈہ اور جونپور یا کوئی اور جگہہ جو اُسکو اچھی معلوم ہو جاگیر میں لے لے۔ شیر خاں نے بادشاہ کے اس حکم کو قبول نہیں کیا۔ اور کہا کہ میں نے پانچ سال محنت کرکے بنگالہ کو اپنی تلوار کے زور سے لیا ہے اور اس میں اکثر میرے سپاہیوں نے جان دی ہے بھلا وہ میں کیسے دیسکتا ہوں۔ قبل حسین چند روز رہ کر واپس آیا اور اوس نے یہ کہا کہ شیر خاں نے بادشاہ کا حکم نہیں مانا اور وہ گور سے رہتاس اور کوہستانی ملک کو گیا ہے اور بے شمار دولت جو اوسکے ہاتھہ لگی تھی اپنے ساتھ لیگیا ہے کہ وہ ان پہاڑوں میں اوسکو محفوظ رکھے۔

بادشاہ نے جونپور کو اور اوس کی حدود کو ہندو بیگ کو کہ اُمراء کبار میں سے تھا اور چنار گڈہ کو بیگ میرک کو عنایت کیا کہ وہ اس طرف کے ملک میں انتظام کریں۔ اور خود اوس نے لشکر کو بحر و بر کی راہ سے جنبش دی۔ آرہ اور دیناپور کے درمیان ایک قصبہ مونیہ ہے جو گنگا اور سورن کے ملنے سے مقام سے قریب ہے وہاں سید محمود شاہ معزول بادشاہ بنگال جس کے زخم ہرے تھے بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ بادشاہ نے اوس کو تسلی دی کہ میں

تیرا ملک تجھے جلد دلائے دیتا ہوں - جب بادشاہ پٹنے مین پہونچا تو دولت خواہوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ موسم باران سر پر ہے اگر حضور بنگالہ پر حملہ کرنے کو اس موسم کے آخر ہونے تک موقوف رکھیں گے تو آئین ملک گیری مین جو روش فیروزی پانے کی ہے اوس کے موافق حصول مامول قریب تر ہوگا بنگال مین اس موسم مین سوار کو چلنا نہایت دشوار ہے اور سپاہ کا وہاں جانا ویران اور تباہ کرنا ہے لیکن والی بنگالہ کو اپنی اغراض پر نظر تھی اوس نے بادشاہ سے یہ عرض کیا کہ بنگالہ مین شیر شاہ کے قدم قدم نہیں جمے ہین اوسکے سر پر جلد چڑھنے سے اوس کا استیصال سہل ہوگا - وہاں سب طرح کا سامان رسد لشکر کے لئے موجود ہے بادشاہ نے اس ستم رسیدہ کی خاطرداری اور صلاح کی معقولیت پر خیال کرکے لشکر کو کوچ کا حکم دیا - بادشاہ کو اس مہم کا شوق اس سبب سے بھی تھا کہ جیسا ایک بڑا ملک گجرات ہاتھ سے گیا ہے ایسا ہی دوسرا ملک ہاتھ آئیگا تو نقصان کا معاوضہ فائدہ سے ہو جائیگا -

جب شیر خاں نے سنا کہ بادشاہ کا لشکر آتا ہے تو اوس نے یہ ارادہ کیا کہ بادشاہ کی اس فوج عظیم سے اس سال نہ لڑے اور برسات میں اوس کو حیران کیجئے اسلئے وہ خود تو جھارکھنڈ کو چلا گیا کہ جب بادشاہ کا لشکر بنگالہ میں آئے تو خود اس راہ سے بہار میں جائے اور وہاں شورش اور فساد مچاتے اور مال بنگالہ جو اس پاس ہے اوسکو کسی امن مین پہونچا سکے اپنے بیٹے جلال خاں اور اپنے سپہ سالار خواص خاں کو گڈھی تراائی دتلے گولی لی ہے کے قریب مقرر کیا اور کہہ دیا کہ جب لشکر شاہی یہاں پاس آئے اور میں شیرپور میں پہونچوں تو تم اعتبار کرکے میرے پاس چلے آنا اور جنگ کے اقدام پر دلیری نہ کرنا - بادشاہ نے بھاگلپور سے ابراہیم بیگ چابوق اور جہانگیر قلی بیگ و بیرم بیگ و نہال بیگ و درویش بیگ و گرگ علی بیگ و بچکہ بہادر اور ایک جماعت کثیر پانچ چھہ ہزار سپاہ کو روانہ کیا جب لشکر شاہی نواحی گڈھی پر مین پہنچا تو جلال خاں باپ کے حکم کے برخلاف فوج کو آراستہ کرکے لشکر شاہی پر چڑھ آیا - ابھی لشکر نے کمر بھی سیدھی نہیں کی تھی کہ اوس پر یہ آفت آئی اس سے نہ جنگ کا انتظام ہوسکا نہ ترتیب افواج قایم ہوئی - لشکر مخالف بہت تھا - یہاں سپاہ کا قصد جنگ نہ تھا -

شیر خان کی فوج سے بادشاہ کے لشکر کا شکست پانا

بیرام خاں نے چند مرتبہ لشکر اس طرح لڑایا کہ دشمن کے لشکر کا منہ پھیر دیا مگر فوج شاہی میں بے ترتیبی ایسی تھی کہ اوسکو کمک نہ پہونچی اور حسب دلخواہ کام نہ بنا اور لشکر شاہی کو شکست ہوئی اور علی خاں مہادتی و حیدر بخشی اور بعض اور اعیان دولت والا پایہ شہید ہوئے جب بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو خود اوس نے سرعت سے بنا تہہ نہضت کی راہ میں کھلگام میں کشتی جو بادشاہ کی خاص سواری کی تھی ڈوب گئی۔ یہاں بادشاہ سے امرا شکست یافتہ آن ملے۔ لشکر سفر کر رہا تھا کہ کئی گھنٹے بارش ہوئی۔ خیمے ڈیرے و سراپردے سب کھڑے تھے کہ بادشاہ نے حاجی محمد بیگ کو بھیجا کہ گڈھی کی خبر لائے کہ جلال خاں کہاں ہے۔ حاجی محمد جاکر وہاں سے خبر لایا کہ جلال خاں گڈھی میں ہے شیر خاں نے اوسے لکھا ہے کہ میں نے اپنا مال رہتاس میں پہنچا دیا ہے تو جہار کھنڈ (جھرکھنڈ) کی راہ سے میرے پاس چلا آ۔ جب بادشاہ بنگالہ پر مسلط ہوگا تو جو تدبیر کرنی ہوگی وہ کی جائیگی جب جلال خاں کو شیر خاں کی رہتاس میں پہونچنے کی خبر پہونچی تو وہ رات کو باپ پاس چلا گیا اور اوسکی خبر بادشاہ پاس پہونچی کہ اب گڈھی میں جلال خاں نہیں ہے۔ بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ سنگ راہ خود بخود کیوں اٹھ گیا۔ جس سے بنگالہ کا راستہ صاف ہوگیا۔ یہ گڈھی بہار اور بنگالہ کے درمیان بنگالہ کا دروازہ گنا جاتا ہے اسی لیئے جلال خاں نے پندرہ ہزار سپاہ سے روکا تھا کہ بادشاہ کو بنگالہ کے اندر نہ جانے دے اور شیر خاں کو اتنی فرصت ملجائے کہ وہ بنگال کی غنیمت کو رہتاس میں لیجائے۔ جب رہتاس شیر خاں نے لیلیا تو جلال خاں اوس پاس چلا گیا اور شیر خاں کو اپنے منصوبوں کے موافق کھلے ہوئے ملکوں کے بندوبست کا موقعہ مل گیا۔ اب بادشاہ بنگال میں داخل ہوا اور گور پر بغیر مقابلہ اور مقاتلہ کے اوس کا قبضہ ہوگیا۔ افغانوں کے ظلم سے ملک بنگالہ خراب خستہ و پریشان حال ہوگیا تھا۔ گور میں ہر طرف مردے پڑے ہوئے تھے اور کوچے بازاروں میں اونکی بدبو پھیل رہی تھی۔ بادشاہ کے یہاں آنے سے یہ تباہی اور لڑائی کی نشانیاں دور ہوئیں۔ سارے صوبہ بنگال پر ایک سال میں ۹۴۵ھ میں بادشاہ کا بالکل قبضہ ہوگیا اوس نے اپنے بھائی مرزا ہندال کو ترہت اور پرنیہ کو جاگیر میں دیا اور حکم دیا کہ وہ اپنی نئی جاگیر میں جاکر لایق سامان بنگالہ کے اس طرف سے لائے۔

ہمایوں کا بنگالہ میں داخل ہونا اور گور میں ٹھیرنا

بادشاہ کو ملک بنگال کی شادابی و آب و ہوا ایسی خوش معلوم ہوئی کہ گور کا نام جنت آباد رکھا اور یہاں جنت کے عیش اوڑانے لگا ایک مہینہ تک بادشاہ کی صورت کسی نے نہیں دیکھی محل میں خلوت میں پڑا رہا فراغت سے زندگی بسر کرتا رہا۔ اسلئے اِس وسیع ملک کا انتظام کیا نہ رعیت کی خبرگیری کی۔ امرا نے بھی اپنے بادشاہ کی عیش اوڑانے میں تقلید کی۔ اب کوئی لکھتا ہے کہ اِس حال میں بادشاہ بنگالہ میں نو مہینے رہا۔ کوئی لکھتا ہے کہ وہ گور میں تین مہینے رہا کوئی چھ مہینے لکھتا ہے۔ غرض خواہ کچھ ہی عرصہ ہوا اوس کو نہ اوسکے امرا کو حال کا فکر نہ آیندہ کا تردد ہوا۔ اِس زمانہ میں مرزا ہندال نے اہل نفاق سے اتفاق کرکے اور بابِ فتنہ کے تباہ اندیشوں کو دل میں جگہہ دیکے بادشاہ کی اجازت بغیر عین برسات کے موسم میں دار الخلافہ آگرہ کی راہ لی۔ یہاں چند روز میں آگیا۔ شورش و فساد برپا کیا اور خود شہریار بننے کا ارادہ کیا۔ ہرچند بادشاہ نے اوسکو نصیحت نامے لکھے مگر وہ کچھ سودمند نہوئے اُسوقت بادشاہ پاس نہ کوئی نئی کمک آئی نہ کوئی رسد پہونچی۔ پہلے جو خبریں آتی تھیں اب وہ بھی آنی بند ہوگئیں اگر ساری ملک کی بربادی کی خبریں بادشاہ کے کان میں پہنچتیں تو وہ ضرور ہوشیار ہوکر تدابیر ملکی کرتا مگر جو لوگ اسوقت اوس کے ساتھ تھے وہ ایسی متوحش خبروں کو اُس تک نہیں پہونچنے دیتے تھے کہ اوسکے عیش کو تلخ کریں۔

مگر ایک خبر متوحش ایسی متواتر بادشاہ کے ہمراہیوں پاس پہنچی کہ وہ اوسکو کسی طرح چھپا ہی نہیں سکتے تھے بادشاہ جن راہوں سے اِس ملک میں گیا تھا انہیں پر شیرخاں قابض نہیں ہوا بلکہ کل ملک پر جس میں بادشاہ گیا تھا۔ وہ بادشاہ کے جانے کا راہوں میں سدراہ نہیں ہوا بادشاہ کو جنوب سے بنگال میں اوس نے داخل ہونے دیا اور وہ پہاڑوں کی راہ سے دوسری طرف سے بہار میں داخل ہوا۔ اور پہاڑوں کے شمال میں اوس نے اپنا لشکر پھیلا دیا جو اوس کے زور کا مرکز تھا۔ وہ کل صوبے بہار کا مالک ہوگیا اور اوس نے وہ تمام راہیں بند کردیں کہ جنسے بادشاہ کو سپاہ کی کمک پہنچ سکے یا کوئی اُس پاس بنگال جا سکے۔ اِس طرح بادشاہ اپنی باقی سلطنت سے بالکل علیحدہ ہوگیا نہ اوسکو اپنے ساتھ شریک کرسکتا اور نہ اوس کے ساتھ رسل و رسائل رکھ سکتا۔ کوئی بادشاہ کی سپاہ اوس کی روکنے والی نہ تھی وہ گنگا پار اوترا بنارس کا

محاصرہ کیا اور تہوڑے دنوں میں اوس نے تسخیر کرلیا اور یہاں کے حاکم میر فضلی کو قتل کیا وہاں سے جونپور گیا۔ یہاں ہندو بیگ کے مرنے کے بعد بابا بیگ جلائر کو بادشاہ نے حاکم مقرر کیا تھا اوس نے اپنے مقام کو استحکام دیا تھا۔ یوسف بیگ پسر ابراہیم بیگ چابوق اودھ سے اس ارادہ سے آتا تھا کہ بنگالہ میں بادشاہ پاس جائے وہ ہمیشہ اطراف و جوانب میں قزاولی بیجتا تھا اور نبرد اور پیکار کا طلبگار تھا۔ جلال خاں یہ خبر سنکر دو تین ہزار آدمیوں سے ایلغار کرکے اونکے پاس آپہنچا۔ یوسف بیگ لشکر کے سپاہی کو دیکھ مستعد جنگ ہوا۔ ہرچند ہمراہیوں نے سمجھایا کہ ہم تھوڑے ہیں اور مخالف بہت ہیں مگر اوس نے کچھ نہ سُنا اور لڑا اور جون پور کی نواح میں مردانہ وار شربت شہادت پیا۔ مخالفوں نے دوسرے روز آن کر جونپور کو گھیرا۔ بابا بیگ جلائر نے نگاہبانی میں داد مردانگی و کاردانی دی اور مرزاؤں اور امیروں کو حقیقت احوال لکھا۔ اور بادشاہ پاس عرائض متواتر بھیجیں۔ میر فقیر علی دہلی سے دارالخلافہ آگرہ میں آیا اور اوس نے مرزا ہندال کو نصائح ارجمند کرکے جمنا پار بھیجا اور محمد بخشی کو سمجھایا کہ میرزا کی مدد کرکے جلد جون پور اوسکو پہنچا دے۔ میر فقیر علی آگرہ سے کالپی گیا اور یہاں ناصر مرزا کو سمجھایا کہ وہ لشکر کو تیار کرے اور آگرہ کی حدود پر مرزا سے متفق ہو کر جلد جونپور روانہ ہوں۔ اسی زمانہ میں خسرو بیگ کوکلتاش و حاجی محمد بابا قشقہ و زاہد بیگ و میرزا نظر اور اور جماعت امرا یہ سب اپنی ناہنجاری اور شور انگیزی کے سبب سے بنگالہ سے بھاگ کر قنوج میں مرزا نورالدین محمد جہانگیر پاس آئے۔ اس مرزا نے ان امرا کے آنے کا حال مرزا ہندال کو لکھا اور اون سے اُن کی استمالت کی استدعا کی۔ مرزا ہندال نے الطاف نامے اُن پاس اپنے ایک معتمد محمد غازی توغبائی کے ہاتھ بھیجے اور یادگار ناصر مرزا اور میر فقیر علی کو بھی اُن امرا کے نام لکھ بھیجے۔ مرزا نورالدین جہانگیر پاس ابھی مرزا ہندال کا جواب نہیں آیا تھا کہ وہ کول میں جو مرزا زاہد بیگ کے مواجب میں تھے آگئے۔ مرزا ہندال کے فرستادہ کو جب کول میں اونکے آنے کی خبر ہوئی تو یہاں وہ اُن پاس پہنچا۔ ان نمک حراموں نے صاف صاف کہدیا کہ اب ہم بادشاہ کی اطاعت نہیں کریں گے۔ اگر مرزا ہندال جیسا کہ اِن کا خیال ہے اپنے نام کا خطبہ پڑھوا دے تو ہم اوسکی ملازمت کرنے کو تیار ہیں اور نہیں تو ہم مرزا کامران پاس جاتے ہیں۔

وہاں ہماری کام روائی خوب ہوجائیگی۔ محمد غازی توغبائی نے آنکر مرزا ہندال کو یہ پیغام مخفی
پہنچایا اور کہا کہ دو کاموں میں سے ایک کام کرنا ناگزیر ہے کہ کیا اپنے نام کا خطبہ پڑہوا سے
اور ان امرا کو بلوالکر اون پر نوازش فرمائے یا کسی بہانہ سے اون کو بلا کر قید فرما لیجئے
مرزا ہندال کو اپنے تئیں بادشاہ بنانے کا خیال ہمیشہ سے تھا اوس نے امرا کے پیغام کو غنیمت
بے شمار کیا اور اونکو بلا کر لطف و کرم کے وعدہ کئے اور آپ بادشاہ بننے کا ارادہ مصمم کیا
جب بادشاہ کو بنارس اور جون پور اور اوسکی حدود کے تفرقہ کا اور مرزا ہندال کی بغاوت کا
حال معلوم ہوا تو شیخ بہلول کو بنگالہ سے رخصت کیا کہ وہ دار الخلافہ میں بہت جلد اپنے تئیں
پہنچائے اور مفسدوں کو خستہ کرکے خیالات فاسدہ سے باز رکھے۔ اور افغانوں کے استیصال
کے لئے اون کو یکدل اور یک زبان بنائے۔ شیخ صاحب ہندوستان کے اعیان مشائخ
میں سے تھے اور بادشاہ اونکا معتقد تھا۔ شیخ اسوقت آگرہ میں پہنچا کہ امرا نا درست اندیشی اور
ناسودمند فکر کرکے مرزا ہندال کو بہکا کر بادشاہ بناتے تھے۔ مرزا ہندال شیخ کے استقبال کو
گیا۔ شیخ نے دولت خواہانہ باتیں اوسکو سمجھائیں اور مرزا کو بادشاہ کی خدمت پر ثابت قدم کیا
دوسرے روز محمد بخشی کو بلایا کہ لشکر کے لئے جو کچھ سامان چاہئے اوس کا سرانجام کردے۔ زر
واشتر و اسپ و اسلحہ جنگ کا سامان کرے۔ محمد بخشی نے یہ معذرت کی کہ خزانہ تو ہے
نہیں کہ سپاہ کو دیا جائے مگر اسباب اور اجناس بہت ہیں سب حسب دلخواہ سرانجام کرتا ہوں
اس بات پر چار پانچ روز نہ گذرے تھے کہ مرزا نور الدین محمد قنوج سے ایلغار کرکے آیا اُسکے
آنے سے اس ارادہ میں کہ امرا نے فکر کیا تھا بڑی تقویت ہوئی۔ مرزا ہندال نے دوسرے
دفعہ محمد غازی توغبائی کو امراؤ کے پاس بھیجا امرا نے جو پہلے کہا تھا وہی کہا اور اوس پر یہ
اور اضافہ کیا کہ شیخ بہلول کو جو بادشاہ کا فرستادہ ہے اور ہمارے کاموں کی صلاح کو
بگاڑتا ہے مرزا ہندال علانیہ قتل کرڈالے تاکہ ہم سب کو یقین ہوجائے کہ وہ بادشاہ سے یکسو
ہوگیا اور اوس نے ہماری بات کو مان لیا تو ہم خاطر جمع سے اوسکی ملازمت کریں سفر اور
لشکر کا سامان شیخ درست کرا رہا تھا کہ مرزا نور الدین محمد نے شیخ کو اوس کے گھر سے پکڑوا کر
دریا کے پار ریت میں گردن اُڑوا دی اور مرزا ہندال کے نام کا خطبہ پڑہوا دیا اور آگے

کوچ کیا۔ ہر چند مرزا ہندال کی ما آغاچہ بیگم نے اور اور بیگموں نے سمجھایا کہ یہ تو کیا کرتا ہے
گھر میں آگ لگاتا ہے مگر اصلا فائدہ نہوا ؎

یادداشت نصیحت کساں در گوشم امّا بادیکہ آتشم تیز کند

جب مرزا اپنے نام کا خطبہ پڑھوا کے اپنی ما کے پاس گیا تو وہ ماتمی لباس پہنے ہوئے
تھی مرزا نے ما سے کہا کہ ایسی شادمانی میں آپنے یہ ماتمی لباس کیوں پہنا ہے دوراندیش ما نے
کہا کہ تیرے ماتم میں یہ لباس پہنا ہے تو خردسال ہے فتنہ سازوں اور ناعاقبت اندیشوں
کی باتوں میں آکر راہ صواب سے گمراہ ہوا ہے اور اپنے تئیں ہلاک کرنے پر کمر باندھی ہے۔
محمد بخشی نے آنکر کہا کہ آپ نے شیخ کو مارا اب میرے مارنے میں کیوں توقف کرتے ہیں۔ مرزا
نے اوس کی استمالت کی اور ہمراہ لیا۔ میر فقیر علی اور یادگار ناصر مرزا اس ناگوار قضیہ کو سنکر
گوالیار کی راہ سے ایلغار کرکے دارالملک دہلی میں آئے اور شہر کے استحکام اور قلعہ داری کے
اہتمام میں لگے۔ مرزا ہندال فیروزآباد کے نزدیک حمید پور میں تھا کہ اوسکو خبر لگی کہ یادگار ناصر
مرزا اور فقیر علی نے دہلی کی جانب ایلغار کیا۔ مرزا اور امراء نے مشورہ کرکے دہلی پر متصرف
ہونے کا ارادہ کیا۔ کوچ پر کوچ کرکے دہلی کا محاصرہ کیا۔ یادگار ناصر مرزا اور فقیر علی نے
قلعہ داری پر کمر ہمت چست کی۔ مرزا کامران کو صورت واقعہ لکھکر التماس کی کہ فتنہ وفساد دور
کرنے کے لئے دہلی تشریف لائے۔ مرزا کامران فورًا دہلی کی طرف دوڑا۔ جب وہ قصبہ
سنپت میں آیا تو مرزا ہندال نے اپنا کام ناتمام چھوڑکر دارالخلافہ آگرہ میں مراجعت کی مرزا
کامران جب دہلی کے قریب آیا تو اوس سے ملاقات کرنے میر فقیر علی گیا۔ یادگار ناصر مرزا
بدستور سابق قلعہ کے استحکام میں مشغول رہا۔ میر فقیر علی نے مرزا کامران کو مقدمات ہوش
افزا سمجھائے کہ دہلی میں یادگار ناصر مرزا ہے اگر اوس پر آپ حملہ کیجئے گا تو وہ ہمایوں کیطرف
سے اوس کی حفاظت کریگا۔ اس سے بہتر ہے کہ آپ مرزا ہندال کے پیچھے آگرہ کی طرف
جائیے کہ وہ وہاں جمنے نہ پائے اور آگرہ پر تصرف کیجئے۔ جب آپ پاس آگرہ ہوگا تو دہلی
خود بخود آپ کو ہاتھ لگ جائیگی ناصر مرزا اوس کے حوالہ کرنے میں کوئی حیلہ نہ کریگا
مرزا کامران اس طرح سمجھانے سے آگرہ روانہ ہوا۔ ناصر یادگار مرزا کو اپنے قلعہ داری

کے استحکام کے لئے فرصت ملی۔ مرزا کامران آگرہ کے قریب پہونچا تو مرزا ہندال سے دیکھا کہ میں بھائی کی لڑائی کا نہیں ہوں تو وہ الور کو جو میوات کا دار الحکومت تھا پانچ ہزار سوار لیکر چلا گیا۔ مرزا کامران آگرہ میں آیا تو اوس نے آغاچہ بیگم والدہ مرزا ہندال سے درخواست کر کے مرزا ہندال کو آگرہ میں بلوایا وہ الور سے آیا دونوں بھائیوں میں ملاقات اچھی طرح ہوئی اور امرا و فتنہ انگیز کو بلا کر قصور معاف کیا اور مرزاؤں اور امیروں سے اتفاق کر کے جمنا سے عبور کیا کہ شیر خاں کے فتنے کو دور کریں۔ مرزا کامران خود کوتاہ اندیش تھا اور امرا جو بھاگے بھوگے اوسکے ہمراہ تھے وہ ایسے فتنہ پرداز تھے کہ اونہوں نے اوسکو ایسی پٹیاں پڑہائیں کہ بھائیوں میں اور زیادہ نفاق بڑہا۔ اونہوں نے اوسکو یقین دلایا کہ شیر خاں دشمن کو تباہ کرنا اور ہمایوں کو مصیبت سے بچانا اپنے پاؤں میں کلہاڑی مارنی ہے ہمایوں کے سامنے ان کا چراغ نہیں روشن ہوگا۔ مگر جب اس کا چراغ گل ہو جائیگا تو پھر شیر خاں سے سمجھنا کیا بڑی بات ہے۔ غرض کامران جو آہستہ آہستہ شیر خاں کی طرف کوچ کر رہا تھا۔ اوس کو اوس نے موقوف کیا اور یہ صلاح ٹہیری کہ اولٹے چلئے اور تمام ذخیروں اور اسباب جنگ کو محفوظ رکھئے کہ لشکر اپنے گھر آرام سے پہونچ جائے اور نئی جنگ کا سامان آسانی سے موجود رہے اگر بادشاہ ہمایوں کو شیر خاں شکست دے تو اوس سے مقابلہ کے لئے ہم تیار ہیں اور اگر شیر خاں کو شکست ہو تو بادشاہ سے ہم صلح ہو کر مصالحت جن شرایط پر چاہیں گے ٹہیرالیں گے۔ غرض برسات کی ابتدا میں مرزا کامران اولٹا آگرہ میں چلا آیا اور ہمایوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ بادشاہ اور اوسکے اولیاے دولت جن کو اس ملک میں جاگیریں ملی تھیں عیش و عشرت کے سامان کے زیادہ کرنے میں مصروف تھے۔ غفلت کا دروازہ اُن پر کھلا ہوا تھا۔ ارکان سلطنت انتظام ملکی کی طرف کم مصروف تھے فتنہ خوابیدہ اپنی آنکھوں کو کھول رہا تھا۔ ایسی خبریں کہ معتمد ہوں بادشاہ کے لشکر میں پہونچتی نہ تھیں۔ اگر بادشاہ کے کسی مقرب کو بہت باتوں میں سے کوئی بات معلوم ہوتی تھی تو اوس کا مقدور نہ تھا کہ بادشاہ سے کہتا۔ یہ خوف تھا کہ کسی چیز ناملایم سے بادشاہ کا عیش منغص نہو۔ مگر دولت خواہ حقیقی بھی موجود تھے جن کی نظر اپنی غرض پر نہیں ہوتی بلکہ حق پر ہوتی ہے اونہوں نے سارا حال

ہمایوں کی روانگی بنگال سے

بادشاہ کو سنایا۔ بادشاہ نے سنکر بنگالہ سے مراجعت کا ارادہ کیا۔ اگرچہ اسوقت برسات سے ساری زمین سیلاب ہو رہی تھی اور دریاؤں میں طوفان آرہا تھا مگر صلاح وقت اُسکی مقتضی ہوئی کہ مراجعت کیجئے۔ ملک بنگالہ مرزا زاہد بیگ کو حوالہ کرنے کے لئے کہا تو اوس نے کہا کہ بنگالہ کے سوا میرے مارنے کے لئے کوئی اور جگہہ نہ تھی اس جواب پر بادشاہ بہت خفا ہوا۔ اور فرمایا کہ اس مردک کو مارنا چاہیئے وہ مجلس سے اوٹھ کر باہر گیا۔ زاہد بیگ کی بیوی ہمایوں کی لاڈلی بیوی بیگہ بیگم کی بہن تھی مگر اس بیگم نے بادشاہ سے ہر چند منت سماجت کی کہ بادشاہ اِس کا قصور معاف کردے مگر جب بادشاہ نے نہیں مانا تو زاہد بیگ بھاگ کر مرزا ہندال پاس چلا آیا اور اوس کو باغی بنایا۔ بادشاہ نے جہانگیر قلی کو بنگالہ حوالہ کیا اور لشکر اور بعض امرا اوسکے ماتحت مقرر کئے۔

جب بادشاہ بنگالہ سے چلا تو اوس نے خانخانان لودی کو آگے بھیجا کہ وہ منگیر میں جبتک ٹھیرے کہ وہاں لشکر پہونچے۔ وہ منگیر میں آکر مقیم ہوا۔ بادشاہ منگیر کو آتا تھا کہ اوس نے سنا کہ شیر خاں کا سپہ سالار خواص خاں ایلغار کرکے منگیر میں آیا اور اوسکے دروازوں کو آگ سے جلا دیا اور خانخاناں کو قید کرکے شیر خاں پاس بھجوا دیا۔ بادشاہ اِس خبر کے سننے سے متردد ہوا اِس سبب ہمایوں کی اور خطرناک حالت ہوگئی۔ بنگال اور بہار کو جو آبنا سے جُدا کرتے ہیں اُسنے گذرنا اور بھی مشکل تھا سپاہ کو کیچڑ پانی میں سفر کرنا پڑتا تھا۔ بہت اسباب اوس کے ساتھ نہیں چل سکتے تھے۔ گھوڑے مرے جاتے تھے۔ سپاہ میں بیماری نے آفت مچا رکھی تھی ہمایوں نے مرزا عسکری کو بلایا جس کی سپاہ سارے لشکر میں کارگذار سمجھی جاتی تھی اوس سے بادشاہ نے کہا کہ تو مجھے اِن آفتوں سے بچا۔ میں تجھے چار چیزیں دونگا۔ جو تو مانگے گا۔ مرزا عسکری نے امرا کو بلاکر پوچھا کہ بادشاہ نے یہ کہا ہے۔ اُس سے کونسی چار چیزیں مانگوں۔ امیروں نے کہا کہ آپ کونسی چیزیں اوس سے مانگنی چاہتے ہیں اوس نے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ بادشاہ سے روپیہ و اجناس اور اسباب و قماش بنگالہ و چند پاترین و چند نفر خواجہ سرا مانگوں اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا عسکری کیسا کوتہ اندیش اور نفس پرور تھا۔ امرا نے یہ سنکر بڑا تعجب کیا تو مرزا نے اون کا تعجب دیکھہ کر کہا کہ اب تم بتاؤ کہ کیا مانگوں تو اونہوں نے کہا کہ یہہ

وقت شیرخاں سے مقابلہ و مجادلہ کرنے کا اور جانسپاری اور سپاہ گری کا ہے بادشاہ
سے بہادر سپاہی دلاور جانسپار و مردان کار اور سپاہ کی تنخواہ کے اضافے اور افسروں
کے لئے بڑے درجے مانگنے چاہئیں اور عرض کرنا چاہئے کہ حضور مجھے اِس مہم کے سپرد
فرمائیں ہیں جانوں اور شیرخاں مرزا عسکری نے امرا کی رائے کو پسند کیا اور اسکو
بادشاہ سے عرض کیا۔ بادشاہ نے روپیہ بہت عنایت کیا اور چند امرا نامی کو اسکی خدمتیں
بھیجا کہ شیرخاں سے لڑیں اور حکم دیا کہ مرزا عسکری چند منزل گڑھی سے آگے بڑھکر کھلگرام
میں میرے آنے تک قیام کرے اور شیرخاں کی جو خبر اُسکو معلوم ہو اوس سے مجھے مطلع کرے
جب مرزا عسکری کھلگرام میں آیا تو معلوم ہوا کہ شیرخاں نے جون پور اور چنار کا محاصرہ کر رکھا
ہے اور قنوج تک ملک کو تسخیر کرلیا ہے اور ایسا مطلق العنان ہوگیا ہے کہ اپنے تئیں بادشاہ
شیرشاہ بنایا ہے اور اب وہ رہتاس میں سپاہ جمع کر رہا ہے۔ بادشاہ گنگا کے بائیں کنارہ
پر سفر کرکے مونگیر میں آیا۔ یہاں مرزا عسکری سے جو پہلے چلا تھا ملا۔ محمد زماں مرزا نے تحقیق خبر
بادشاہ پاس بھیجی کہ شیرخاں دُور نہیں ہے۔ وہ بادشاہ کے لشکر کی خبر ذرا ذرا مخفی دریافت
کرتا ہے۔ اگر بادشاہ گنگا کے کسی کنارہ پر چلا جاتا تو وہ اس راہ میں بہت سی سپاہ اپنی کمک
کے لئے جمع کرلیتا اور اوسکو راہ میں اسقدر خوف و خطر بھی پیش نہ آتے جیسے کہ اس شیخی
کے سبب سے پیش آئے کہ اوس نے کہا کہ شیرخاں یہ ڈینگ ماریگا کہ بادشاہ نے میرے
خوف سے سیدھی جنوبی راہ کو چھوڑکر شمال کی راہ اختیار کی اِسلئے اوس نے دائیں کنارہ کی
طرف عبور کرنے کا قصد کیا۔ بادشاہ کے بڑے بڑے لایق افسروں نے اسکو سمجھایا کہ لشکر
لڑنے کے لئے تیار نہیں ہے غنیم کی طرف منہ کرنا اور عرصہ قتال میں استعجال کرنا مصلحت سے
دُور ہے۔ لشکر دُور دراز کے سفر سے پاہگل آیا ہے اور ماندہ ہو رہا ہے۔ اِس پاس اسباب
جنگ موجود نہیں ہے۔ مگر اسے کنارہ پر جون پور تک جانا چاہئے اور وہاں توقف کرنا چاہئے
جب تک کہ دہلی سے سامان جنگ و کمک آئے اور برسات ختم ہوجائے۔ مو ید بیگ نے
بادشاہ کی رائے کی تائید کی کہ اگر بادشاہ دریا پار نجائیگا تو شیرخاں اور شیر ہوجائیگا کہ بادشاہ
اوسکی لڑائی کے خوف سے نہیں اوترا۔ غرض بادشاہ نے کسی کا کہنا نمانا اور دو پٹنہ سے گذرا

اور مونیہ میں جہاں سون اور گنگا ملتی ہیں پہونچا۔

اب تک دشمن گو دور نہ تھا مگر نظر سے غائب تھا۔ اب پیچھے پیچھے اِس کا لشکر نیر تھا آنے لگا۔ بادشاہ نے لشکر کو لڑنے کی تیاری کا حکم دیا۔ سامنے کچھہ افغانوں کا لشکر بھی آگیا تھا۔ لشکر نے کوچ کیا دوسرے روز تیر و تفنگ سے لشکروں میں چھیڑ چھاڑ ہوئی۔ دوسرے روز لشکر سفر کرنے کو تھا کہ خبر آئی کہ افغانوں نے اُس کشتی کو پکڑ لیا جس میں توپ کوہ شکن تھی اور وہ چنار کی فتح کے کام میں آئی تھی۔ سپاہ دریاے سون سے پار اُتری اور چوتھے روز مخالف سے کچھہ چھیڑ چھاڑ کرتی ہوئی (جوسہ) میں پہونچی اِس مقام کے قریب دریاو کرم ناسا دریاو گنگ سے ملتا ہے۔

شیر خاں نے جب سُنا کہ مرزاؤں اور بادشاہ کے لشکر نے دار الخلافۃ آگرہ کیطرف سفر شروع کیا تو وہ جونپور سے دست بردار ہو کر رہتاس کو چلا گیا۔ اور اوس نے یہہ منصوبہ کیا کہ اگر بادشاہ اِس سے لڑنے آئیگا تو وہ جنگ سے یکسو ہو کر راہ جھارکھنڈ سے جس سے آیا تھا پھر مراجعت کر کے بنگالہ کا قصد کریگا اور اگر بادشاہ دار الخلافۃ کی طرف گیا تو عقب میں آن کر اوسکے اسباب اور رسد کے لوٹنے کا اور شبخون مارنے کا موقعہ ملیگا جب بادشاہ کا لشکر ترہت میں آیا تو شیر خاں کو بادشاہ کے لشکر کی کمی اور بے سر انجامی معلوم ہوئی تو وہ دلیر ہوگیا۔ اور سپاہ تیار کر کے اوس نے پیشقدمی کی اور بادشاہی لشکر کے نزدیک نزدیک وہ اپنا قابو ڈھونڈھتا تھا اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ غنیم کی نیرنگستانی سے واقف ہوتا۔

بادشاہ کا لشکر پہر دن چڑھے جوسہ میں پہنچا ہے کہ مشرق کی جانب سے بہت سا گرد و غبار نظر آیا۔ بادشاہ نے اوس کی خبر منگائی تو معلوم ہوا کہ شیر خاں کا لشکر بھاگا بھاگ چلا آتا ہے بادشاہ نے امرا سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہیئے تو قاسم حسین خاں نے کہا کہ شیر خاں کا لشکر اٹھارہ اونیس کروہ کی منزل طے کر کے آیا ہے اوسکے گھوڑے تھکے تھکائے ہونگے اوسکی نسبت ہمارے گھوڑے تازہ دم ہیں اسلیئے آج ہی حملہ کرنا چاہیئے آگے جو خدا کی مرضی

مصرعہ تا درمیان خواستہ کردگار چیست + بادشاہ نے منظور کر لیا مگر موید بیگ نے

شیرخاں کے منصوبے

جوسہ کی لڑائی اور اوسکا انجام

کہا کہ لڑائی میں اضطراب نہیں چاہیے تساہل چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے اِس رائے کو پسند کیا تو امرا اور سپاہ کا دل آزردہ ہوا۔ کرم ناسا کا پل بندھا اوس کے پار لشکر شاہی بغیر لڑے اترا۔ راتوں رات شیرخاں نے اپنے تمام لشکر کے گرد خندقیں کھود لیں اور مورچے بنالئے اب ہمایوں آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ اس پاس سپاہ تھوڑی اور بے سامانی بہت بیماری اور خراب راہوں کی تکان سے سپاہ بہت ضعیف ہوگئی تھی۔ بہت سی باربرداری کے جانور مرگئے تھے۔ گھوڑوں کے مرنے سے سوار پیادے ہوگئے۔ دونو لشکروں کے قراولوں میں لڑائیاں ہوتیں جن میں پادشاہی لشکر کو غلبہ رہتا۔ اسی حال میں دونو لشکر دو مہینے تک پڑے رہے اس حالت میں۔ بادشاہ نے بھائیوں کو خط پر خط منت سماجت سے لکھے کہ اے برادران عزیز اسوقت شیرخاں بڑا زبردست مخالف ہے۔ ہم سب پر واجب ہے کہ متفق ہوکر اس شیرخاں کے پنجے سے ملک چھڑائیں۔ دیکھو باپ نے کیا جان کھپا کر یہ ملک لیا ہے اب ہماری نااتفاقیوں سے وہ مفت ہاتھ سے جاتا ہے۔ خاندان کا نام و نشان مٹا جاتا ہے۔ اِس بلا سے نجات پاؤ اور پھر مرضی کے موافق ملک کو آپس میں بانٹ لو مگر ان کمبخت بھائیوں نے ایک نہ سُنی۔ اُن کے آہنی دلوں میں اِن نصایح کا نقش نہ جما۔ اور اُلٹی یہہ سمجھے کہ ہماری فرمانروائی اور شاہی کا سدراہ ہمایوں ہی ہو رہا ہے۔ غرض یہ بھائی جو ایک اقلیم کو فتح کرسکتے تھے کوتاہ بینی سے ایسے دوراندیشی رکھتے کہ اتفاق کی سعادت سے محروم رہے۔

چو لسنہ میں بادشاہ دو ڈہائی مہینے گھرا پڑا رہا اور آفتیں جھیلتا رہا شیرخاں نے اپنی سپاہ کے مورچے ایسی توپوں سے آراستہ کئے تھے کہ بادشاہ اِس کے لشکر کو کھلے میدان میں لڑنے کے لئے نہیں جاسکتا تھا اور نہ دشمن کے روبرو سے گنگا کے پار ہوسکتا تھا چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں جو بادشاہ کو فتحیابی ہوئی وہ کچھہ کام نہ آئی وہ دشمنوں کے ملک میں پڑا ہوا تھا اور گنگا پار قنوج تک ملک کو افغان تاخت و تاراج کررہے تھے بھائی جو ہر طرح کی مدد بادشاہ کی کرسکتے تھے اونکا حال اوپر بیان ہوچکا ہے اب ماہ محرم ۹۴۶ھ ۱۵۳۹ء میں یہ ایک بلا آسمانی آئی کہ بارش کی شدت نے کمک اور رسد کی راہ بند کی۔ شیرخاں

سکے قلعہ کا ایک حصہ بالکل پانی میں ڈوب گیا وہ بلند مقام پر اوپر تین چار کوس چلا گیا اور قلعہ میں سپاہ کا ایک حصہ چھوڑ گیا۔ توپ خانہ اوس کا یہیں رہا لڑائیاں جاری رہیں۔

بادشاہ ایسا عاجز ہوا کہ اوس سے مصالحت میں اپنی مصلحت جانی اور ملا محمد پرغزی کو جو شیر خاں کو جانتا تھا اِس پاس بھیجا کہ صلح و آشتی کی گفتگو کرے اِس ایلچی نے جا کر یہ دیکھا کہ گرمی میں ننگا بادشاہ شیر شاہ کدال ہاتھہ میں لئے سپاہیوں کے ساتھ خندق کھود رہا ہے بادشاہ کے ایلچی کو دیکھکر اوس نے ہاتھہ دہوئے اور زمین پر بیٹھہ کر ایلچی سے باتیں کیں۔ ملا نے بادشاہ کا پیغام دیا تو شیر شاہ نے یہ جواب دیا کہ میری طرف سے ہمایوں سے کہو کہ وہ لڑنا چاہتا ہی مگر اُس کا لشکر لڑنا نہیں چاہتا۔ اور میں لڑنا نہیں چاہتا مگر میرا لشکر لڑنا چاہتا ہی مگر اوسنے اپنے مرشد شیخ خلیل کو جو حضرت شیخ فرید شکر گنج کی اولاد میں سے تھا ہمایوں پاس بھیجا کہ شرایط صلح ٹھیرائے۔

اِن دونو لشکروں میں ایلچیوں کی آمد و رفت شروع ہوئی اور شرایط صلح پر مباحثہ ہوا جنگ ملتوی ہوئی۔ دونوں لشکروں میں دوستانہ ملاقاتیں ہوئیں۔ شیر خاں نے اِس عرصہ میں اپنے سپہ سالار خواص خاں کو کئی ہزار سوار دیکر چپکے چپکے بھیجا کہ وہ راجہ مہرتہ کو دہمکائے۔ اِس راجہ نے بادشاہ کی مدد سواروں اور پیادوں سے کی تھی اور شیر شاہ کی سپاہ کی رسد لوٹی تھی۔ شیر خاں نے اِس راجہ کو سمجھایا تھا کہ اگر تو کسی طرف نہ بولیگا تو تجھے انعام دیا جائیگا اور اگر بادشاہ کی طرف بولے گا تو انتقام لیا جائیگا۔ راجہ نے خواص خاں کا مقابلہ کیا مگر اوس نے شکست پائی۔ خواص خاں نے اوس کا سر کاٹ کر شیر شاہ پاس بھیجدیا۔

صلح کا اِن شرایط پر فیصلہ ہوا۔ کہ کل ملک بنگال اور بہار میں جو اوس کی جاگیر تھی وہ شیر خاں کو دیجائے اور وہ ہمایوں کو اپنا بادشاہ مانے اور اپنے ملک میں اُسکے نام کا خطبہ پڑہوائے۔ شیر خاں نے چنار کے لینے کے تکرار کی پادشاہ نے اِس شرط کو بھی گو اوسکو ناگوار تھی مان لیا مورخوں کا اِن شرایط کے باب میں اختلاف ہے۔ ابو الفضل نے تو فقط یہ لکھا ہے کہ شیر خاں نے روباہ بازی کرکے معتبر آدمیوں کو بادشاہ پاس صلح

کے لئے بھیجا۔ طبقات اکبری اور تاریخ بدایونی میں لکھا ہے کہ شرایط صلح یہ تھیں کہ ہمایوں سلامت اپنے گھر جائے۔ شیر خاں پاس بنگال گڈھی تک رہے اور اس بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھایا جائے۔ جوہر نے یہ شرط لکھی ہے کہ چنار شیر خاں کو دیا جائے گو بادشاہ کو یہ شرط ناگوار خاطر تھی مگر اوس نے مان لی۔ نصاب نامہ میں لکھا ہے کہ بنگال گڈھی تک شیر خاں کو دیجائے۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ بنگال اور بہار شیر خاں کو دیا جائے اور شیر خاں کچھ خراج دیا کرے۔ ان شرایط پر طرفین سے قسما قسمی ہو گئی۔ اس عہد و پیمان کے بعد دونو لشکروں نے سفر کرنا شروع کیا۔ شیر شاہ نے کرم ناسا پر پل بنا کے اپنی عمدہ سپاہ دو تین منزل پر بنگال میں بھیجدی۔ ہمایوں نے اپنے مورچے اکھیڑ ڈالے۔ لشکر گاہ میں لشکر پراگندہ پھرنے لگا اور اپنے اسباب کے باندھنے اور کھانے پینے کے سامان کرنے میں مصروف ہوا۔ اور گنگا کے کنارہ پر کشتیوں کا پل بنانے لگا کہ اپنے گھر الٹا جائے۔ لشکر میں خوشی کے مارے چہل پہل ہو رہی تھی۔

جب شیر شاہ نے دیکھا کہ ہمایوں اور اوس کے سپہ سالاروں نے اپنا پہرہ چوکی موقوف کیا تو اوسکو یقین ہوا کہ یہی وہ وقت ہے جس کا میں منتظر رہتا تھا کہ اس میں بادشاہ پر حملہ کرنے سے ان کا فیصلہ اور خاندان بابری کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اوسوقت شیر خاں نے جو عہد و پیمان قرآن اوٹھا کر کئے تھے اون کا کچھ خیال نہیں کیا یا یہ عہد و پیمان دراصل اسطرح ہوتے ہی نہ تھے اوس نے اپنی سپاہ کو پیچھے پیچھے جنبش دی۔ اوس نے اپنی سپاہ کے تین توپ (گروہ) بنائے۔ ایک اپنے پاس رکھا دوسرا اپنے بیٹے جلال خاں کو اور تیسرا اپنے سپہ سالار خواص خاں کو دیا۔ خواص خاں کو حکم دیا کہ وہ اپنی سپاہ کو لیکر بادشاہ کے لشکر کے گرد چکر کرے اور دشمن کو دریا کی طرف چوکائے۔ کشتی ڈھونگے جو دریا میں ہوں اونکو لے لے اور جو آدمی راہ میں اس سے ملیں اونکو قتل کرے۔ باقی دو حصے بالاتفاق بادشاہ کے لشکر پر مختلف مقامات پر حملہ کریں۔ کہتے ہیں کہ شیخ خلیل نے بادشاہ کو اطلاع دی تھی کہ وہ ہوشیار ہو جائے اس پر حملہ ہونے کو ہے۔ خواص خاں بعد ظہر کی نماز کے قوی لشکر لیکر اوسکے لشکر پر حملہ کرنے کو ہے مگر بادشاہ نے اسکی پروا نہ کی۔

محمد زماں خاں کا یہ کام تھا کہ رات کو لشکر کی حفاظت کرے مگر اُس نے بڑی غفلت کی لشکر کے عقب میں دریا کی طرف غل شور ہوا۔ تھوڑی دیر بعد تمام لشکرگاہ کی عورتیں اور بہیر بنگاہ کے آدمی پریشان ہوگئے۔ افغان لشکر میں گھس آتے اور جو سامنے آیا اُسے قتل کیا کچھ رحم نہیں کھایا۔ بہت سے سوتے ہوئے سپاہیوں کو مار کر ایسا سلایا کہ قیامت ہی کو اُٹھیں گے کوئی کہتا ہے کہ ہمایوں اُسوقت سوتا تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ قرآن پڑہتا تھا۔ جب اوس نے یہ حال دیکھا تو فوج کی تیاری کا نقارہ بجوایا۔ تین سو سوار اوس کے پاس آئے وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوتا ہی تہا کہ تردی بیگ۔ کوچ بیگ۔ بابا جلائر اوس سے آن ملے اونکو حکم دیا کہ حاجی بیگم کو جس طرح بنے لاؤ۔ اِس حکم کی تعمیل میں اُنکی جان گئی۔ غرض جو وفادار نوکر بیگم صاحب کو لینے گیا وہ جان سے گیا۔ بہت سی جانیں گئیں مگر بیگم صاحب افغانوں کے ہاتھوں میں اسیر ہوئیں۔ شیر خان نے اپنے خواجہ سراؤں اور مسلح سپاہیوں کو حکم دیا کہ بیگم کے خیمے پر پہرہ دیں اور کسی کو حرم سرا کے گرد نہ آنے دیں۔ افسروں اور مردہ سپاہیوں کی عورتیں ایک ناسن میں چلی آئیں۔ جب ہمایوں اپنی سپاہ جمع کر رہا تھا۔ تو دشمنوں کے کچھ سپاہیوں نے ایک ہاتھی کو ہمایوں کے اوپر پیلا۔ ہمایوں نے اپنے ملازم سے نیزہ لیکر ہاتھی کے مستک پر ایسا مارا کہ وہ اوس کے اندر ایسا گھس گیا کہ پھر کھینچنے سے بھی نہ نکلا۔ بادشاہ نے نیزہ کو چھوڑ دیا ایک تیرانداز نے ہاتھی کے ہودہ پر سے بادشاہ کے بہی تیر ایسا مارا کہ بازو زخمی ہوا۔ زخمی ہو کر بادشاہ پھرا اور اوس نے اپنے پاس والوں کو پکارا کہ حملہ کرنے میں شریک ہوں مگر اونہوں نے کچھ نہ سُنا اور یہ کہا کہ دسترخوان اوٹھ گیا پھر کھانے کا انتظار کیوں کیا جائے۔ یہ وقت درنگ کے نیکا نہیں ہے بادشاہ نے تو لڑنے مرنے کا قصد کیا مگر امراء اوسکے گھوڑے کی باگ موڑ کر دریا کی طرف کشاں کشاں لے گئے ؎

چو بینی کہ یاراں نہ باشند یار ہزیمت ز میدان غنیمت شمار

جب بادشاہ پل پہ آیا تو اوسے شکستہ پایا۔ توقف میں جان کا اندیشہ تھا اسلئے گھوڑے کو دریا میں ڈالدیا۔ مگر گھوڑا ران کے تلے سے نکل گیا۔ بادشاہ بہی ڈبکیاں کھانے لگا بادشاہ کا بہشتی مشک کے اندر ہوا بھر کر تیرتا جاتا تھا وہ بادشاہ کا خضر راہ بنا۔ اُس نے بادشاہ کو مشک پر بٹھا کر

دریا پار اوتار دیا۔ دریا پر اوترکر بادشاہ نے سقہ سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے تو اوس نے کہا کہ نظام تو بادشاہ نے فرمایا کہ تو نظام اولیا ہے اور اوس سے وعدہ فرمایا کہ اگر میں بسلامت تخت سلطنت پر بیٹھوں گا تو دو پہر کی بادشاہی تجھکو دونگا۔ جب بادشاہ کی یہ نوبت ہوئی تو لشکر کا کیا ذکر ہے جس کے جدہر سینگ سمائے اُدہر چلا گیا۔ بہت سے یوں ہی مارے گئے کچھ کیچڑ میں پھنس پھنس کر دنیا کی دلدل سے چھوٹے۔ کچھ دریا میں طعمۂ نہنگ اجل ہوئے۔ آٹھ ہزار سپاہی اور بڑے بڑے افسر بابر کے زمانے کے مرزا محمد زماں۔ مولانا محمد پیر علی۔ مولانا قاسم علی صدر اور مولانا جلال ٹھٹوی اور بہت سے اور امرا بحر فنا میں غرق ہوئے۔ یہ واقعہ ۹ صفر ۹۴۶ھ مطابق ۲۷ جون ۱۵۳۹ء کو آب گنگ پر گنذر چوسہ پر واقعہ ہوا۔

شیر شاہ نے بادشاہ کو یہ شکست کامل دی۔ لشکرگاہ پر سب طرف سے حملہ ہوگیا دریا پر پل توڑ دیا تھا۔ کشتیاں اِدہر اُدہر رواں تھیں۔ بندوقچی و نیزہ باز اُن میں بیٹھے تھے اُنہوں نے جو پانی کے پاس آیا سب کو مار ڈالا۔ تمام خیمے۔ اسباب۔ توپخانہ۔ غلہ کا ذخیرہ۔ خزانہ جو کچھ باقی رہا تھا وہ سب شیر خاں کے ہاتھ آیا۔ اور بادشاہ کی ساری تاتاری فوج کام میں آگئی۔

دشمن کی سپاہ کو شیر شاہ بالکل تباہ کرکے اپنے شاہانہ خیمے میں گیا اور نہایت عجز و نیاز سے دوگانہ شکر الہی ادا کیا۔ ایک اپنے خواب کا ذکر کیا کہ میں اور ہمایوں دونوں آنحضرت کے روبرو پیش ہوئے تو آنحضرت نے ہمایوں سے سلطنت لیکر مجھے اِس شرط سے دی کہ ہمیشہ عدل کرنا۔ شیر خاں نے پھر قیدی ملکہ کے پاس نہایت خوش اخلاقی کے ساتھ پیغام بھیجا کہ جب ہمایوں آگرہ پہنچا تو آپ کو بخیر و عافیت آگرہ پہنچا دونگا۔ اِس وعدہ کو اوس نے ایمانداری سے پورا کیا۔ اور اوس نے حکم دیدیا کہ اہل حرم کو دشمن کی سپاہ تباہ شدہ کے بیوی بچوں کو وہی وظیفے ملیں جو اونکو پہلے سے ملتے تھے۔ وہ قیدی نہ سمجھے جائیں اور اونکی خوشی ہو تو اپنے گھر چلے جائیں۔ یہ کام شیر شاہ نے بڑی انسانیت اور مردمی کا کیا۔

گنگا کے بائیں کنارہ پر کچھ دنوں ہمایوں نے توقف کیا اور فوج کے آدمی جو اِدہر اُدہر پراگندہ ہوگئے تھے اونکو جمع کیا اور مرزا عسکری اور بعض اور امرا سے جو آگرہ کو جاتے تھے ملا مگر ابھی اوسکو دشمن کے ہاتھ سے فراغت نہیں ہوئی۔ وہ آگرہ آتا تھا کہ اوسکو خبر ملی کہ میر فرید

غور ایک افغان افسر اوس کے پیچھے چلا آتا ہے اور شاہ محمد افغان آگے راہ روکے ہوئے کھڑا ہے اِس خبر کو سن کر بادشاہ کے آدمی بڑے متردد ہوئے اور خوف کے مارے اونکے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اِس اڑے وقت میں راجہ پربھان ایک راجپوت راجہ معہ اپنی سپاہ کے بادشاہ کی امداد کو کھڑا ہوگیا اور عرض کیا کہ میں میر فرید غور کو جو پیچھے آتا ہے روکتا ہوں اور حضور اپنی تمام سپاہ سے شاہ محمد افغان پر جو سر راہ کھڑا ہے حملہ کرکے آگے چلے جائیے بادشاہ نے یہی کیا کہ وہ اپنی سپاہ کے ساتھ افغانوں کے اِس لشکر کے جو سامنے تھا مقابلہ میں آیا افغانوں کا لشکر اپنے مقام سے چلا گیا۔ بادشاہ کے لئے رستہ صاف ہوگیا۔ بادشاہ کالپی کی راہ سے آگرہ میں آیا۔

بنگال اور بہار پر شیر شاہ کا تسلط

شیر شاہ نے اپنی فتوح کے بڑہانے میں وقت نہیں کھویا۔ وہ بہت جلد بنگال میں لشکر لیکر گیا۔ اور اپنے بیٹے جلال خاں کو ساتھ لیتا گیا۔ اور جہانگیر قلی کو جسکو پانچ چھ ہزار سواروں کے ساتھ بنگال میں بادشاہ چھوڑ آیا تھا حملہ کرکے متواتر شکستیں دیں اِس دلاور نے جب دیکھا کہ میں باوجود کوشش وکشش کے دشمن کے سامنے میدان جنگ میں نہیں ٹھیر سکتا تو زمینداروں کی پناہ میں چلا گیا اور وہاں دشمن سے سخت مقابلہ کیا مگر آخر کو وہ اور اوس کا لشکر مغلوب ہوا اور افغانوں کے لشکر کی کثرت نے اونکو اور اوسکی تمام سپاہ کو فنا کیا فقط درویش معصوم بنگالی مشہور آدمیوں میں سے بچا۔ اب شیر شاہ نے اپنے منشیوں کو حکم دیا کہ اِس فتح کی مبارکباد کے خطوط احباب کو لکھے جائیں۔ اِسپر امیروں نے عرض کیا کہ خطوط کیا لکھتے ہیں فرمان جاری فرمائیے اور اپنے نام کا خطبہ پڑہوائیے اور سکہ جاری کیجئے۔ شیر خاں نے اِس بات کو قبول کیا اور شیر شاہ اپنا خطاب رکھا۔ بالکل بادشاہ بن گیا۔ اب اِس کے بادشاہ ہونے میں کوئی کسر باقی نہ تھی۔

شیر شاہ کے اضلاع زیر [illegible]

چونسہ کی فتح عظیم کے اثر کچھ بنگال ہی پر مقصور نہ تھے بلکہ وہ ہر طرف پھیلے۔ بہار کا مطلق العنان مالک شیر شاہ ہوگیا۔ وہ گنگا کے پار جون پور کے محاصرہ کے لئے آیا اور اوسکو معہ اوسکی مضافات کے کچھ تھوڑے ہی مقابلہ سے تسخیر کر لیا اور اِسی طرح گنگا کے مشرق میں قنوج تک ملک پر متسلط ہوگیا اور اِس فتح پر قناعت نہیں کی بلکہ دوآبہ میں بہت سے لشکر

سکے ساتھ اپنے بیٹے قطب خاں کو بھیجا کہ وہ کالپی اور اٹاوہ کے شہروں کو فتح کرے
اب ہمایوں کی وسیع سلطنت ایسی تنگ ہوگئی تھی کہ آگرہ اور دہلی کی فصیلوں کے اندر اوسکی
حد رہ گئی تھی۔ اور ان شہروں کی رعایا بھی محفوظ نہ تھی۔

جب آگرہ میں ہمایوں معہ معدودے چند اور مرزا عسکری کے دوڑا دوڑ آیا تو مرزا
کامران قدمبوسی سے سرافراز ہوا بادشاہ نے اوسے گلے لگایا۔ مرزا کامران اور اوسکی
والدہ کی سفارش سے مرزا ہندال کا قصور بادشاہ نے معاف کیا وہ بھی شرمندہ سرافگندہ
بادشاہ کی ملازمت میں آیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تو کیوں باغی ہوا اور بادشاہ کی مدد سے رو
گرداں ہوا تو اوس نے شرمندہ ہو کر جواب دیا کہ میں خوردسال تھا امیروں کے بہکانے میں
آگیا۔ میں اپنے گناہ کا قائل ہوں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ آیندہ ایسے گناہ سے توبہ کرو۔ پھر بادشاہ
نے فرمایا کہ گذشت آنچہ گذشت۔ اب شیر خاں کے دفع کی تدبیر کرنی چاہیے وہ گنگا پر قنوج
تک قابض ہو گیا ہے تو مرزاؤں اور امیروں نے کہا کہ ابکی دفعہ بعنایت الٰہی و اقبال شاہی
ہم ایسی دلاوری اور جاں سپاری کرینگے کہ دشمن کا نام نہیں چھوڑیں گے اس پر فاتحہ
خیر پڑھی گئی۔

نظام سقہ کا بادشاہ ہونا

اِس اثنا میں پاک سرشت سقا نظام جو بادشاہ کے لئے آب حیات بنا تھا۔ جان و مال کو
دعا دیتا ہوا تخت کے پایہ سے آن لگا۔ بادشاہ نے اِس سقے کو دور سے دیکھا تو پہچان لیا
اور اپنے وعدہ کو پورا کیا کہ دو پہر کے واسطے اوسکو تخت پر بٹھا دیا اور بعض احکام اور اوامر
بادشاہی جن کی اوسکی ظرف میں گنجایش نہ تھی مستثنیٰ کر کے اوس کو حکمرانی کا اختیار دیا۔ اور
اِس اورنگ شاہی پر سقے نے جو حکم دیے وہ جاری ہوئے۔ مشہور ہے کہ اوس نے مشکیں کتروا کر
چام کے دام چلائے۔ اون پر ملمع کرایا اور اپنا نام اور اپنی سلطنت کا سکہ اوس پر نقش کرایا۔
بادشاہ کی اس علو ہمت کو مرزا کامران دیکھ کر چیں بجبیں ہوا اور شکایت کی اوسکی خاطر آزار
جو کو یہ بھی ایک بہانہ ہاتھ آیا۔

جب بھائیوں کا اجتماع ہوا تو ہمایوں ہر روز مجلس شورہ منعقد کرتا۔ بھائیوں کو بلاتا اور
نشیب و فراز سمجھاتا اور کہتا کہ اگر خدانخواستہ شیر خاں قوی پنجہ ہو گیا تو ہم سب کا کہیں
ساتھ لپٹنے کے لیے جاتا۔

پنانہ لگیگا۔ بادشاہ ہرچند بھائیونکے زنگار نفاق کو مصقل مواعظ سے چھیلتا مگر کسی طرح وفاق جلا نہ پاتا اور مرزا کامراں کی خاطر سے زلال نصایح سے غبار کدورت دہوتا مگر صفائی نہ پیدا ہوتی۔ بادشاہ نے سپاہ کے جمع کرنیمیں اہتمام کیا۔ بھائیوں اور عزیزونکی پریشان دلی دور کرنیمیں کوشش کی گو ظاہر میں بھائیوںمیں کچھہ عرصہ تک اتفاق معلوم ہوا مگر اونکے باطن میں نفاق تھا۔ اِس عرصہ میں سپاہ بھی جمع ہو گئی بہت سے امرا اپنی اپنی جاگیر سے سپاہ لیکر بادشاہ سے آن ملے اِن میں محمد سلطان مرزا اور اوسکے بیٹے بھی تھے اونہوں نے دیکھا کہ افغان ایسے غالب دشمن ہو گئے ہیں کہ خاندان تیمور کی ایک شاخ تنہا اونکے ہاتھہ سے نہیں بچ سکتی۔ اِسلئے اونہوں نے اپنی تقصیر کو معاف کرایا اور آنکے ساتھہ شریک ہوئے اِس طرح سے بادشاہ کی سپاہ تعداد میں زیادہ ہو گئی مگر اِستعداد میں کم تھی بھائیوں میں یوں تو بڑے بڑے مشورے ہوتے کہ تدبیریں کیا کیا کرنی چاہئیں مگر اِس سبب سے کہ دلوں میں نفاق تھا کچھہ کام اِن سے نہ نکلتا۔ کامراں نے ہمایوں سے درخواست باصرار کی کہ وہ آگرہ میں رہے اور یہ خدمت مجھے سپرد فرمائے کہ میں اوسکو بجا لاؤں۔ میرے پاس بیس ہزار سپاہ پنجاب کی تازہ دم موجود ہے جو شیر شاہ سے خوب سمجھہ لے گی مگر بادشاہ نے فرمایا کہ افغانوں نے مجھے دغا سے شکست دی ہے مجھے اون سے انتقام لینا چاہیئے۔ یہاں مرزا کامران کو بڑا توقف ہو گیا تھا وہ بادشاہ کے ساتھہ کسی بات میں متفق الرائے نہ تھا۔ اُسکو لاہور جانے کی دھن لگی۔ اور اوس نے بادشاہ سے جانے کی بار بار درخواست کی مگر اوسکی اور درخواستیں سوا اِس درخواست کے بادشاہ منظور کر لیتا۔ بادشاہ سے مرزا کہتا کہ میرے پاس بہت ملک ہے وہاں کے انتظام کے لئے میری حاضری وہاں ضرور ہے غرض کئی مہینے تک بادشاہ سے یہی درخواست کرتا رہا مگر مطلب نہ حاصل ہوا۔ اب معلوم ہوا کہ بنگال کی فتح سے شیر شاہ نے فراغت پا کر ایک لشکر جرار جمع کیا ہے اور وہ اِن بھائیوں پر حملہ کرنے آتا ہے۔

دکھلانے کے لئے بھائیوں میں اتفاق دشمن کے دفع کرنے کے لئے ہو گیا تھا مگر مرزا کامراں دل سے اپنے بھائی کے تسلط و سطوت بڑھنے کا خواہاں نہ تھا اور اوسکو اپنے حق میں زہر سمجھتا تھا۔ اور شال میں جانے کے لئے بے صبر تھا۔ اوس پر مرض نے سخت حملہ کیا۔ ہندوستان

کی آب و ہوا اوسکو موافق نہ آئی دو تین مہینہ کے اندر اوسکو خفیف سا بخار آسنے لگا جس
سے وہ ضعیف ہو گیا اور امراض متضاد میں مبتلا ہوا۔ علاج کا اثر اوس کے مرض پر نہ ہوا۔ تو
ارباب غرض نے یہ سمجھایا کہ بادشاہ کے کہنے سے یحییٰ نے زہر دیدیا ہے۔ اول اوس نے
مرزا کلاں بیگ کو جو بابر کے زمانہ کا عمدہ سپہ سالار چغتائی تھا روانہ کیا۔ بادشاہ نے مرزا کامران
کو سمجھایا کہ اگر تجھکو توفیق میرے ہمراہ ہونے کی نہیں ہے تو اپنے آدمیوں کو میرے ساتھ کر
مرزا بادشاہ کی خواہش کے برعکس اس اندیشہ میں ہوا کہ بادشاہ کے آدمیوں کو بدراہ کر کے
اپنے ہمراہ لے جائے۔ مرزا حیدر دوغلات بن محمد حسین گورکان کو کہ خالہ زاد بھائی بابر کا تھا۔
اور مرزا کامران کے ساتھ آکر دار الخلافت آگرہ میں بادشاہ کی خدمت سے مشرف و ممتاز ہوا
تھا اوسکو اپنے ساتھ مرزا کامراں نے لیجانا چاہا تو اوس نے بادشاہ سے رخصت چاہی۔ بادشاہ
نے فرمایا۔ کہ اگر نسبت خویشی پر خیال ہے تو طرفین سے وہ برابر ہے اگر ارادت و اخلاص مندی
کا خیال ہے تو وہ ہمارے ساتھ تو نے زیادہ ظاہر کی ہے۔ اور اگر ناموس و مردانگی کی تلاش
ہے تو ہمارے ہمراہ ہونا چاہیئے کہ ہم دشمن سے لڑنے جاتے ہیں۔ مرزا کامران اپنی بیماری کے
سبب سے تجکو ساتھ لیجانا چاہتا ہے۔ تو تو طبیب اور دوا روشناس نہیں ہے کہ ساتھ جاتا ہے
مرزا جو لاہور کو امن تصور کرتا ہے یہ خیال اوس کا فاسد ہے۔ اب یہ یورش جو ہم کرتے ہیں
دو حال سے خالی نہیں اگر ہمکو فتح ہوئی تو پھر تمہارا کیا منہ ہوگا جو ہمارے روبرو آؤگے شرمندگی
کے مارے جینا مرنے سے بدتر ہوگا اگر عیاذاً باللہ اوسکے خلاف حال ہوا تو تمہاری کیا مجال ہے
جو لاہور میں رہ سکو جس نے مرزا کو یہ مشورہ دیا ہے کہ اس ہنگامہ جنگ میں لاہور میں رہنا
بیخوف و خطر ہے اوس کے دماغ میں خلل ہے یا وہ خائن ہے کہ حق کو چھپاتا ہے اور خوشامد کرتا
ہے مرزا حیدر پر کامراں کو بڑا اعتبار تھا جسوقت وہ قندہار فتح کرنے گیا تھا تو اوسکو اپنی جگہہ
لاہور میں مقرر کر گیا تھا۔ اسلئے مرزا نے اوسے سمجھایا کہ تو میرے ساتھ چل اور اوسکو یاد دلایا
کہ جب تو جلاوطن ہو کر آیا تھا تو میں نے تجھے اپنے دربار میں ہمیشہ بھائیوں کی طرح رکھا اور سب
سے زیادہ تجھکو معتبر سمجھا اور اپنے معاملات عظیم تیرے سپرد کئے ہیں ایسی حالت میں کہ قوی دشمن
کو دھمکا رہا ہو اور میں بیمار ہوں مجھے یہاں چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔ اگر ساتھ نہ جائیگا تو ناحق شناس

ٹھیرے گا۔ غرض دونوں بھائیوں نے حیدر مرزا کو فہمایش کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اون کے دلوں میں کیا تھا۔ مرزا حیدر نے بادشاہ کے سمجھانے سے اپنے جانے کے ارادہ کو فسخ کیا۔ حیدر مرزا کی یہ راے تھی کہ مرزا کامران کے جانے ہی سے خاندان چغتائی کا زوال آیا۔ مرزا کامراں پاس فوج بہت تھی اوس نے تین ہزار آدمی بہ سرداری عبداللہ مغل مرزا حیدر کے ہمراہ کر دیئے مگر خود اوسکو توفیق خدمت نہوئی۔ مرزا کامراں کے جانے سے بادشاہ کی دوستوں کو مضرت و شکست اور دشمنوں کو منفعت و قوت ہوئی۔ اس عرصہ میں شیر خاں گنگا پار اوترا اور اپنے چھوٹے بیٹے قطب خاں کو دوآبہ میں بھیجا کہ کالپی اور اٹاوہ پر حملہ کرے کہ وہ دارالسلطنت کے قریب ہیں۔ جب بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو اوس نے یادگار ناصر مرزا و قاسم حسین خاں اوزبک جو اس حدود میں جاگیردار تھے اور اسکندر سلطان کو جو مرزا کامراں کی جانب سے سرکار کالپی کے بعض محال کا اہتمام رکھتا تھا حکم دیا کہ وہ اس سے لڑنے جائیں۔ اونہوں نے بادشاہ کے کہنے پر عمل کیا اور دونوں لشکروں میں ایک جنگ عظیم ہوئی اور دشمن کو شکست ہوئی اور قطب خاں اس لڑائی میں میدان جنگ میں مارا گیا جس کا سر کاٹ کے آگرہ میں بادشاہ پاس بھیجا گیا۔ ان فتحمند سپہ سالاروں نے بادشاہ کو سمجھایا کہ وہ خود لڑنے کے لئے چلے۔ چنانچہ وہ آگرہ سے گنگا کی طرف شیر شاہ سے لڑنے گیا۔ ذیقعدہ ۹۴۶ھ میں ہمایوں آگرہ میں باغ زرفشاں میں خیمہ زن تھا۔ بادشاہ کی شکستوں کا اور بھائیوں کی نااتفاقی کا اثر سارے لشکر میں پھیلا ہوا تھا۔ اعلیٰ درجہ کے امیر اور خصوصاً چغتائی سب دلوں میں ناراض تھے۔ سپاہ میں نئی بھرتی کے سپاہی تھے جنہوں نے کبھی لڑائی کا میدان نہیں دیکھا تھا۔ جو سپاہ تجربہ کار دلیر شجاع تھی اس کا بڑا حصہ بنگال کی مہم میں کام آچکا تھا۔ لشکر میں تمام ناتوانی اور بے مہری پھیل رہی تھی۔ نہ افسروں میں گرمجوشی تھی نہ سپاہ میں مستعدی۔ جب بادشاہ بھوجپور میں آیا تو شیر شاہ لشکر لیکر دریا کے اس طرف ہو بیٹھا کہ بادشاہ کو اوترنے ندے۔ بادشاہ نے تھوڑے دنوں میں بھوجپور کے گھاٹ پر پل باندھا اور عبور کرنے کا ارادہ کیا کہ ڈیڑھ سو جوانان یکہ تاز ننگے زین کے گھوڑوں پر بیٹھکر دریا میں تیر کر پار گئے اور بہت دشمنوں کو مار کر مراجعت کی۔ پل کے قریب آئے تو افغانوں نے پل کو اس طرح توڑ ڈالا کہ ایک ہاتھی جسکا نام گردباز تھا اور

وہ شیر شاہ کو جنگ چونسہ میں ہاتھ لگا تھا اوسکو پل توڑنے کے لئے کھڑا کر دیا۔ اوس نے پل کے پایوں کو ڈہا دیا۔ بادشاہ کے لشکر نے ایک توپ اوسکے ایسی لگائی کہ فیل کے پاؤں بھی ٹوٹ گئے۔ اور لشکر کا زور بھی پل پر کم ہو گیا اور جو جوان پار اتر گئے وہ سلامت چلے آئے۔ اب صلاح یہ ہوئی کہ دریا کے کنارے کنارے قنوج کو سفر کیجئے۔ یہ کوچ آہستہ آہستہ ہوتا تھا کہ مخالفوں کی طرف سے کشتیاں نمودار ہوئیں کہ وہ بادشاہ کے لشکر کے سدراہ ہوں۔ بادشاہی لشکر نے ایک توپ ایسی ماری کہ مخالفوں کی سب سے بڑی کشتی شکستہ ہو کر زیر و زبر ہو گئی اب ہم آگے حال تاریخ رشیدی سے مختصر کر کے لکھتے ہیں اوسکو زیادہ معتبر اس سبب سے گنتے ہیں کہ مصنف اس کا حیدر مرزا جس کا حال اوپر بیان ہوا اوس میں خود شریک تھا۔ جب سب بھائی جمع ہوئے تو امور حادثہ میں صلاح و مشورہ ہونے لگا اور گفت و شنید بہت طول کے ساتھ ہوئی مگر کوئی مقصود کے لئے مفید نہوئی بلکہ کوئی بات ایسی پیش نہوئی جو اس موقع کے لئے مناسب تھی عقلا نے کہا ہے کہ جب روز تیرہ آتا ہے تو عقل کو خیرہ کرتا ہے۔ مرزا کامران کو واپس جانے کی دھن لگی ہوئی تھی۔ بادشاہ مرزا کامران کی سب درخواستوں کو قبول کرتا۔ مگر واپس جانے کی اجازت نہ دیتا۔ غرض سات مہینے اس حیص بیص میں گذرے کہ شیر شاہ گنگ کے کنارے پر جنگ کے ارادہ سے آموجود ہوا ؎

مرگ آمدہ و نشستہ در پیش ۔ تو در پے این و آن فتادہ
در غفلت و قلت و تجارب ۔ مثل تو کسے ندیدہ سادہ

اس حال میں مرزا کامران امراض متضاد میں مبتلا ہوا۔ ہندوستان کی آب و ہوا سے اسکو طرح طرح کے امراض عارض ہوئے جب امراض کا امتداد تین مہینے رہا تو پاؤں حرکت نہیں کر سکتے تھے اور ضعف کے سبب سے ایسا دبلا ہو گیا تھا کہ بدن کی رگیں چاہو تو اس کی گن لو۔ پوست و استخوان باقی رہا۔ مگر حکیم ابو البقا نے اوس کے علاج میں ید بیضا دکھلایا۔ مرزا کامران نے اشتداد مرض کی وجہ سے لاہور جانے کا عزم مصمم کیا۔ اوس کا یہاں سے جانا شیر خاں کا اقبال اور چغتائیوں کا ادبار تھا۔ بادشاہ نے ہر چند سعی کی کہ وہ اپنے آدمی کمک کے لئے یہاں چھوڑ جائے۔ مگر مرزا کامران نے اوس کے خلاف کوشش کی کہ آگرہ کے تمام آدمیوں کو اپنے

ہمراہ سلے جاتے چہ جائیکہ اپنے لشکر کو یہاں چھوڑ جاتے۔ میر خواجہ کلاں جو اوسکی عقل تھا
وہ بھی واپس جانے میں یکجہتی ہوا۔ مرزا نے اس امیر کو اپنے سے پہلے روانہ کیا اور خود بھی اُسکے
پیچھے روانہ ہوا۔ اِس اثنا میں شیر خاں دریائے گنگ کے کنارہ پر آیا۔ اور اوس کا لشکر دریا سے
اُترا قطب خاں اُس کا بیٹا اِٹاوہ اور کالپی کے پاس آیا۔ یہ حدود اقطاع میں تھیں۔ قاسم حسین
سلطان کے جو سلاطین اوزبک میں سے ایک تھا اور یادگار ناصر مرزا کے جو بابر بادشاہ کے
بھائی سلطان ناصر مرزا کا بیٹا تھا کالپی کا ایک حصہ مرزا کامراں کے بھی اقطاع میں اوسکے
انتظام کے واسطے اپنی طرف سے اوس نے اسکندر سلطان کو بھیجا تھا۔ یہ سب ملکر قطب خاں
کے مقابل گئے اور اوسکو مار ڈالا اور خوب فتح اور مردانہ کام کیا۔ بادشاہ آگرہ سے گنگا کی طرف
شیر خاں کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ کامراں مرزا نے اپنے آیندہ تمام و کمال کاموں کو مجھے
(حیدر مرزا) کو تفویض کر کے کہا کہ تو میرے ساتھ لاہور چل تو کاشغر سے ابنائے جنس کی ناساز
گاری سے چلا آیا۔ وہاں تو نے دیکھ لیا کہ تمام عمر خدمتگزاری کرنے سے کیا حاصل ہوا۔ میں نے
تجھے اپنے برادر سے بہتر سمجھ کر اپنے تمام کلیات امور سپرد کئے اگر مجھ سے کوئی تقصیر ہوئی تو
کہہ میں اوس کا تدارک کروں اب اِس حال میں کہ ممالک پر دشمن غالب ہے اور میں مرض
میں مبتلا ہوں برادرانہ دست شفقت مجھ پر پھیر کر ان دونوں مہلکوں سے خلاص دیکر لاہور
پہنچا دے۔ مجھے اوس نے القاب میں (دوست گزیدہ بہتر از برادر) لکھا۔ یہ القاب اوس نے کسی
اور عزیز کو نہیں لکھے تھے۔ اب بادشاہ مجھے یہ سمجھاتا تھا کہ مرزا کامراں جو اشتداد مرض کی وجہ
سے اپنے ساتھ تجھے لیجانا چاہتا ہے تو کوئی طبیب نہیں ہے کہ اوس کے مرض کی دوا کرے گا
جس کے سبب سے تیرا جانا ضرور ہو اگر قرابت کے سبب سے جاتا ہو تو تیرا رشتہ مجھ سے اور
کامراں سے برابر ہے۔ میں جو کہتا ہوں تو انصاف سے ملاحظہ کر کہ بابر شاہ کے تمام فرزندوں
کا اور کل ہندوستان کا کاروبار اِس لڑائی پر موقوف ہے کہ مجھ میں اور شیر خاں میں ہوتی
ہے۔ تیرا کامراں کے ساتھ لاہور کو جانا دو باتوں پر محمول ہوگا۔ اوّل یہ کہ مرزا کامراں کا بہانہ
بنا کے خود اپنی جان بچا کر سلامت لیگیا۔ دوم یہ کہ تو بابر بادشاہ کا خالہ زاد ہے سب کے ساتھ
خویشی برابر رکھتا ہے اِسلئے تجھے لوگ کہیں گے کہ ایسے غموں کے ہجوم میں کسی کے ساتھ غمخوار

نہیں ہوا اور خود لاہور سلامت چلا گیا اور وہاں سے کسی اور مامن میں گیا۔ کیا یہ بات دوستی اور خویشی میں سزاوار ہے تو اس مصاف میں مجھے اکیلا چھوڑتا ہے۔ دو دمان بابری کی دولت خواہی اس لڑائی میں تجھ پر لازم ہے۔ مرزا کامراں کا مرض ایک بہانہ ہے۔ حالانکہ اگر اس لڑائی میں شکست ہوئی تو لاہور بطریق اولی ویران ہوگا اور شیر خاں کی تہ تیغ ہوگا۔ میں نے یہی مصلحت جانا کہ مرزا کامراں کی بغیر اجازت کے میں بادشاہ پاس رہوں۔ کامراں مرزا نے اسکندر سلطان کو تقریباً ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ کمک کے لئے چھوڑا اور جتنے آدمی وہ یہاں سے لے جا سکا اپنے ہمراہ لیکر لاہور کو روانہ ہوا۔ جس کے سبب سے اُس نے اپنے دشمن کو قوی کیا دوستوں کو شکست دی۔ بہرحال لشکر شاہی دریائے گنگ کے کنارہ پر پہنچا۔ ایک مہینے کے قریب گنگا کے ایک طرف بادشاہ کا لشکر اور دوسری طرف شیر خاں کا لشکر ایکدوسرے کے مقابل پڑے رہے۔ ان لشکروں میں دو لاکھ سے زیادہ آدمی ہونگے۔ ہندوستان میں بابر بادشاہ کی خدمت میں محمد سلطان مرزا آیا تھا وہ خراسان کے بادشاہ سلطان حسین مرزا کا نواسہ تھا۔ بابر بادشاہ نے الطاف شاہانہ طرح طرح سے اوس پر کئے تھے۔ اسکے بعد ہمایوں بادشاہ سے اوس نے بار بار بغاوت کی جس سے اوس کا مطلب کچھہ نہ حاصل ہوا۔ وہ بادشاہ کے روبرو آیا اور تقصیرات معاف کرائیں۔ بادشاہ نے معاف کر دیں تعجب یہ ہے کہ یہ احمق جو بھاگ گئے تھے وہ شیر خاں پاس نہیں جاتے تھے کہ اوس سے عنایت کی توقع رکھتے وہ یہہ کہتے تھے کہ لشکر میں ہوا گرم ہے ہمکو جانے دو اور اپنے مقاموں میں آرام کرنے دو۔ مرزا کامراں کا لشکر جو بطور کمک کے یہاں رہ گیا تھا اُس میں اکثر آدمی لاہور کو بھاگ گئے۔ اب تمام اسباب جو بادشاہ کی ملازمت تھا سات سو گردوں تھے جن میں سے ہر ایک کو بیلوں کی چار جوڑیاں کھینچتی تھیں اور ہر گردوں میں ایک ضرب زن تھا کہ جس میں سے پانچسو مثقال کا گولہ چھوٹتا تھا۔

اِن دنوں میں بار بار میں نے دیکھا کہ یہ ضرب زن بلندی پر سے جو سوار کچھہ کچھہ دکھائی دیتے ہوتے جاتے تھے۔ اُن پر بےخطا نشانہ مارتے تھے اور اکیس گردون ایسے تھے کہ اونکو بیلوں کی آٹھہ جوڑیاں کھینچتی تھیں اُن سے پتھروں کے گولے نہیں مارے جاتے تھے بلکہ

ہفت جوش دگلی ہوئی پیتل وغیرہ) کا گولہ چھوڑا جاتا تھا جس کا وزن پانچہزار مثقال اور جسکی
قیمت دوسو مثقال نقرہ ہوتی تھی۔ وہ اس چیز پر نشانہ لگاتے تھے جو ایک فرسخ سے نظر آتی
تھی جب لشکر نے بھاگنا شروع کیا تو اس خوف سے بغیر لڑائی کے لشکر ویران نہو جائے
یہ مصلحت معلوم ہوئی کہ ایک دفعہ جنگ کی جائے۔ اگر لڑائی ہر بھی جائیگی تو خلق یہ مطعون تو نہیں
کریگی کہ ہندوستان جیسے ملک کو بغیر ہاتھ ہلائے ہاتھ سے دیدیا اور یہ فائدہ بھی سمجھ میں آیا
کہ اگر دریا پار چلے جائیں گے تو سپاہ پھر نہیں بھاگ سکیگی۔ اِن وجوہ سے دریا سے لشکر
پار اوترا۔ دونوں طرف کے لشکروں نے اپنے گرد خندقیں بنائیں۔ ہر روز طرفین کی اوباش
اور سپاہی آدمیوں میں لڑائیاں ہوتیں۔ اِس حال میں برسات کا مینہ ایسا برسا کہ بادشاہ
کا سارا لشکرگاہ پانی میں ڈوب گیا۔ اِسلئے یہاں سے کوچ کرنا لازم ہوا۔ اہل الرائے کہتے
تھے کہ اگر ایک اور ایسا مینہ برسا تو سیلاب کے امواج کا تلاطم تمام لشکر کو گرداب اضطراب
میں سرگرداں کریگا۔ تجویز ہوئی کہ کسی ایسی اونچی جگہ پر لشکر کا مقام ہو کہ وہاں برسات کا
سیلاب اثر نہ کرے اور مخالف سے مقابلہ بخوبی ہو سکے میں ایسے مقام کی تلاش میں گیا
اور ایک مقام اِس کام کے لئے تجویز کیا کہ وہاں لشکر کوچ کرکے جائے۔ میں نے عرض کیا کہ
کوچ کے وقت مصاف خلاف عقل ہے اِسلئے کوچ کے وقت مقابلہ نہیں کرنا چاہیئے بلکہ دشمن
کی توجہ کو ہٹا کر اوسکو امتحان میں یوں لانا چاہیئے کہ کل روز عاشورہ ہے ہم اپنے لشکر کو خوب
ضبط کریں و ربط دیں اور آگے نہ بڑہیں دشمنوں کو دیکھیں کہ اگر وہ خندق سے باہر آتے
ہیں اور ہم سے جنگ میں پیشقدمی کرتے ہیں تو آخر کو ہمارے اور دشمن کے درمیان ایک
مصاف و جنگ ہوگی مناسب تدبیر یہ ہے کہ ہم دیگوں (توپوں) اور ضرب زنوں کو مقابلہ
میں رکھیں اور تفنگچیوں کو کہ قریب پانچہزار کے ہیں توپوں پر مقرر کریں۔ اگر دشمن ہم پلہ حملہ کرنے
باہر آتے تو کوئی محل اور وقت اِس سے زیادہ بہتر مصاف کے لئے نہیں ہوگا اگر دشمن
خندق سے باہر نہ آیا تو دوپہر تک ہم صف کش رہیں اور پھر اپنے مقام میں آجائیں اور پھر
دوسرے دن بھی وہی کام کریں جو پہلے دن کیا تھا۔ یوں نئے مقام میں اپنا اسباب جنگ
پہنچائیں اور اوس کے بعد ہم خود کوچ کرکے وہاں چلے جائیں۔ یہ رائے سب کو پسند آئی۔

۱۰ محرم ۹۴۷ھ کو اسی ارادہ سے ہم سوار اور صف آرا ہوئے۔ بلکہ یہ صفیں اون سے
دل کی طرح متزلزل اور ناراست تھیں۔ یہ ٹھیری کہ گردوں اور دیگ اور تپکچیاں بیچ میں ہیں
توپوں کا اہتمام محمد خاں رومی اور اوستاد علی قلی خاں کے بیٹوں اور اوستاد احمد رومی اور
حسن خلیفہ کو سپرد ہوا۔ اونہوں نے گردونوں اور ضرب زنوں کو اونکے مناسب مقاموں پر نصب
کیا۔ اور قانون مقررہ کے موافق اُن میں زنجیرہ کھینچا۔ یعنی زنجیریں اونکے درمیان ڈالدیں باقی
سپاہ میں امیر اسم بے مسمی تھے۔ بڑی بڑی جاگیریں اور خزانے رکھتے تھے مگر اُن میں رلے
درویت و ہمت و غیرت و شجاعت وزرانہ تھی۔ امیر وہی حقیقت میں ہوتا ہے جس میں یہ صفات
ہوں۔ بادشاہ نے مجھے اپنے بائیں پہلو کی طرف اِس طرح مقرر کیا تھا کہ دایاں پہلو میرا بادشاہ
کے بائیں پہلو سے ملا ہوا تھا اِس مقام پر اپنی منتخب فوج کو کھڑا کیا بائیں طرف میرے تمام ملازم
کھڑے تھے۔ میں نے چار سو آدمی انتخاب کئے تھے وہ سب تجربہ کار اور جنگ پرورده تھے سب
تپچاق کے گھوڑوں پر سوار اور جیبہ پوش تھے۔ میرے اور جو بیار کے درمیان ۲۲ امیر تھے جنکے
علم و توغ تھے۔ ایسے ہی جرانغار کے دوسری طرف پر یہی قیاس کرنا چاہئے جب مصاف میں
شیر خاں اپنی سپاہ کو توپ میں مرتب کرکے لایا تو امرا عظام نے اِن ستائیس توغوں کو اس
وہم سے پنہاں کردیا تھا کہ کہیں دشمن اون کو دیکھ کر ہمیں پر نہ پل پڑیں پس اونکی اس حرکت
سے اونکی شجاعت اور دلاوری پر قیاس کرلینا چاہئے۔

شیر خاں نے اِس سپاہ کے پانچ جوق کئے تھے اور ہر جوق میں ایک ہزار آدمی تھے
تین ہزار آدمی اوس کے آگے بڑھے میں نے تخمینہ کیا تھا کہ شیر خاں کی سپاہ میں پندرہ ہزار
سے کم اور چغتائی لشکر میں چالیس ہزار آدمی ہونگے۔ بادشاہی لشکر میں سب تپچاق سوار اور
جیبہ پوش تھے وہ دریا کی طرح اوج موج کر رہے تھے مگر اونکے امرا کا حال وہی تھا جو اوپر
میں نے بیان کیا۔ جب شیر خاں کی سپاہ خندق سے باہر آئی تو اوس کے دو جوق جو کثرت
میں اور تمام جوقوں سے ممتاز تھے وہ خندق کے آگے کھڑے ہوئے اور تین جوق اوس کے
لشکر کی طرف متوجہ ہوئے بادشاہ کی طرف سے بھی میں نے قول کو حرکت دی اور اوس جگہ
پر لگیا جو میں نے اوس کے کھڑے رہنے کے لئے انتخاب کی تھی مگر جب ہم وہاں پہونچے تو

وہاں قیام کرنا میسر نہوا۔ اِسلئے کہ لشکر چغتائی کے ہر امیر و وزیر اور غنی سے فقیر تک غلام تھے
امیر جنکے اوصاف اوپر بیان کئے ہیں انہیں جب امیر پاس سو نوکر تھے تو اوس کے نوکر دنکے پاس
پانچسو غلام ہونگے۔ یہ غلام لڑائی کے دن نہ اپنے آقا کی کچھ مدد کرتے ہیں اور نہ خود اپنے
اختیار میں ہوتے ہیں۔ جہاں لڑائی تھی وہاں اِن غلاموں پر اُنکے مالکوں کا بس کچھ نہیں چلتا تھا
جب اونکے سر پر اُن کا خواجہ نہیں رہتا تو وہ شتر بے مہار بنجاتے ہیں یا اوس شکاری پرندکی
طرح ہوجاتے ہیں کہ جس کے سر پر سے ٹوپی اُٹھ جائے اور وہ جدہر چاہے اُڑجائے۔ وہ جدہر
چاہتے تھے خوف زدہ ہوکر بھاگنے کے لئے دھکا پیل کرتے تھے جس کے سبب سے ہم کو اپنی
جگہہ پر قایم رہنا ممکن نہ تھا۔ قول کو دشمن نے عقب سے دبا کر گردونں کے زنجیرہ سے باہر
کردیا پھر تو یہ حال ہوا کہ یہ اوس پر اور وہ اِس پر گرنے لگا اور اِس آیت کے معنی سمجھہ میں آنے
لگے کَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا۔ ایسے ہی غلام جو آدمیوں کے پیچھے تھے وہ اپنے آگے کے
آدمیوں کو آگے ہکاتے تھے۔ کئی جگہہ سے زنجیرہ ٹوٹ گیا اور جو آدمی زنجیرہ کے پاس تھے
وہ اِس سے باہر نکل گئے اور جو باہر نہ نکل سکے وہ اندر ہی درماندہ ہوگئے تمام صفوف ابتر اور
پریشان ہوگئے۔ یہ تو اِس قول کا حال ہوا جو مرکز میں تھا۔ دائیں طرف شیر خاں صف آرا ہوکر
حملہ آور ہوا جس صف پاس وہ جاتا پہلے اِس سے کہ ایک تیر وہ پھینکے اِس طرح وہ تیر ونکے آگے
جاتے تھے جیسے کہ صرصر میں گھاس۔ یہ سب اپنی صفوں کو توڑکر قول میں پہنچیں غلام جنکو اونکے
افسروں نے پیچھے سے بلاکر آگے کرنا چاہا تھا وہ یکبارگی عقب سے ایسے بھاگے کہ وہ گردونکے
کے پاس پہونچے جن میں سے کچھہ گردونں سے نکل گئے اور کچھہ اونکے پیچھے رہے۔ اور صفیں ایسی
درہم برہم ہوگئیں کہ امیر نوکر سے جدا اور نوکر امیر سے جدا ہوگیا اور اِس حال میں بائیں طرف
کی سپاہ بھاگ کر قول میں آئی۔ پہلے اِس سے کہ ایک تیر غنیم کی جانب چلتے وہ متفرق ہوگئی
اور یکبارگی ہزیمت ہوگئی۔ لشکر چغتائی جس کا تخمینہ میں نے چالیس ہزار کیا تھا شیر خاں کے
دس ہزار لشکر سے بھاگا بغیر اِس کے کہ دوست دشمن سے کوئی ایک زخمی ہوا شیر خاں کو
ظفر اور چغتائیوں کو شکست ہوگئی ایک دیگ سے نہ گولہ چھوٹا نہ ایک ضرب زن میں بتی لگی کہ
سارے گردوں بیکار اور معطل ہوگئے۔

جہاں سے چغتائی بھاگے ہیں وہاں سے دریاے گنگ تک ایک فرسنگ کا فاصلہ تھا۔
سب امیر اور بہادر جن میں سے ایک بھی زخمی نہیں ہوا تھا جان بچانے کے لئے دریا کی طرف
بھاگے دشمن نے تعاقب کیا اسلئے چغتائیوں کو اتنی فرصت بھی نہ لینے دی کہ وہ اپنے زرہ بکتر
ہتیاروں کو تو آتارتے وہ دریا میں جا پڑے اور اپنے ہی ہتیاروں کے بوجھ سے ڈوب گئے
دریا کا پاٹ پانچ تیر پرتاپ کا ہوگا۔ بڑے بڑے نامی امیر بہادر نامراد دریا ء نامرادی میں ڈوبے
جو بچے اونکا جہاں جی چاہا چلے گئے۔ جب ہم دریا سے نکلے ہیں تو وہ بادشاہ جس کے کارخانوں
میں دو پہر سے پہلے سترہ ہزار شاگرد پیشہ کام کرتے تھے وہ ننگے سر ننگے پاؤں ایک گھوڑے پر
سوار تھا جو اوسکو تردی بیگ نے مستعار دیا تھا بقا بقائے خداست و ملک ملک خدا۔ بادشاہ کے
سات ہزار آدمی تھے جن میں سے ساٹھ آدمی دریا میں سے زندہ نکلے باقی سب غرق آب عدم
ہوئے۔ اِس سے کل آدمیوں کی جانوں کا قیاس کرلو۔
یہ حال تو مرزا حیدر نے اپنی تاریخ رشیدی میں چشم دید لکھا ہے۔ مگر ابو الفضل نے اکبر نامہ
میں لکھا ہے کہ مرزا ہندال کے روبرو شیر خاں کے لشکر میں سے جلال خاں و سرمست خاں اور
تمام نیازی افغان آئے اور یادگار ناصر مرزا اور قاسم حسین خان کے مواجہ میں مبارز خاں و
بہادر خاں و راے حسین جلوانی اور جماعہ کررانی آئے اور مرزا عسکری کے سامنے خواص خاں
و بیر مزید اور ایک اور جماعت آئی۔ مرزا ہندال اور جلال خاں کے درمیان اوّل لڑائی ہوئی اور
عجیب چپقلشیں ہوئیں۔ جلال خاں گھوڑے سے گرا جرانغار شاہی نے اپنے غنیم کے قول پر حملہ کیا
جب شیر خاں نے یہ دیکھا تو بہت سا لشکر لیکر اوسپر چڑھ گیا اور خواص خاں اور اوسکے ہمراہیوں
نے بھی مرزا عسکری پر حملہ کیا۔ جونہیں حملہ ہوا تو اکثر امرا بھاگ گئے اور ذرا کارزار میں ہاتھ نہ ہلایا
بادشاہ خود دو دفعہ لشکر مخالف پر چڑھ کر گیا اور اوس کے دو نیزے شکستہ ہوئے۔ گو قانون
نہیں ہے کہ بادشاہ خود مرتکب جنگ ہو لیکن وقت نبرد آزمائی میں جودت جلاوت حدت شجاعت
کب بادشاہ کو روک سکتی تھی اور قانون پر عمل کرنے دیتی تھی۔ مگر افسوس کہ ہزاروں نے برادری
کا حق نہ ادا کیا۔ جنگ میں امیر ثابت قدم نرہے اور بادشاہ پر اس صدمے کے پڑنے کو اونھوں
نے روا رکھا۔ یہ لشکر کثیر جو نفاق سے بر اور اخلاص سے خالی تھا۔ بادشاہ کے ساتھ تھا اوسکے

شکست پانے سے بادشاہ کو ایسی غیرت آئی کہ اِن دشمنان دوست نما کے ساتھ مدارا کرنے سے اور نفاق کے ساتھ اُن سے موافقت رکھنے سے اور حریفان کج باز کے ساتھ نزدر ودبدل کھیلنے سے منزلِ فنا میں جانے کو بہتر سمجھا۔ اور اپنے نفسِ نفیس سے اوس نے اسطور سے حملہ کیا کہ جس سے اوس کا ارادہ ظاہر ہوگیا۔ مگر بعض دولت خواہ اوسکے سامنے گڑگڑاے اور اوسکے گھوڑے کی باگ کو موڑ لاتے۔ بادشاہ دریا کے کنارے پر متردد تھا کہ کیا کروں کہ اتنے میں اپنے ایک بوڑھے ہاتھی پر اوسکی نظر جا پڑی۔ فیلبان کو حکم دیا کہ ہاتھی لا۔ وہ ہاتھی لایا۔ بادشاہ اُس پر بیٹھا۔ اُس میں ایک خواجہ سرا کافور نامی بیٹھا ہوا تھا۔ بادشاہ نے فیلبان سے کہا کہ ہاتھی کو دریا میں ڈال تو اوس نے کہا کہ دریا میں ہاتھی ڈوب جائیگا۔ خواجہ سرا نے چپکے سے سُنکر بادشاہ کے کان میں کہا کہ کہیں یہ نمک حرام حضور کو دشمنوں میں جاکر نہ پھنسا دے۔ بہتر ہے کہ اس موذی کا سر اُڑا دیجئے میں ہاتھی ہانک لونگا مجھے ہکانا آتا ہے۔ بادشاہ نے فیلبان کا تلوار سے سر اُڑا کر نیچے پھینک دیا۔ خواجہ سرا فیلبان بنا اور بادشاہ کو دریا کے کنارہ پر لاکر اوتار دیا اتفاق سے یہاں کراڑہ بلند تھا۔ اوسپر بادشاہ کا چڑہنا دشوار تھا۔ وہاں چند مغل اوپر بیٹھے تھے اونہوں نے پگڑیوں کے سروں کو ملاکر اور بٹ کر بادشاہ کے ہاتھ میں ایک سرا دیکر اوپر کھینچ لیا۔ ابوالفضل نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے بادشاہ کا ہاتھ پکڑ کر اوپر چڑہا دیا۔ بادشاہ نے جب نام اوس کا پوچھا تو شمس الدین محمد اپنا نام اور غزنی اپنا وطن بتلایا اور کہا کہ مرزا کامران کا نوکر ہوں۔ اِس اثناء میں مقدم بیگ نے جو اعیان مرزا کامراں میں سے تھا بادشاہ کو پہچانا اور اپنے گھوڑے کو پیشکش کیا۔ بادشاہ نے اِن آدمیوں کے ساتھ سلوک شاہانہ کیا۔ یہ واقعہ ۱۰ محرم ۹۴۷ھ مطابق ۱۷ مئی ۱۵۴۰ء کو ہوا۔

اب ہمایوں آگرہ کی طرف چلا۔ اثناء راہ میں مرزا عسکری اور مرزا ہندال اور اور مرزا بھی مل گئے۔ بچی کچی رہی سہی فوج بھی اکٹھی ہوگئی جب بھنگا پور شاہ مئو (بھوگانوں) میں پہنچے تو اِس قصبہ کے آدمیوں نے بادشاہی آدمیوں کے ساتھ خرید و فروخت بند کر دی اور یہ ناہنجاری اختیار کی کہ جو بادشاہ کا آدمی اونکے ہاتھ پڑ جاتا تو اوسکی جان لینے کا قصد کرتے۔ جب بادشاہ کو یہ حقیقت معلوم ہوئی تو مرزا عسکری و یادگار ناصر مرزا و مرزا ہندال کو حکم ہوا کہ اِن سرکشوں کی فہمایش و تادیب کریں تیس ہزار کے قریب یہ گنوار پیادہ و سوار جمع ہو گئے تھے جب حکم شاہی اِن مرزاؤں پاس پہنچا تو مرزا

عسکری نے جانے سے انکار کیا۔ یادگار ناصر مرزا نے اسکو دو چار قمچیاں لگا کر کہا کہ تمہاری نا اتفاقی سے یہ حال تو ہو گیا ہے اسپر متنبہ نہیں ہوتے۔ یادگار ناصر مرزا اور مرزا ہندال نے فرمانبرداری کی کہ ان گنواروں پر چڑھ کر گئے اور جنگ عظیم ہوئی اور گنواروں کی جماعت کثیر قتل ہوئی۔ اونکو تنبیہ کرکے مرزاؤں نے مراجعت کی اور مرزا عسکری کہ شکایت ناک تھا معاتب ہوا۔ اس قمچی بازی کی حکایت جوہر نے اپنی تاریخ ہمایوں میں یہ لکھی ہے کہ اتفاقاً یادگار ناصر مرزا اسکے تیر لگا۔ اوس نے مرزا عسکری سے کہا کہ آپ ذرا ان گنواروں کی طرف متوجہ ہوجیئے تاکہ میں اپنے زخم کو باندہ لوں۔ مرزا کو اس کا یہ کہنا ایسا ناگوار ہوا کہ اوس نے ناصر یادگار مرزا کو سب بے نقط سنائیں اوس کے جواب میں گالیاں سنیں تو غصہ میں آکر ناصر یادگار کے تین قمچیاں یا چابک مارے۔ یہ قمچیاں کھاکے ناصر یادگار نے بھی مرزا عسکری کے پانوں میں چند قمچیاں لگائیں۔ جب ہمایوں کو خبر ہوئی تو اوس نے کہا کہ بہتر ہوتا کہ یہ چابک آپس میں لگانے کی جگہ چوردں پر وہ لگاتے۔

یہاں سے بادشاہ ایلغار کرکے آگرہ میں آیا۔ اطراف ممالک کو درہم برہم پایا ہر طرف فتنہ برپا دیکھا۔ بادشاہ دوسرے دن صبحکو قدوۃ الاکابر مرزا رفیع کے مکان میں آیا۔ میر صاحب سادات صفوی میں سے تھے اور عقل و علم میں کمال رکھتے تھے۔ بادشاہ اونکی برابر کسی کی تعظیم نہیں کرتا تھا اون سے مشورت کرنے کے بعد آخر الامر یہ راے قرار پائی کہ پنجاب کی جانب کوچ کیا جاتے اگر مرزا کامران کو عقل داوری اور سعادت یاوری کرے تو وہ تلافی اور تدارک کے درپے ہوکر بادشاہ کی خدمت کرے جس سے البتہ رخنہ فتنہ و فساد بند ہو جائیگا۔ مرزا ہندال کو حکم ہوا کہ وہ قلعہ کے اندر جاتے وہاں سے بادشاہ کی ماںوں اور اہل و عیال اور خدمتگاروں کو لاتے اور خزانہ اور جواہر جتنا لا سکے لے آئے۔ خود بادشاہ سیکری میں آیا۔ راہ میں مرزا ہندال بھی معہ اہل و عیال ملگیا۔ سیکری میں چند روز بادشاہ بابر کے باغ میں رہا تھا کہ ایک دن صبحکو وہ سیکری کی طرف سے ایک تیر اوسکی بغل میں آنکر پڑا۔ میرزا حیدر اور ایک افسر تیر انداز کی تلاش میں نکلے تو وہ بھی زخمی ہوکر واپس آئے۔ بادشاہ نے جانا کہ یہاں دال میں کچھ کالا کالا ہے وہ دہلی کی طرف چلا۔ وہ نہایت خستہ حال ہو رہا تھا۔ چند امیر اوس کے ساتھ تھے۔ اُن میں ایک میر نقیر تھا جب وہ اوس سے آگے چلنے لگا تو بادشاہ نے اوسکو غصہ سے بلایا اور کہا کہ تیرے ہی کہنے سے

بادشاہ کا آگرہ میں آنا

بادشاہ کا سیکری سے دہلی کی طرف جانا

میں گنگا پار اترا تھا۔ اچھا ہوتا کہ تو وہیں مرگیا ہوتا کہ آج ہم سے جدا ہو کر نہ چلتا۔ فقیر علی اونٹ آیا اور اثناء راہ میں وہ ۲۰ صفر ۹۴۷ھ کو دنیا سے صفر کر گیا۔

اب بادشاہ کو صفر میں فکر سے نجات ملی اول منزل میں وہ بھونہ میں پہونچا تھا کہ مرزا عسکری نے عرض کی کہ میں نے سنا ہے کہ میر فرید گور (برمزید) جو شیر شاہ نے بادشاہ کی تلاش میں بھیجا تھا وہ جلد نزدیک آنے والا ہے۔ بہتر ہے کہ آپ یہاں سے جریدہ کوچ فرمایئے پیچھے آدمی آن رہیں گے۔ اس کی صلاح کے موافق بادشاہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ لشکر میں غل و شور پڑا ہر شخص حیران تھا کہ میں کیا کروں۔ ایک دوسرے کا دستگیر نہوتا۔ بیٹا باپ کی اور باپ بیٹے کی خبر نہ لیتا۔ ہر ایک شخص جو مال قیمتی اس پاس تھا وسے چھپا کر چنپت بنتا۔ اب اس مصیبت پر باران رحمت الٰہی نے اور ایسی زحمت پہنچائی کہ خدا کسی دشمن کو نہ دکھائے جب بادشاہ نے اپنے آدمیوں کو ایسا مضطر اور بیدل پایا تو وہ اپنے گھوڑے کی باگ روک کر کھڑا ہوا اور اس نے فرمایا کہ روم۔ شام۔ عراق اور ہر جانب کے آدمی جو ہماری سپاہ میں تھے اُن میں سے کچھ جنگ چوسہ میں کچھ جنگ قنوج میں مارے گئے۔ اب جو باقی ہیں وہ یوں ہلاک ہوتے ہیں میں اپنے مرنے پر راضی ہوں مگر مجھ سے یہ اپنے آدمیوں کی مصیبت نہیں دیکھی جاتی ایسا مضطر اور بیدل نہ ہونا چاہیئے تحمل کے ساتھ ایک طرح چلنا چاہیئے۔ اوس نے فوج کے تین حصے کئے دست راست کی سپاہ مرزا ہندال کو اور دست چپ کی سپاہ یادگار ناصر مرزا کو اور عقب کی سپاہ اور امیروں کی دی اور حکم سنا دیا کہ جو بادشاہ کے آگے جائیگا وہ سزا پائیگا اور اوس کا گھر لٹ جائیگا۔ جو تُند بہادر نے ایک مغل کا گھوڑا چھین لیا تھا۔ اوسکو حکم ہوا کہ گھوڑا واپس دے تو تو اوس نے سنا نا بادشاہ نے اوس کا سر اوڑا دیا اس سیاست سے آیندہ انتظام ہوگیا۔ بادشاہ اس طرح سے ۱۰ محرم ۹۴۷ھ کو دہلی پہنچا۔ یہاں قاسم حسین سلطان اوزبک اور بعض امیر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہندال اور عسکری نے اپنی جاگیروں پر جانے کے لئے رخصت لی۔ ایک الور گیا۔ دوسرا سنبھل۔ ۲ محرم کو اس شہر سے بھی سفر کیا ۲ صفر کو رہتک پہنچا۔ یہاں مرزا ہندال بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دوسرے روز بادشاہ نے قیام کیا۔ اہل قلعہ نے جو شہر کا دروازہ بند کیا تھا اونکو تنبیہ کی دس بارہ کروہ کی منزلیں روز بادشاہ طے کرتا ہوا ۱۷ صفر کو سرہند میں

(سهرند) میں پہنچا۔ مرزا ہندال کو بادشاہ نے یہیں چھوڑا اور خود ستلج کے کنارے پر ماچھیوارہ میں پہونچا۔ دریا چڑھا ہوا تھا مگر وہ اُس سے پار اوتر گیا۔ شیر شاہ بھی دہلی آگیا۔ اِن دونوں بادشاہوں میں پچاس کروہ کا فاصلہ تھا۔ بادشاہ اور مرزا ہندال جالندہر میں آئے۔ شیر شاہ کی سپاہ سرہند میں آئی۔ بادشاہ خود لاہور روانہ ہوا اور مرزا ہندال کو جالندہر میں چھوڑا اور مظفر بیگ ترکمان کو اوس کی اعانت کے لئے بھیجا۔ مظفر بیاس کے مغربی کنارہ پر کندوال میں تھا کہ شیر شاہ کی سپاہ بھی کنارہ پر سامنے آئی۔ جب بادشاہ لاہور میں قریب سرائے دولت خان کے پہنچا تو خواجہ دولت کے باغ میں اترا مرزا ہندال باغ خواجہ غازی میں اُترا پھر سنبھل سے مرزا عسکری بھی آگیا وہ امیر ولی بیگ کے گھر میں اُترا اور اِن دنوں شمس الدین محمد نجومی جو بادشاہ کے ساتھ قنوج کی لڑائی میں تھا وہ بھی آگیا۔ غرہ ربیع الاول ۹۴۷ھ کو لاہور میں سب بھائی اور امراء گرامی اور اونکے ملازم جمع ہوئے باوجودیکہ ان عزیزوں کو تنبیہات آسمانی ہوئی تھیں مگر کوئی صداقت پر کمر بستہ ہوتا تھا اب بھائیوں میں اتفاق کا ہونا اور دلوں کا صاف ہونا ایک خواب وخیال تھا۔ بادشاہ کے پاس آکر بہت دفعہ مجلسیں جمیں اور آئنیں صلاحیں اور اتفاق اور یکجہتی پر عہد و پیمان ہوئے اور اکابر و معارف مثل خواجہ خاوند محمد ولی جو سب کے پیر و مرشد تھے اور میر ابوالبقا کو اعلم العلما تھے گواہ ہوئے اور سب مرزاؤں اور اعیان دولت و اکابر نے جمع ہو کر اتفاق و یکجہتی کا عہد نامہ لکھا اور اوس پر سب نے مہریں کر دیں جب یہ محضر عہد و پیمان تیار ہو گیا تو اب نصایح شروع ہوئیں۔ بادشاہ نے سمجھایا کہ بھائیوں دیکھو کہ باپ نے کس محنت و جانفشانی سے یہ وسیع سلطنت ہندوستان حاصل کی۔ اگر وہ ہماری نا اتفاقی سے ہاتھ سے جاتی رہیگی تو تم خواص و عوام میں مطعون و ملوم ہوگے۔ اب تمکو فکر کرنا اور غیرت پکڑنی چاہیے تاکہ خلایق کے درمیان سربلندی اور رضائے ایزدی ہو مگر ارباب عہد و پیمان و اصحاب مواثیق و ایمان اپنے عہد قریب کو بھول گئے اور اپنی ہوا و ہوس میں موافق باتیں کہنے لگے مرزا کامران نے کہا کہ میرے نزدیک یہ مناسب ہے کہ بادشاہ اور تمام مرزا جریدہ چند روز کے لئے پہاڑیہ یا کشمیر میں چلے جائیں اور تمام اہل و عیال میرے سپرد کر دیں کہ میں اونکو لیکر کابل چلا جاؤں اور اون کو وہاں امن میں پہنچا کر پھر چلا آؤں۔ کامران کی یہ بات سنکر سب حیران ہوگئے کہ اسوقت میں کہ اتفاق پر

سوگند ہوئی یہ کیا بات اوس نے کہی یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ کوئی اہل و عیال کو تو اوسکے ساتھ کابل بھیجدیگا اور خود جریدہ لاہور سے کابل تک پہاڑوں میں پڑا پھریگا اور رہزنوں سے اپنے تئیں لٹوائیگا۔

مرزا ہندال اور یادگار ناصر مرزا نے کہا کہ اب ہم افغانوں سے نہیں لڑسکتے مناسب یہی ہے کہ حدود بکر میں چلے جائیں اور اس ولایت کو لے لیں اور اوسکی قوت سے گجرات کو تسخیر کریں جب یہ دو ملک حاصل ہو جائیں اور کام کا انتظام ہو جاتے تو پھر اس ملک کو اچھی طرح سے دشمنوں سے لے سکیں گے۔ مرزا حیدر نے کہا کہ کل مرزا کوہ شہرند (سرہند) سے کوہ سارنگ تک دامن کوہ کو مستحکم کریں میں اوس کا ذمہ دار ہوں کہ تھوڑی تقویت سے دو مہینے میں کشمیر کو لے لونگا اور جب کشمیر لینے کی خبر پہونچے تو ہر شخص اپنے متعلقین کو کشمیر بھیجدے کہ کوئی مامن اس سے زیادہ محفوظ نہیں ہے چار مہینے چاہئیں کہ شیر خاں وہاں پہونچے اونکو اعتضاد و قوت محاربہ میں اپنی توپوں و ضرب زنوں پر ہیں جنکے بارکش گردوں ہیں جو کسی طرح پہاڑ میں نہیں آسکتے وہ تو آنکر لڑ نہیں سکتا۔ اسکی کثرت لشکر میں قلت ہوگی اور واپس جانے پر مجبور ہوگا۔ چونکہ زبانیں دلوں کے ساتھ موافق نہ تھیں اسلئے مجلس تمام ہوگئی اور اصل بات ناتمام رہی۔ مرزا کامران بادشاہ کا زیادہ تر حریف تھا نہ مطیع نہ دوست ظاہر میں وہ بادشاہ کے ساتھ موافقت کرتا تھا کہتا کہ میں ساعت مسعود میں نکلتا ہوں اور مخالف سے یک دل و یک رنگی کے ساتھ پیکار پر تیار ہوتا ہوں۔ مگر اس ظاہری موافقت کی جگہہ باطنی مخالفت کو وہ بڑھاتا جاتا تھا مرزا کامران سخت متردد تھا کہ میں بھائی اور شیر شاہ کے خوفوں سے سے کس خوف کو زیادہ سمجھوں بھائی اپنے ورثہ کے سبب سے مجھے میری وسیع سلطنت سے سے جو ایران۔ خراسان ہیلمند سے ستلج اور حصار فیروزہ تک پھیلی ہے محروم کرسکتا ہے۔ مگر شیر خاں کی غایت فیروزمندی یہ ہے کہ وہ پنجاب کو مجھ سے لے لے اور کابل۔ قندہار۔ غزنی کو وہ انگلی نہ لگاتے۔ اسلئے وہ ایسی حکمتیں کرتا تھا کہ ہر ایک کا مجمع منتشر ہو جاے اور وہ خود کابل میں جاکر گوشہ عشرت کو غنیمت جانے۔ غرض یہ سارے منصوبے و مشورے یوں ہی خالی گئے اور کوئی تدبیر بن نہ پڑی کہ سب بھائی ملکر کسی کام کو کرتے۔ ہمایوں میں وہ صفات نہ تھیں کہ جس سے وہ بھائیوں میں اپنی اطاعت اور ادب کو پیدا کرتا ہر مرزا خود سر ہو گیا جو بلی

مرزا کامران کی دغابازی

میں آمادہ کرتا۔ بابر کی ذہانت و ہوشمندی کسی بیٹے کے ورثہ میں نہ آئی تھی مرزا کامراں پر کام کا
مدار سارا تھا سو وہ اپنے سلطنت میں کسی رقیب سے آنے کا (طرفدار نہ تھا) اسوقت کہ اوس نے
بھائیوں کے عہدنامہ پر دستخط کئے مخفی قاضی عبداللہ صدر کو شیرشاہ پاس بھیجا کہ رابطہ وداد کو
مستحکم کرے اور پیمان محبت باندھے اور اپنے کام کو دشمن کی مدد سے نکالے اور مکتوب اوسکو لکھا
جس کا مضمون یہ تھا کہ اگر شیرشاہ اسے پنجاب میں بدستور سابق قایم رکھے تو وہ تھوڑے زمانہ
میں اوسکے کارہا شایستہ بجالاتے۔

شیرشاہ دہلی میں آگیا تھا مگر اس سے آگے قدم نہ بڑھاتا تھا اور اس فتح کو اپنی مساعدت
بخت گنتا تھا۔ اور اوسکو اندیشہ تھا کہ اگر پیشتر جاؤں تو مبادا کہیں میرا کام پسترنہ ہو جاتے اور لاہور میں
مرزاؤں کی جمعیت ہو رہی تھی۔ اسکے وہم سے بڑا ہراس اوسکو تھا کہ اس اثنار میں کامران کے
قاضی صدر اس پاس آیا تو اوس نے اوس کی تعظیم کی اور بھائیوں کی نااتفاقی کا حال سنکر وہ
ایک دل سے ہزار دل ہوگیا اور کامراں کے مکتوب کا جواب اوسکے مدعا کے موافق لکھا قاضی
اوس پر متقاضی ہوا کہ وہ جلد آگے بڑھے شیرشاہ نے اپنا ایلچی قاضی کے ساتھ کیا تاکہ وہ حقیقت
معاملہ پر آگاہ ہو کر چلا آئے۔ مرزا کامراں نے شیرشاہ کے فرستادہ بلغ لاہور میں بلایا بڑا جشن
کیا اور سات برس کی عمر سے لیکر ستر برس کی عمر تک والوں کو بلایا۔ ہمایوں کو بھی شریک کیا۔ مگر
اصل مطلب کی باتیں رات کو ایلچی کے ساتھ کیں اور قاضی صدر کو پھر شیرشاہ پاس بھیجا۔ اس اثنار
میں شیرشاہ دلی سے آگے بڑھ کر دریائے بیاس کے کنارے پر سلطان پور میں آگیا تھا۔ قاضی بھی
یہیں اس پاس آیا اور شیرشاہ کو دریا پار جانے پر دلیر کیا۔ اس اثنار میں مظفر ترکمان جس کو
دریا پر سلطان پور میں بادشاہ نے شیرشاہ کے روکنے کے لئے متعین کیا تھا وہ لاہور میں آیا
اور اوس نے بیان کیا کہ میں شیرشاہ کا مقابلہ نہ کرسکا کہ اوسکے لشکر کو روکتا اب وہ دریا پار
آگیا ہے اور وہ جلد لاہور کے سامنے آتا ہے اور میرا بھتیجہ جنید بیگ مقابلہ میں مارا گیا۔

اب بادشاہ کو توقف کا محل نہ رہا۔ یہ تحقیق کرنا مشکل ہے کہ مرزا کامران نے خود شیرشاہ
کو پنجاب حوالہ کرنے کا وعدہ کرلیا تھا۔ یا شیرشاہ کا خوف اسپر ایسا طاری ہو گیا تھا کہ بغیر
لڑے پنجاب حوالہ کر دیا۔ غرض شیرشاہ کے مقابلہ کی کوئی تدبیر نہیں کی گئی فوراً لاہور سے بادشاہ

اور مرزاؤں سے چناب کی طرف کوچ کیا - مرزا کامراں سے اپنے ملازموں اور اسباب کو کشتیوں میں
اُتارا - اُسوقت اِن مرزاؤں میں باہم وہ نفاق تھا کہ ہمایوں کے بعض صلاح کاروں نے اوسکو صلاح
دی کہ لشکر کے ایکدل و یک جہت ہونے کی تدبیر کوئی اس سے بہتر نہیں ہے کہ مرزا کامراں کا
کام تمام کرے - بادشاہ کے معزول کرنے کے لئے وہ سازشیں کر رہا ہے اِس پر ہمایوں نے کہا
کہ میں اس ناپائیدار دنیا فانی کے لئے اپنے بھائی کو بے جان نہ کرونگا اوسکے خون میں اپنے
ہاتھ نہیں سانونگا - میں ہمیشہ اپنے باپ فردوس مکانی کی نصیحت جو اوس سے لی ہیں اوس کی
یاد رکھونگا - اوس نے مجھ سے کہا تھا کہ اے ہمایوں زنہار زنہار ہزار زنہار بھائیوں کے درمیان
کشاکش نہ کرنا اور بدنیت نہونا - یہ الفاظ اوسکے میرے دل پر پتھر کی لکیر ہیں جو کسی طرح مٹائے
نہیں مٹنے کے - اِس نازک وقت میں ہمایوں نے اِس تدبیر پر کہ مرزا حیدر نے تجویز
کی تھی کشمیر کی فتح پر ارادہ مصمم کیا - اور مرزا حیدر کو ایک جماعت ساڑھے چار سو آدمیوں کی ہمراہ
کرکے اپنے سے پہلے کشمیر کی طرف روانہ کیا -

بادشاہ کوچ بہ کوچ یکم رجب کو ہزارہ میں پہنچا - یہاں اوسکو معلوم ہوا کہ مرزا کامراں با
جمعیت و سپاہ بادشاہ پاس آتا ہے - بادشاہ کے ملازمین نے عرض کیا کہ حکم ہو تو ہم بھی ہتیار لگا کر
تیار ہوں بادشاہ نے کہا کہ کچھ ضرورت نہیں - مرزا کامراں آیا اور بادشاہ کے پاس بیٹھا - اور
ایک گھنٹے تک باتیں کرتا رہا - اوس نے کہا کہ جب سے کابل سے بندہ ہندوستان میں آیا ہی
تو مشاغل کی کثرت سے کبھی آرام کرنے کی فرصت نہیں ملی - میں اور میرے ملازم سب تھک گئے
ہیں اسلئے مجھے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنے کاموں کی اصلاح میں کوشش کروں اور
اپنی سپاہ میں نئے آدمی بھرتی کروں - اب بادشاہ سے کابل جانے کی اجازت مانگتا ہوں کہ
وہاں جاکر اپنے سب کاموں کو درست کرکے اور سامان بہم پہنچا کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر
ہوں بادشاہ نے فاتحہ پڑھ کر بھائی کو رخصت کیا - ہمایوں نے آگے کوچ کیا - رجب ۹۴۷ھ میں
ہم نے اوپر لکھا ہے کہ میرزا حیدر کو بادشاہ نے کشمیر کو بھیجا تھا اِسلئے ضرور ہے کہ ہم کشمیر کا حال
لکھیں کہ اسوقت کیا تھا - جب مرزا کامراں سام مرزا سے لڑنے قندھار گیا تھا تو لاہور میں اپنی بجائے
مرزا حیدر کو حاکم مقرر کر گیا تھا - والی کشمیر سے خواجہ حاجی و ابدال باکری - رنگی چک اور ایک اور جماعت